

مرام الکلام کے پر مشہود کی پہلی شامت

بنام

دفاع صحابہ و اہل بیت

مع عربی متن



ترجمہ و تحقیق
ابو محمد عبد الواحد کبیری مدنی

سنت
عمر الشکین ملا عبد العزیز پرپاروی مدد مل

فرید بکسٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

مراۓ الکلام کی جز مفقود کی پہلی اشاعت

نام

دفاع صحابہ اہل بیت

مع عربی متن

مستفاد

عبدالمستکین علامہ عبدالعزیز پرباروی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تحقیق

ابو محمد عبدالواحد کبیری مدنی

فریدنگہ ٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the
copyright act. Reproduction of any
part, line, paragraph or material
from it is a crime under the above
act

مذہب حق کو چھوڑ کر
یہ کتاب کا پیغام اللہ کے فضل سے سچا ہے
کوئی مذہب اور دین کی حق کے سامنے گناہ کا
قانونی طور پر ہے۔



وقل عصابہ اہل بیت

نام کتاب

عبدالحکیم بن عبد العزیز بن ہاروی رحمہ اللہ

مصنف

الامام محمد عبد الوہاب کبیر بنی ثنی

ترجمہ و تحقیق

رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور

مطبع

رجب المرجب ۱۴۴۵ھ جنوری ۲۰۲۵ء

تاریخ اشاعت

روپے

قیمت

Farid Book Stall

Phone No: 992-42-5731217-5731219

Fax No: 992-42-5731219

Email: info@faridbookstall.com

Visit us at: www.faridbookstall.com

فارید بک اسٹال

فون: ۹۹۲-۴۲-۵۷۳۱۲۱۷-۵۷۳۱۲۱۹

فاکس: ۹۹۲-۴۲-۵۷۳۱۲۱۹

ایمیل: info@faridbookstall.com

وبسائٹ: www.faridbookstall.com

فہرست

صفحہ	عنوانات
11	پیش لفظ
14	کچھ اس کتاب کے بارے میں
15	معروف مرام الکلام کا انتساب
15	اصل مرام الکلام کا انتساب
16	ماہ الاشتراک امور
16	ماہ الافراق امور
17	محققین کی آرا
18	تحریف کے اسباب و محرکات
19	ابواب و فصول میں اختلاف
20	مضبوطات کی تفصیل
22	گزشتہ کام کی نوعیت
22	اس کتاب پر ہمارے کام کی نوعیت
24	انتہارِ تفکر
25	انتساب
26	علامہ عبدالعزیز پر ہاروی کی مدح میں منظوم کلام
29	وجدِ تالیف اور موضوع کتاب
30	مصنف کا نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں استغاثہ پر مشتمل قصیدہ
33	پہلی قسم:
33	پہلا باب
33	پہلی فصل: امت میں فرقہ بندی کی ابتداء کب سے ہوئی؟

33	اجتہادی امور میں اختلاف کی مسئلہ
35	علم عقائد اور اصول فقہ کے تدوین کی وجہ
35	انسان کے دو کمال
35	دوسری فصل: گمراہ فرقوں کی تعداد
35	مذکورہ حدیث کے چند جوابات
36	فرقوں کی تقسیم میں چھ مقامات
36	پہلا مقام: الفصیوں کا بیان
37	دوسرا مقام: خارجیوں کا بیان
38	معتزلہ کی ابتداء
38	تیسرا مقام: جبریت کا بیان
39	چوتھا مقام: قدریت کا بیان
39	پانچواں مقام: جبریت کا بیان
40	چھٹا مقام: مرجعیت کا بیان
41	اہل سنت کے ذکر کو مؤخر کرنے کی وجہ
41	اعتراض:
41	تیسری فصل: اہل سنت کا بیان
42	اشاعرہ کون؟
42	چوتھی فصل: اہل سنت کے اجمالی عقائد
42	پانچویں فصل: ایک مشکل سوال کا جواب
44	فصل: بدعتیوں سے مناظرہ کی کیفیت
45	ماہعین مناظرہ کے دلائل
45	ماہعین کے دلائل کا جواب
45	مجوزین مناظرہ کے دلائل
48	قسم اول کا دوسرا باب

صفحہ

عنوانات

48	پہلی فصل: قرآن و سنت میں فضائل صحابہ
48	قرآن و سنت سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل
48	فضائل ابو بکر رضی اللہ عنہ میں آیات قرآنی
50	فضائل ابو بکر رضی اللہ عنہ احادیث کی روشنی میں
52	صدیق کہنے کی وجہ
52	سب سے پہلا مسلمان کون؟
53	حقیق کہنے کی وجہ
53	دوسری فصل: قرآن و سنت سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل
53	موافقات عمر رضی اللہ عنہ
54	فضائل عمر رضی اللہ عنہ احادیث کی روشنی میں
56	فاروق کہنے کی وجہ
57	تیسری فصل: عثمان کے فضائل
58	چوتھی فصل: فضائل عثمان بن عفان اہل بیت
60	پانچویں فصل: فضائل عثمان غنی رضی اللہ عنہ احادیث کی روشنی میں
61	ادانورین کہنے کی وجہیں
61	چھٹی فصل: فضائل مولانا علی رضی اللہ عنہ
63	ساتویں فصل: چاروں خلفاء کے فضائل
65	آٹھویں فصل: فضائل حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
66	نویں فصل: خلفائے راشدین کی عمر
66	دسویں فصل: چاروں خلفاء کے نسب کا بیان
66	خلیفہ اول ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نسب
66	خلیفہ دوم عمر رضی اللہ عنہ کا نسب
66	خلیفہ سوم عثمان رضی اللہ عنہ کا نسب
67	خلیفہ چہارم علی رضی اللہ عنہ کا نسب

موضوعات

صفحہ

67	گیارہویں فصل: خلفائے راشدین کا حلیہ
67	خلفاء کی شہادت کا بیان
67	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت
68	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت
68	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت
70	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت
71	تیسری فصل: کیا "کرم اللہ وجہہ" حضرت علی کے ساتھ خاص ہے؟
73	قسم اول کا تیسرا باب
73	پہلی فصل: عتقین رضی اللہ عنہما میں افضل کون؟
74	دوسری فصل: الفضلیت کا معنی
74	اعمال حسنہ
75	تیسری فصل: ترتیب الفضلیت قطعی ہے یا ظنی؟
76	چوتھی فصل: ہر صحابی نبی جنتی ہونے پر دلائل
76	تمام صحابہ کے جنتی ہونے پر احادیث
78	صحابہ کی ترتیب برسبیل الفضلیت
78	تجدید رضوان والے صحابہ
78	اصحاب احد
78	اصحاب بدر
79	عشرہ مبشرہ صحابہ کرام
80	پانچویں فصل: مبشرین بالجنة صحابہ
81	چھٹی فصل: حضرت عائشہ کی حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہما) پر فضیلت
82	مذہب اول کے دلائل کا جواب
84	قسم اول کا تیسرا باب
84	امامت کی بحث

صفحہ	عنوانات
84	پہلی فصل: امامت کی تعریف
84	دوسری فصل: تقرر امام کا وجوب
86	اہل سنت و جماعت کے دلائل
86	تیسری فصل: امامت کی شرائط
87	شیعہ کی شرائط امامت اور اہل کارو
89	ابو جعفر رافضی کی باطل شرائط
89	چوتھی فصل: انعقاد امامت کے طرق
91	دوسرا باب
91	پہلی فصل: فضائل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
91	افضل رتبہ کس کا؟
92	صحابہ کی مدح میں قصیدہ
92	صحابی کون؟
92	صحابی کی حق تعریف
93	تیسری فصل: جمہور اجماع میں اختلاف
95	چوتھی فصل: خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اثبات
95	پانچویں فصل: خلافت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اثبات
96	چھٹی فصل: امیر المومنین امام الہدیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اثبات
96	خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثبات
96	ساتویں فصل: خلافت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اثبات
96	امام سید شہید حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی خلافت کا اثبات
96	آٹھویں فصل: خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اثبات
97	کیا مجتہد کا خطا پر مواخذہ ہوگا؟
98	حدیث ہمارا جواب
101	نویں فصل: خلافت یزید علیہ ما علیہ کا ابطال

عنوانات

صفحہ

101	خلافت یزید پر اتفاق والے قول کا رد
101	تیسری فصل: رافضیوں کی خباثتوں کا رد
102	رافضیہ شیعہ خدا پر شیعہ کے دلائل اور ان کا رد
105	تیسری دلیل کے جوابات
106	صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اعظم ہونے پر احادیث
112	حدیث قرطاس کی بحث
119	معصیت کی بحث
123	خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دلائل
123	شیعہ کے مخالف علی رضی اللہ عنہ پر دلائل
128	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر شیعہ کے اعتراضات
131	تقیہ کا رد
136	بارہ اماموں والی حدیث کی بحث
140	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والا کاکم
141	علامہ پر ہاروی کے حالات و افکار
141	نام و نسب:
141	تاریخ ولادت:
141	حفظ قرآن
141	تحصیل علم:
142	خلافت:
142	تصانیف:
142	1- السلسلہ فی تفسیر القرآن:
143	2- سدرۃ المنتہی:
143	3- حرام الکلام:
143	4- سمر السام:

صفحہ	عنوانات
144	5- ما غسطن:
144	6- الباطنیہ فی علوم الخلق:
145	7- التوحید فی الخلق:
145	8- الیقوت:
145	9- الناصیہ عن ذم معادیہ:
145	10- کوشا القی:
146	11- السرا المكتوم مما اختارہ اللہ مومن:
146	12- زمرہ الخضر:
147	13- مشک عبیر:
147	14- التریاق:
147	15- ایمان کامل:
147	16- البہر اس شرح شرح الحقائق:
147	17- البصصام فی اصول تفسیر:
148	18- نعم الوجیز فی اہواز القرآن العزیز:
148	19- گلزار جمالیہ:
148	20- عالم المثال:
148	21- الا لخاصیہ:
148	22- الا کسیر:
148	23- مجموعہ رسائل:
149	علامہ پرہاروی کا مسلک و مذہب:
150	علامہ پرہاروی اور عقیدہ توحید و صفات:
150	علامہ پرہاروی اور مسئلہ امکان کذب:
151	علامہ پرہاروی اور مسئلہ علم غیب:
152	علامہ پرہاروی اور عصمت انبیاء:

صفحہ	عنوانات
152	علامہ پرہاروی اور شفاعت مصطفیٰ مہدی علیہ السلام:
152	علامہ پرہاروی اور مسئلہ ایصال ثواب:
153	علامہ پرہاروی اور مسئلہ عذاب قبر:
153	علامہ پرہاروی اور ایمان الیومین کریمین:
153	علامہ پرہاروی اور ایمان الہی طالب:
154	علامہ پرہاروی اور صحابہ و اہل بیت:
155	علامہ پرہاروی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام:
155	علامہ پرہاروی اور کرامات اولیاء:
156	علامہ پرہاروی اور محبت صوفیاء و اولیاء:
157	علامہ پرہاروی کا فقہی مسلک:
158	علامہ پرہاروی کے مقلد ہونے پر چھ دلائل
158	ماہی دلیل:
158	دوسری دلیل:
159	تیسری دلیل:
159	چوتھی دلیل:
159	پانچویں دلیل:
159	چھٹی دلیل:
160	دفاع و تدفین:
161	الدرر فی فضل اسی ہے داخل البیت (مرہی متن)
268	ماخذ و مراجع



پیش لفظ

الْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَى احسانہ! علامہ پرہاروی علیہ الرحمہ کی ایک اور اہم کتاب اصل متن کی تحقیق اور اس کے ترجمہ کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ علامہ پرہاروی نے اس کتاب کا نام ”مروم الکلام فی عقائد الاسلام“ رکھا ہے۔ اس کو چار اقسام اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا۔ مگر افسوس اس 81 صفحات کے مخطوط میں صرف پہلی قسم ملتی ہے۔ جہیہ میں اقسام غائب ہیں۔ نیز پہلی قسم کی تقسیم کچھ یوں ہے کہ یہ چند مقدمات اور ابواب پر مشتمل ہے۔ ان مقدمات اور ابواب میں سے صرف گنتی کے تین یا چار ابواب ملتے ہیں۔ نیز ان ابواب کی فصول میں بھی شدید اختلاف ہے۔ جیسا کہ عربی متن کے مطالعہ سے واضح ہوگا۔ اس کتاب کے سبب تالیف اور موضوع کی طرف علامہ نے اس کے خطبہ میں یوں ذکر کیا کہ ”وحولت الکلام فی رد الشیعۃ لیس مرد لانہ قد فشی مذہبہم بین الناس و ظہری حق الصحابۃ قلوب الانام و مساوس الخناس“۔ یعنی میں نے اس کتاب میں شیعہ کے رد میں طویل کلام کیا اس کی ایک وجہ تو ابھی گزری (یعنی وہ خواب جو انہوں نے ذکر کیا) اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رافضیوں کا مذہب لوگوں کے درمیان پھیل گیا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں خناس کے دوسرے ظاہر ہو گئے ہیں۔

اس اقتباس سے جہاں ہمیں کتاب کے موضوع کا علم ہوتا ہے وہیں پر آج کے پر فتن دور میں اس کی اہمیت و افادیت بھی ہمارے سامنے واضح ہوتی ہے۔ ہر دور میں رفض و خروج کے فتنوں نے نہایت اور سنی مسلمانوں کے عقائد پر ڈاکہ ڈالنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ علامہ پرہاروی نے اپنے دور کا جو حال بیان فرمایا، آج اس سے کہیں بدتر دور ہے۔ رفض کے جرائم اہل سنت کی صفوں میں گھس چکے ہیں اور نہایت کے نام نہاد دعوے دار رفض کی تقویت میں سرگرم نظر آتے ہیں۔ ہماری محافل پر رفض زدہ افراد کا قبضہ ہو چکا ہے۔ کل تک جو رافضی بند کردوں میں اپنی اندر کی خباثت کا مظاہرہ کرتے تھے، آج سر عام اس کا اظہار کرنے لگے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، ان کی خلافت، مسئلہ فدک، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان اور عموماً تمام صحابہ کرام کی عدالت و ثقاہت وغیرہ مسائل میں اب سوشل میڈیا اور چینل پر کھل کر بات کی جانے لگی ہے۔ نہ صرف بات بلکہ لوگوں کے دلوں میں دوسرے ڈال کر ان سے امت کا اتحاد اٹھا کر دین کی جڑیں کھوکھلی کی جا رہی ہیں۔ مجاہد اہل بیت کی آڑ میں مسلمات پر ہاتھ صاف کیا جا رہا ہے۔ ایک سازش کے تحت ہماری خانقاہوں اور گدی نشینوں میں رافضیت کو اتار دیا گیا ہے۔ کہیں اولاد بچل ہونے کی ڈھائی، تو کہیں نسب کی برتری، تو کہیں در والے اور گھر والے کی باطل تقسیم کر کے صحابہ کرام اور اہل بیت کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کر دیا گیا ہے حالانکہ حقیقت

میں ان کے مابین کوئی نفرت نہ تھی، دونوں کے باطن پاک و صاف اور ایک دوسرے کی دینی محبت سے لبریز تھے۔ کہیں فضائل علی المرتضیٰ کو دلیل افضلیت قرار دیا جا رہا ہے تو کہیں جزو رسول ہاشمی کی بنا پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت جزوی کو ان کی افضلیت کی دلیل بنایا جا رہا ہے۔ کہیں نام نہاد سنی حضرات "عبود غدیر" کے نام پر ردائض کے دم چلے بہنے ہوئے ہیں۔ کوئی سراٹھاتا ہے تو صلح امام حسن رضی اللہ عنہ کی بنا پر ان کی سیادت کا منکر ہو جاتا ہے تو کوئی ان کی صلح کو اجہاری ثابت کرنے کے لیے ایزی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔ کسی کو اپنے اساتذہ کی لست میں علامہ تفتازانی نظر آتے ہیں تو حق شاگردی کی ادائیگی میں ان کے دفاع میں "تفتازانیہ" لکھ دیتا ہے مگر اپنے استاد کا تو دفاع کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی پر رکبک چلے کر کے ان معلم اکائیات کی استاد پر سوالیہ نشان لگا دیتا ہے۔ پھر مزید جوش آتا ہے تو ان کی صحابیت کا ہی انکار کر دیتا ہے۔ اسی کے نقش قدم پر چل کر ایک جھول ایرانی چندے نے "الاحادیث الموضوعة فی مدح معاویہ" لکھ کر ان کے ایمان کا منکر ہو جاتا ہے۔ نفوذ ہند من ذلک، اگر کوئی خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت امیر معاویہ اور عمو، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع کرنے کی کوشش کرے تو اسے دشمن اہل بیت اور ناموسی کے القابات سے نوازا جاتا ہے۔

بہر حال اہل سنت کو آج جس طرح کفر و بغض کے شدید حملوں کا سامنا ہے تو ہم پر ان کے خلاف جہاد کرنا اور اس فتنے کو ختم کرنے کے لیے ہر طرح کے وسائل بروئے کار لانا لازم ہے۔ علما کی ذمہ داری ہے کہ وہ خطرات کی پرواہ کیے بغیر ان اعتقادی فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں ورنہ اگر کسی قسم کی غفلت یا سستی کی گئی تو اس کی سزا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے ارشاد فرمادی ہے کہ:

إذا ظهرت الفتن أو قال "البدع" و شُب أصحابي فليظهر العالم عليه فمن لم يفعل ذلت فعله لعنة الله و الملائكة و الناس أجمعون و لا يقبل الله له صرطا و لا عدلا۔^۱

(ترجمہ:) "یعنی جب فتنے، یا فرمایا بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے صحابی کی گستاخی کی جائے تو عالم کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہیے پس جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ عزوجل نے اس کا فرض قبول کرنے کا نہ نقل۔"

ایک روایت میں ہے:

إذا ظهرت امتي البدع و شتم أصحابي فليظهر العالم عليه فإن كاتم العلم يؤمنه ككاتم ما أنزل الله على محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔^۲

۱۔ الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع للعلیہ، ص 118، ج 02

۲۔ الشریعہ لاخری، ص 2497، ج 05

(ترجمہ) ”یعنی جب میری امت بدعتوں کو ظاہر کرے اور میرے صحابہ کو برا کہہ جائے تو عالم کو چاہیے کہ اپنا علم ظاہر کرے کیونکہ اس زمانے میں اپنے علم کو چھپانے والا اس کی طرح ہے جو اللہ عزوجل کے محمد مصطفیٰ پر نازل کردہ کو چھپائے۔“

اسی فریصر کی ادائیگی کے لیے علامہ پرہاروی علیہ الرحمہ نے اس کتاب کو فضائل و دفاع صحابہ نیز رد شیعوں میں تحریر فرمایا۔ اس کتاب پر کام کرنے کی راہم نے بھی ایک نیت یہی کی تاکہ مذکورہ احادیث پر عمل ہو سکے اور ان وعیدوں سے بچا جاسکے۔ اللہ کریم کی مدد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایتوں سے دفاع و فضائل صحابہ پر بہترین دستاویز اس کتاب کی شکل میں پیش خدمت ہے۔

نوٹ: قارئین سے گزارش ہے ہم نے اپنی طرف سے کھل کوشش کی ہے کہ اس میں کوئی غلطی نہ ہو، لیکن پھر بھی کسی غلطی پر اطلاع پائیں تو ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں۔ جزاک اللہ عزیلاً۔



کچھ اس کتاب کے بارے میں

علامہ عبدالعزیز پرہاروی علیہ الرحمہ کی علم الکلام کے موضوع پر ”مراۃ الکلام فی عقائد الاسلام“ نامی کتاب ہے جو اہل علم و فنون میں معروف ہے۔ اس کتاب کی طباعت مختلف ادوار میں ہوتی رہی۔ ہماری مطبوعات کے مطابق اجیری کتب خانہ پٹنن روڈ ملتان نے اس کو شائع کیا، پھر کتبہ سلفیہ قدیر آباد ملتان نے، پھر کتبہ حقانیہ ملتان، پھر زم زم پبلشرز کراچی نے اسے شائع کیا۔ اس کے علاوہ اس کا ایک نامکمل نسخہ سندھ آرکائیو کنفیشن کراچی سے بھی ملا۔ پھر فقیر نے اس کے عربی مخطوط اور اردو ترجمہ پر کام کیا جسے فریڈ بک سٹال لاہور نے شائع کیا۔

جب اس پر کام تکمیل کے مراحل میں تھا تو اسی دور ان تونسہ شریف میں ایک بھائی سے رابطہ ہوا جن کا نام نور محمد عرف ظیفہ مدنی ہے۔ جنہوں نے علامہ پرہاروی کے کچھ مخطوطات کی پی ڈی ایف فائلیں بنا کر نیٹ پر اپ لوڈ کی تھیں، جن سے ہمیں ”مراۃ الکلام فہم“ کے نام سے ایک مخطوط ملا، جو کم و بیش 81 صفحات پر مشتمل تھا۔ اس مخطوط کو پڑھنا ذرا مشکل تھا کہ اس کے الفاظ مدہم اور جگہ جگہ سے مٹے ہوئے تھے۔ غور سے دیکھا تو فقیر ششدر رہ گیا کہ اس کے مضامین موجودہ معروف مراۃ الکلام سے سوائے کچھ مقامات کے بالکل مختلف ہیں۔ اس میں اور بھی ایسے امور تھے جن کا ذکر آئندہ سطور میں کیا جائے گا۔ چونکہ کام تکمیل کے مراحل میں تھا اور اس پر جلد کام مکمل کرنے کا احباب کی طرف سے تقاضا بھی تھا تو اس معاملے کو مؤخر کر کے مکمل توجہ معروف مراۃ الکلام پر مرکوز رکھی اور الحمد للہ اس کی اشاعت بھی ہو گئی جس کو احباب نے سراہا۔ البتہ میں نے اس اشاعت کے شروع میں اس امر کی طرف اشارہ کر دیا تھا جیسا کہ صفحہ نمبر 18 پر لکھا۔ ”راقم کے نزدیک مراۃ الکلام دراصل دو ہیں۔ ایک اصل مراۃ الکلام اور ایک معروف مراۃ الکلام اور راقم نے جس کا ترجمہ و تخریج کی ہے وہ معروف مراۃ الکلام ہے۔ اصل مراۃ الکلام اس کے علاوہ ہے جس کی کچھ جگہ الحمد للہ مکمل ہو گئی ہے اور ان شاء اللہ جلد وہ مخطوط بھی اس کے بعد منظر عام پر ہوگا۔ اس کی مزید تفصیل اور دونوں نسخوں پر کلام ان شاء اللہ اصل مراۃ الکلام کے شروع میں راقم تفصیلی طور پر ذکر کرے گا۔“

اب ہم اس وعدہ کو وفا کرنے لگے ہیں کہ ”مراۃ الکلام فی عقائد الاسلام“ کے نام سے دو نسخے ہیں اور ان میں سے ایک معروف مراۃ الکلام ہے اور دوسری اصل مراۃ الکلام ہے۔ آئندہ سطور میں ہم بھی اصطلاح استعمال کریں گے کہ جو پہلے سے مراۃ الکلام کے نام سے شائع ہوتی رہی ہے، جس کی کچھ تفصیل ہم نے اوپر ذکر کی ہے وہ ”معروف مراۃ الکلام“ اور جو 81 صفحات پر مشتمل نسخہ ہمیں ملا، اس کو ”اصل مراۃ الکلام“ کہیں گے۔

معروف مرام الکلام جسے آج تک سب مرام الکلام سمجھتے رہے اس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے:

مرام الکلام تعینک و منام الاسلام تعینک ، نعمدک علی نبیک المومنین القصیم و علی دینہ الحق
الصدق الصمیم۔

اور اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے:

فلم یقل النبی صلی اللہ علیہ و سلم انقطع اعتزامہ بل قال انقطع حبلہ فانقطع شیئ و الواصل الیہ
شیئ آخر و کذا اہلب من کل ما اور وہ انقضاء علی اہداء الشواب۔
جب کہ اصل مرام الکلام کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے:

حمدنا لن ارشدنا الی مذاہب الشیعة السیوة و اسالیبہا و شکرا لن اہمدنا عن مہاب ہدۃ سیئۃ و
غرایبہا ، عظمت نصاہ فلا یحسبہا امد و عت آلا فلا یدریہا عدد۔
اور اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے:

و انما اکتفی النبی صلی اللہ علیہ و سلم بجلد قاذلہا لان القرآن ما عزلت ہوائتہا فلم یکذب القرآن و
بعد نزول الکتاب المہجد بطلہا رتہا فقلہا ردة۔

یہاں پر یہ بات قارئین کے ذہن نشین رہے کہ دونوں کتب علامہ عبدالحزیز پرہاروی علیہ الرحمہ کی ہی ہیں۔ ایسا نہیں
ہے کہ ان میں سے ایک کتاب علامہ کی ہو اور ایک کسی اور کی جو علامہ کی طرف منسوب کر دی گئی ہو۔ لہذا اس وہم کے دفعیہ
کے لیے اذکار ہم ان کی علامہ کی طرف نسبت کو ثابت کرتے ہیں۔

معروف مرام الکلام کا انتخاب

معروف مرام الکلام علامہ پرہاروی کی ہی کتاب ہے اس پر کچھ شواہد درج ذیل ہیں:

01: سب سے بڑا شاہد اس کی نسبت کا حدیث شریعت کو پہنچنا ہے بلکہ تواتر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ کسی سے اس کا
انکار محقول نہیں۔

02: علامہ پرہاروی علیہ الرحمہ پر کام کرنے والے تمام محققین نے اس کو علامہ کی کتاب قرار دیا ہے۔

03: علامہ کا اسلوب نگارش اس کی تائید کرتا ہے۔ علامہ کی کتب کا مطالعہ کرنے والے کا گمان غالب ہو جاتا ہے کہ یہ علامہ کی
ہی کتاب ہے۔

اصل مرام الکلام کا انتخاب

یہ مخطوط بھی علامہ پرہاروی علیہ الرحمہ کی ہے۔ اس پر چند شواہد ہیں۔

01: اس کتاب کا اسلوب اور منہج علامہ کے منہج سے موافق ہے۔

02: علامہ نے شروع میں جو خطبہ کتاب ذکر کیا وہ علامہ کے اسلوب مطابق ہے۔

03: علامہ پر ہاروی پر کام کرنے والوں نے اسے علامہ کی کتاب قرار دیا ہے۔

04: اس مخطوط کو پڑھنے سے ایسے بہت سے شواہد ملتے ہیں جو گواہی دیتے ہیں کہ یہ علامہ کی ہی کتاب ہے۔

اب ہم چلتے ہیں اصل موضوع کی طرف کہ دونوں میں سے مرام الکلام کون سی ہے؟ اس کے لیے اولاً دونوں مخطوطات میں بہ الاشتراک اور ماہد الافتراق امور کا جائزہ لیا جانا چاہیے تاکہ صحیح صورت حال سامنے آ سکے۔ پس جب فقیر نے دونوں کا تفصیلی جائزہ لیا تو یہ صورت حال سامنے آئی۔

ماہد الاشتراک امور

01: دونوں کتابوں کی ابتدا میں حدیث افتراق است اور اس کی شرح ہے مگر اجمال و تفصیل میں شدید اختلاف ہے۔

02: دونوں میں گمراہ فرقوں کا بیان ہے مگر یہاں بھی اجمال و تفصیل میں شدید اختلاف ہے۔

03: ”نظریۃ الطالین“ کی ایک عبارت کا جواب دونوں میں موجود ہے۔ یہاں بھی اختلاف موجود ہے۔

04: لرقہ ناجیہ کا بیان دونوں میں موجود ہے جو کہ اجمال و تفصیل میں مختلف ہے۔

05: اصل میں فضائل خلفاء راشدین، فضائل صحابہ، امامت کا بیان، افضلیت کا بیان وغیرہ تفصیلی ہیں بلکہ کتاب کا اکثر حصہ اسی پر مشتمل ہے۔ یہی امور معروف مرام الکلام میں انتہائی اجمال کے ساتھ ہیں۔

06: اہل باطل سے مناظرے کا حکم دونوں میں ہے اور مجوزین و مانعین کے دلائل بھی ہیں مگر اختلاف پیر کے ساتھ۔

07: دونوں مخطوط ناقص آئے ہیں۔

ماہد الافتراق امور

دونوں مخطوطات میں درج ذیل امور کا فرق ہے:

01: معروف مرام الکلام کے عربی کے صفحات کم و بیش 77 ہیں اور اصل مرام الکلام کے 81 صفحات ہیں۔

02: دونوں کے خطبہ الکتاب مختلف ہیں۔

03: اصل مرام الکلام میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں قصیدہ مدحیہ ہے جب کہ معروف میں نہیں۔

04: اصل میں مصنف نے جن کتب سے استفادہ کیا ہے ان کا ذکر کیا اور ان کے رموز بھی مقرر کیے جب کہ معروف میں ایسا کچھ نہیں۔

05: اصل میں وجہ تالیف ذکر کی اور اس میں ایک خواب بیان کیا جب کہ معروف میں ایسا کچھ نہیں۔

06: اصل میں مصنف نے اپنے اسلوب کی طرف اشارہ کیا اور کتاب میں ردائض کے تفصیلی رد کا حزم کیا جب کہ معروف میں ایسا کچھ نہیں۔

07: دونوں مخطوطات کے مضامین 80 فی صد مختلف ہیں اور ان کے مابین زمین و آسمان کا فرق ہے؛ سوائے چند ایک مضامین کے جن کا ذکر ماہ الاشتراک امور میں گزرا۔

08: اصل میں کتاب کا مکمل نام صراحت کے ساتھ موجود ہے جب کہ معروف میں اشارہ ہے۔

09: اصل میں مصنف نے بتایا ہے کہ اس کتاب کی تالیف کے وقت ان کی عمر کتنی ہے جب کہ معروف میں ایسا کچھ نہیں ہے۔

10: کتاب کی ایوب و فصول میں تقسیم دونوں کی مختلف ہے۔ تلك مشبهة كاملة

محققین کی آرا

اب ان امور کو سامنے رکھا جائے تو حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا مگر بطور ظن غالب کے کچھ آرا جو سامنے آئیں فقیران کا ذکر کر کے اپنی رائے پیش کرے گا۔

پہلی رائے: علامہ نے اصل مرام الکلام لکھی اور بعد میں اس کا خلاصہ کیا۔ اس پر دلیل معروف مرام الکلام کے مقدمے کا لفظ "نخست مرام الکلام" دال ہے۔ بعض مباحث کا مشترک ہونا بھی اسی طرف مشیر ہے۔ یہ رائے زم زم پبلشر سے مطبوع ہونے والی معروف مرام الکلام کے محقق سلمان حسن نے قائم کی ہے مگر انہوں نے اسے حتمی رائے نہیں کہا۔

دوسری رائے: ممکن ہے کہ علامہ نے اصل مرام الکلام ہی لکھی ہو جو مکمل نہ مل سکی اور بعد میں کسی اور عالم نے اس کا خلاصہ لکھ دیا اور علامہ کی طرف منسوب کر دیا ہو۔ یہ رائے شدید ضعیف ہے کیونکہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ معروف مرام الکلام علامہ ہی کی ہے اور اس کا اختساب علامہ کی طرف درست ہے۔

تیسری رائے: علامہ عبدالعزیز پرہاروی نے اصل "مرام الکلام فی عقائد الاسلام" لکھی اور اس کا بھی نام رکھا پھر "مرام الکلام" کے نام سے علیحدہ کتاب لکھی، یوں علامہ کی ملے جلتے نام سے دو کتابیں ہو گئیں۔ مگر یہ رائے کچھ وجہ وجہ نہیں رکھتی۔ کیا علامہ کے پاس کوئی اور نام نہ تھا کہ وہ پہلی کتاب کے نام سے استفادہ کر کے دوسری کتاب کا بھی نام رکھیں؟ نیز کتاب کے مضامین میں اشتراک بھی اس کی تلی کرتا ہے۔

چوتھی رائے: یہ رائے فقیر کی ہے جو میں نے دونوں کتابوں کے مضامین اور خارجی حوالہ کی بنا پر قائم کی ہے۔ فقیر کی رائے میں اصل مرام الکلام کے "مرام الکلام فی عقائد الاسلام" ہونے میں تو شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں کیونکہ علامہ نے وضاحت کے ساتھ اس میں فرما دیا کہ "سیتہ مرام الکلام فی عقائد الاسلام"۔ اب رہی بات معروف مرام الکلام کی تو اس پر جزم کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا بلکہ ظن غالب بھی مشکل ہوتا ہے۔ سوائے تردد اور تحقیق کے کچھ سمجھ نہیں آتا۔ علی سبیل اظہار عرض ہے کہ یہ اسی اصل مرام الکلام کا ہی حصہ ہے جو اصل سے نامعلوم وجوہات کی بنا پر الگ کر دیا گیا۔ واللہ اعلم بحقیقہ الحال؛ کاتبین کے لیے کیا محرک و باعث بنا کہ انہوں نے ایک کتاب کے بعض مضامین کو جدا کر دیا؟ اس پر کلام ہم آگے چل کر کریں گے، فی الحال اپنے اس موقف (یعنی معروف مرام الکلام، اصل مرام الکلام کا حصہ ہے) پر کچھ شواہد پیش کرتے ہیں

تاکہ محققین کے لیے تحقیق کی حریز راہ کھل سکے۔

پہلا شاہد: اوپر مذکورہ ماہر الاشتراک امور اس پر سب سے قوی شاہد ہیں کہ معروف مرام الکلام اسی اصل کا حصہ ہے۔

دوسرا شاہد: دونوں مخطوطوں کا نام ایک جیسا ہونا بھی اس پر دال ہے کہ دونوں ایک ہی کتاب ہیں۔

تیسرا شاہد: یہ قوی شاہد ہے اور وہ یہ ہے کہ علامہ پرہاروی نے اپنی زندگی کی آخری کتاب الجہر اس میں روایت باری تعالیٰ کی بحث میں فرمایا: "قد فصلنا هذا مرام الکلام فرامہ اللہ اعلم"۔^۱ اور یہ بحث اصل مرام الکلام میں نہیں ہے بلکہ معروف مرام الکلام میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معروف مرام الکلام بھی اصل مرام الکلام کا حصہ ہے۔

چوتھا شاہد: علامہ پرہاروی نے اصل مرام الکلام کی آخری بحث: جس میں روافض کے بہت سے اعتراضات و شبہات کے جوابات ذکر فرمائے ان میں سے ایک شبہ یہ بھی ذکر کیا کہ "روافض کہتے ہیں کہ فرقہ ناجیہ وہی ہیں اور حدیث پاک میں جو فرمایا: کلہم لی النار الا واحدہ تو اس میں الا واحدہ سے وہی مراد ہیں"۔ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "الجواب انہ قد سبق الدلیل علی ان الطریقۃ الناجیۃ ہی الاشاعریۃ"۔ اس میں علامہ کا یہ فرمانا کہ اشاعرہ کے فرقہ ناجیہ ہونے پر دلیل گزر چکی تو اصل مرام الکلام میں اس پر دلیل نہیں بلکہ وہ دلیل معروف مرام الکلام میں ہے۔ تو چاہا چلا کہ یہ معروف مرام الکلام اسی اصل کا حصہ ہے۔

پانچواں شاہد: معروف مرام الکلام کے خطبہ کتاب میں علامہ پرہاروی نے لکھا: "دلخصت مرام الکلام" تو یہ عبارت اشارہ کرتی ہے کہ یہ اصل مرام الکلام کا ہی ایک حصہ ہے۔

بہر حال مذکورہ شواہد کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ معروف مرام الکلام بھی اصل مرام الکلام کا ہی حصہ ہے مگر اس پر جرم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کے خلاف بھی قوی شواہد ہیں جو ان دونوں کے الگ الگ کتاب ہونے پر دال ہیں۔ البتہ اگر یہی احتمال صحیح ہو کہ معروف مرام الکلام اسی اصل کا حصہ ہو تو اس بات میں شک نہیں کہ ان دونوں مخطوطوں میں شدید ترین تحریف نقلی و معنوی کی گئی ہے۔

تحریف کے اسباب و محرکات

رہا اس کے اسباب و محرکات کیا ہیں؟ حقیقت حال تو اللہ عزوجل ہی جانتا ہے، ہم جزی طور پر کسی فرد معین کی تعین تو نہیں کر سکتے مگر قرآن کی روشنی میں مخصوص سوچ یا نظریہ کے حامل افراد کی کارستانی قرار دی جاسکتی ہے؛ چونکہ علامہ پرہاروی علیہ الرحمہ کی اکثر کتب دہائی سوچ کے حامل افراد کے قبضہ میں چلی گئیں لہذا ان کی طرف سے تحریف کرنے کے شواہد اسی کتاب میں علامہ کے تعارف کے تحت بھی فقیر نے پیش کیے ہیں؛ تو ممکن ہے کہ جب اصل مرام الکلام کے خطبہ کتاب میں علامہ پرہاروی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں اپنا فصیح و بلیغ قصیدہ جو استعاذہ و استعانت پر مشتمل تھا، ذکر کیا تو اس دہائیت کش

قصیدہ اس میں تحریف کا محرک بنا اور شروع سے کتاب کے ایک حصے کو اڑا دیا گیا، اور معروف مرام الکلام میں اس اصل مرام الکلام کی ابحاث کا خلاصہ ڈال دیا گیا جیسا کہ قارئین دونوں کے جب مضامین کو دیکھیں گے تو واضح طور پر یہ حقیقت سامنے آئے گی۔ باقی ابحاث کو جوں کا توں باقی رکھا گیا۔ یوں اب دو نسخے ہو گئے اور بعد میں آنے والے کاتبین نے جب دیکھا کہ اصل مرام الکلام اور معروف مرام الکلام میں بعض ابحاث مشترک ہیں اور بعض میں فرق ہے تو انہوں نے اصل مرام الکلام سے معروف والی ابحاث نکال دیں اور صرف وہ حصہ برقرار رکھا جو ردائض کے رد پر مشتمل تھا۔ یوں اصل مرام الکلام کے 81 صفحات الگ سے معرض وجود میں آ گئے۔ بہر حال قارئین اور خصوصاً محققین سے گزارش ہے کہ دونوں کتب کو سامنے رکھ کر اپنی آراء سے نوازیں شاید کوئی اور عمدہ اور بہتر رائے سامنے آ جائے۔ "لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً" فقیر کی یہ بحث اور آراء حتیٰ نہیں ہیں بلکہ آئندہ محقق کرنے والوں کے لیے فقیر نے کچھ زور راہ تیار کیا ہے۔ نیز جو فقیر سے علمی انداز میں اختلاف کرے اور ہماری راہنمائی کرنا چاہے تو شکریہ کے ساتھ اسے قبول کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ عزوجل!

ابواب و فصول میں اختلاف

یہ مخطوط جس طرح ناقص الآخر ہے تو اسی طرح ناقص الاوسط بھی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ کاتب نے مختلف مقامات سے عبارات نقل کر دی ہیں، درمیان میں پوری پوری ابحاث غائب ہیں۔ بہر حال راقم اس کتاب کے ابواب و فصول میں شدید اختلاف اور تحریف کو واضح کرنے کے لیے آپ کے سامنے کچھ تفصیل بیان کرتا ہے۔ مصنف نے اپنی کتاب کو چار اقسام اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے۔ اس کی پہلی قسم چند ابواب پر مشتمل ہے۔ ان میں سے پہلے باب کی پانچ فصلیں ہیں اس کے بعد بغیر نمبر کے "الفصل فی کلیۃ المناظرۃ العالم" ہے۔ قیاس یہی ہے کہ یہ ابی باب کی چھٹی فصل ہے۔ پھر دوسرا باب شروع ہوتا ہے جس کے بارے میں فرماتے ہیں: "باب الثانی من القسم الاول فیما ورد بفصلہم من الکتاب و السنۃ و طبعہ فصول" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کلام مخدوف ہے کیونکہ بظاہر "بفصلہم" ضمیر کا مرجع ماقبل میں مذکور نہیں ہے۔ اب اس باب میں مصنف نے کہا: "و طبعہ فصول" پھر فرمایا: "الفصل ما ورد دل حق ابی ہکر قطعاً من الآیات" ممکن ہے یہ دوسرے باب کی پہلی فصل ہو۔ اس کے بعد "الفصل الثالث" کا عنوان آتا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل ہے۔ درمیان میں دوسری فصل نہیں۔ پھر "الفصل التاسع فی فضائل الشیخون علی الاشتکان" سے نویں فصل شروع ہو جاتی ہے یوں درمیان کی فصول نہیں، اس کے بعد دسویں، گیارہویں پھر تیرہویں فصل ہے بارہویں غائب ہے۔ اس سے زیادہ حیران کن بات یہ کہ اس تیرہویں کے بعد پھر "الفصل الواہم" آ جاتی ہے پھر اس کے بعد "الفصل الخامس عشر" آتی ہے۔ اس کے بعد چھٹی فصل پھر سترہویں، اٹھارہویں اور پھر انیسویں پھر بیسویں فصل ہے۔ یوں قسم اول کا دوسرا باب مکمل ہوتا ہے۔ اب اس کے بعد غور کریں تو قیاس کے مطابق تیسرا باب آنا چاہیے تھا مگر پھر "الباب الثانی" شروع ہو جاتا ہے اور جس میں بقول مصنف کے پانچ فصلیں ہیں مگر آگے چلیں تو چھٹی فصل بھی شامل ہے۔ چھٹی فصل کے بعد مصنف

نے کہا "الہاب الثالث من القسم" اب یہ معلوم نہیں کہ یہ تیسرا باب کون سی قسم کا ہے؟ قیاس یہی ہے کہ پہلی قسم کا ہی ہو کیونکہ ابھی پہلی قسم ہی چل رہی ہے اس باب میں چار قسمیں ہیں پھر آپ حیرت میں مبتلا ہو جائیں گے اور سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ علامہ پر ہاروی کی ان علمی کتب کے ساتھ کتنا کھلوڑ کیا گیا ہے اب تیسری بار پھر دوسرا باب آرہا ہے۔ فرماتے ہیں: "الہاب الثانی فی ذکر صحابۃ رسول، یشتمل علی ثلثۃ ابواب، الہاب الاول فی فضائل الصحابۃ و فیہ فصل حشر" اللہ اکبر! اس باب میں تین ابواب ہیں، ان میں سے پہلے باب میں دس فصلیں ہیں حالانکہ اس دوسرا باب کے تین ابواب میں سے صرف پہلا باب ہے اور اس کی دس فصلوں میں سے آٹھ فصلیں موجود ہیں۔ باقی دو فصلیں اور دو باب موجود نہیں ہیں۔ طرفہ یہ کہ ان دس میں سے دوسری فصل نہیں، پہلی کے بعد تیسری ہے پھر ترتیب کے ساتھ نوں فصل تک ہیں پھر دسویں بھی نہیں۔ اب اس کے بعد مصنف نے کہا: "الفصل الثالث فی رد اہل اہل الشیعۃ الشیعۃ" واللہ اعلم اب یہ تیسری فصل کس باب اور کس قسم کی ہے؟ قرینہ یہی ہے کہ یہ کتاب کی تیسری قسم کی ایک اگلی فصل ہے۔ اس فصل میں مصنف نے شیعہ کے تین شبہات بیان کیے ہیں اور انہی پر مغلوط کا اختتام ہو جاتا ہے۔ آخر میں اختتامی کلمات بھی نہیں ہیں۔ اس مذکورہ جائزے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کتاب کا شاید دو تہائی سے بھی زائد حصہ غائب ہے۔ کتاب چار اقسام اور ایک خاتمہ پر مشتمل تھی۔ اس میں صرف پہلی قسم ہی ملی جس کے ابواب و فصول مکمل نہیں پھر صرف تیسری قسم کی ایک فصل ہم تک پہنچا ہے۔

مغلوطات کی تفصیل

اصل مرام الکلام کے فقیر کو دو نسخے ملے ایک نسخہ تونسہ شریف کے ایک بھائی نور محمد عرف خلیفہ مدنی سے پی ڈی ایف فائل میں مل جو 18 صفحات پر مشتمل تھا اور دوسرا نسخہ ڈاکٹر مفتی اعجاز بشیر صاحب سے علامہ پر ہاروی کی ان تمام کتب کے ساتھ ملا جو انہوں نے ساہا سال کی محنت سے جمع کیے تھے اور پہلی ملاقات میں ہی یہ تمام اٹھا کر فقیر کے حوالے کر دیے تاکہ فقیر ان پر کام کر سکے۔ اللہ عزوجل ان کو اس کی بہترین جزا دینا و آخرت میں عطا فرمائے۔ موصوف کرہی میں ہوتے ہیں اور ایک کالج میں پروفیسر ہیں۔ بہر حال ان میں مرام الکلام کا یہ نسخہ بھی تھا جو اجیری کتب خانہ مکان سے مطبوع ہوا تھا۔ ان دونوں نسخوں کے ہر صفحہ پر، نہیں لائنیں ہیں۔ اور ان دونوں کا خط لاہوری نستعلیق ہے، کیونکہ اس میں خمدار جسم رکھنے والے حروف مثلاً ق، ی، ل وغیرہ کا فراغ ہے جو کہ لاہوری نستعلیق کا امتیازی وصف ہوتا ہے برخلاف دہلوی نستعلیق کہ اس میں تمام حروف کو سیدھا سیدھا لکھتے ہیں اور جھکاؤ بالکل نہیں ہوتا۔ دونوں نسخے ایک فریضہ صدی پرانے لگتے ہیں ان میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے سوائے اس کے کہ دوسرے نسخے میں ایک صفحہ اضافی ہے جس سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ردائش کی تہمت کے حوالے سے نامکمل بات مکمل ہو گئی۔ نیز ایک دو اور باتیں جو پہلے میں صفحہ غائب ہونے کی وجہ سے نامکمل تھیں وہ بھی مکمل ہو گئیں۔ دونوں مغلوطات کی عبارت انتہائی عجیب اور پیچیدہ تھی جگہ جگہ سے الفاظ مئے ہوئے تھے جن کو سمجھنا انتہائی دشوار امر

تھا۔ قارئین اس کا اندازہ کتاب کے آخر میں موجود عکس مخطوط سے لگا سکتے ہیں مگر العنید اللہ علیہم اجمعین! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت، غوث اعظم کی برکتوں، پیر و مرشد کی عنایت اور علامہ پرہاروی کے فیضان نے مشکل کام کو آسان بنا دیا اور سوائے چند مقامات کے مکمل کتاب کو حل کرنے میں کامیابی ملی۔ یوں۔ کام آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

اس کا ایک اور نسخہ بھی ہے جس تک مکوشش کے باوجود ابھی تک سیرت رسائی نہ ہو سکی اور اس میں ایک رکاوٹ مسلکی تعصب بھی ہے کیونکہ جس کے پاس یہ مخطوط ہے، دوستی نہیں ہے۔ یہ مخطوط صاف اور اس کی عبارت واضح ہے۔ اگر یہ مخطوط مل جاتا تو شاید وہ چند مقامات بھی حل ہو جاتے۔ اس کا پتا کچھ یوں چلا کہ محترم متین کا شمیری صاحب نے علامہ پرہاروی علیہ الرحمہ کے علم الحروف، علم اہل و غیرہ سے متعلق کچھ رسائل فقیر کو ارسال کیے جن میں اس مخطوط کے صرف پہلے تین صفحات کی فوٹو کاپی بھی تھی اور اس کی عبارت صاف ستھری تھی۔ فقیر کے رابطہ کرنے پر انہوں نے بتایا کہ جب وہ اپنی کتاب "احوال و آثار علامہ پرہاروی" پر کام کر رہے تھے تو یہ تصاویر لاہور کی ایک ذاتی لائبریری میں موجود مخطوط سے لی تھیں۔ یہ بہت پرانی بات ہو گئی۔ اس لائبریری کا مالک عطا اللہ ضیف بھوجیانی ہے اور لائبریری کا نام "سلفیہ لائبریری شیش محل روڈ" ہے۔ فقیر نے وہاں کچھ طلبہ کو بھیجا تو اب عطا اللہ بھوجیانی کا پوتا موجود تھا مگر اس نے ان کے ساتھ کسی قسم کا تعاون نہ کیا۔ اس کی روداد اسی طالب علم کی رہانی یہاں درج کرتا ہوں جس سے قارئین کو اندازہ ہو گا کہ علامہ پرہاروی کے علمی کام پر لوگ کس طرح اپنی وراثت سمجھ کر بیٹھے ہیں۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! استاد محترم آج ہم لائبریری گئے تھے، پہلے تو انہوں نے ہمیں اندر جانے دیا، ہم نے اندر جا کر کتابیں بھی دیکھیں۔ وہاں جس کو کتابوں کے حوالے سے سب سے زیادہ معلومات تھی اس بندے نے فہارس وغیرہ سے اور افساریوں سے کافی تلاش کیا لیکن اس کو نہیں ملی پھر ہمیں کہا کہ مخطوطات کی الماری یہ ہے آپ اس میں تلاش کریں۔ ہم نے کافی دیر تک دیکھا لیکن مخطوط نہیں ملا۔ واپسی پر پھر ہمیں وہ آدمی ملا جس سے ہم جمعرات کو ملے تھے، اس نے حادشا کر! جو بھوجیانی کا پوتا تھا، سے بات کی کہ ان کو مخطوط چاہیے۔ اس نے ہم سے ساری معلومات لی کون منگوا رہا ہے؟ کیا کرتا ہے؟ آپ کو کس نے کہا یہاں مخطوط ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ پھر وہ ہم سے اکٹھے لگا کہ جس نے آپ کو بھیجا ہے میری اس سے بات کرادو، ہمیں وہیں بٹھا دیا، صورت حال اس طرح کی بن گئی کہ مجبوراً آپ کو کال کرنی پڑی۔ آخر میں انہوں نے یہ کہا کہ آپ کو جس نے یہاں کا ایڈریس دیا ہے اور بتایا ہے کہ مخطوط ہمارے پاس ہے اور اس نے یہاں سے استفادہ بھی کیا ہے۔ اس سے فون پر بات کرادیں اگر ہمارے پاس ہو تو ضرور دیں گے۔ ویسے تو صاف منع کر رہا تھا، بات بھی نہیں سن رہا تھا کہ ہم اس سے کچھ منت سماجت کرتے کہ صرف دکھا دو یا تصاویر لینے دو۔ بہر حال لائبریرین (Librarian) نے کافی دیر جنت سے تلاش بھی کیا اور ہمیں بھی اختیار دیا کہ دیکھ لو اس نے اچھا تعاون کیا لیکن یہ حادشا کر بندہ صحیح نہیں تھا۔" بہر حال اگر وہ مخطوط بعد میں کسی محقق کو ملے اور فقیر نے جن مقامات کی علامہ پرہاروی کی عی ماخذ کتب سے جو صحیح کی ہے یا اندازے اور سیاق و

سہاق کو مد نظر رکھتے ہوئے الفاظ کو شامل کیا ہے، اس کے خلاف ملے تو فقیر کو ضرور آگاہ فرمائیں۔

گزشتہ کام کی نوعیت

یہ کتاب فقیر کی مطومات کے مطابق پہلی بار مطبوع ہو کر منظر عام پر آئی ہے اس سے پہلے اس پر سوائے ایک شخصیت کے کسی نے کام کرنے کی کوشش نہیں کی اور اس شخصیت کا کچھ تعارف اور کام کی نوعیت عرض کرتا ہوں۔ ان کا نام ڈاکٹر ریاض احمد علی ہے جنہوں نے جامعہ علیہ اسلامہ المعروف اسلامک سینٹر تاتھہ ناظم آباد کراچی سے درس نظامی مکمل کیا۔ دورہ حدیث کے مقالہ کے لیے، اپنے استاد محترم مفتی محمد عبداللہ نورانی الرقابی صاحب اور ڈاکٹر جامعہ علی صاحب کے حکم پر، ”مراۃ الکلام کی تمیز“ کا شرف پایا۔ اس کتاب پر کام کی نوعیت کے حوالے سے جو انہوں نے فقیر کو بتایا انہیں کے الفاظ یہاں درج کرتا ہوں۔ ”اس مخطوط پر کام 2015 میں زمانہ طالب علمی میں اپنے کلاس فیلو علامہ محمد افتخار کے ساتھ کیا تھا۔ اس دوران کوشش رہی کہ تحقیق و تخریج بھی کی جائے۔ مگر مخطوط چونکہ کافی مقامات سے مٹا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کتاب کے دوسرے مخطوط کی ضرورت پیش آئی۔ دوران محضر معلوم ہوا کہ یہ تو کسی مکتبہ سے شائع بھی ہو چکا ہے تو یہ معلوم ہونے پر جب مخطوط اور کتاب کا تقابل کیا تو دونوں میں واضح فرق نظر آیا۔ فوری طور پر یہ گمان ہوا کہ مکتبہ والوں نے تحریف کی ہوگی۔ مگر جب آگے مزید مضامین پر غور کیا تو رائے بدلی اور ذہن اس طرف مائل ہوا کہ یقیناً علامہ نے اس موضوع پر ایک کتاب اور لکھی ہوگی کیونکہ دونوں کے اسلوب تحریر میں کافی فرق ہے۔ اس فحش پر پہنچنے کے بعد دونوں مخطوط کی ضرورت انتہائی بڑھ گئی۔ تاکہ یہ کام مزید اچھے انداز میں ہو سکے۔ مگر وسائل اور وقت کی قلت کے پیش نظر اسی پر اکتفا کیا گیا۔ بہر حال اپنی بساط کے مطابق اس مخطوط کی کچھ زنگ کی گئی، آیات مبارکہ کے حوالے دیے گئے، جو احادیث مبارکہ مل سکیں۔ ان کی تخریج کی گئی، جہاں الفاظ میں کاتب کی غلطی محسوس ہوئی اس کی نشان دہی کی گئی۔ المفروض بنیادی طور پر مقصد یہ تھا کہ یہ مخطوط کچھ بڑھ جائے۔ درس نظامی کا تعلیمی سلسلہ مکمل ہونے کے بعد اس طرف توجہ نہ رہی۔

اس کتاب پر ہمارے کام کی نوعیت

01: اس کتاب کے دونوں نسخوں میں عبارت کا پڑھنا مشکل تھا تو سب سے پہلے دونوں نسخوں کو سامنے رکھتے ہوئے صحت کے قریب ترین کتاب کے اصل متن کو کچھ بڑھایا گیا۔

02: جو الفاظ سمجھ نہ آئے تو سیاق و سباق کی روشنی میں اور خطبہ کتاب میں علامہ نے اپنی کتاب کے جو ماخذ بیان کیے تو ان اصل کی طرف رجوع کر کے احتیاط کے ساتھ الفاظ کا انتخاب کیا گیا اور اس کی وضاحت بھی حاشیہ میں کر دی گئی ہے۔

03: کچھ مقام ایسے تھے جہاں بات ادھوری تھی یا واقعہ نامکمل تھا تو اس کو مستحکم کتاب سے اخذ کرتے ہوئے مکمل کیا گیا اور اس کی نشان دہی بھی کر دی گئی کہ یہ علامہ کی عبارت نہیں۔

04: متن کی کچھ زنگ اور تحقیق کے بعد اس کا سلیس اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔

05: اصل متن اور ترجمہ میں آیات قرآنیہ کے حوالے اور احادیث کی مکمل تخریج کا اہتمام کیا گیا ہے۔ نیز دوسری کتب عقائد و کلام کے حوالہ جات کی بھی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔

06: کتاب میں موجود عربی اشعار کے اوزان کی ماہرین سے رجوع کر کے صحیح کا اہتمام کیا گیا ہے۔

07: حسب ضرورت چیدہ چیدہ مقامات پر مفید وضاحتی نوٹ بھی لکھے گئے ہیں۔

08: جیسا کہ اوپر کتاب کے ابواب و فصول میں شدید اختلاف تھا تو قارئین کی سہولت کے پیش نظر اردو ترجمہ میں ان کی ترتیب اور نمبرز اپنی طرف سے لگائے گئے ہیں تاکہ ذہنی انتشار سے حفاظت ہو۔ رہے محققین تو ان کے لیے اصل عربی متن کو جوں کا توں رکھا گیا ہے۔

09: ہر بحرِ اعراف پر موضوع کی مناسبت سے عنوانات قائم کیے گئے ہیں اور شروع میں فہرستِ عنوانات قائم کی ہے۔

10: کتاب کے شروع میں مولانا حامد دین بزدار کا علامہ پر ہاروی کے بارے لکھا گیا عربی تصدیق بھی شامل کیا ہے۔

11: ترجمہ کے آخر میں مصنف علیہ الرحمہ کے "حالات و افکار" کچھ نئے اضافے کے ساتھ شامل کیے ہیں۔

12: آخر میں ماخذ و مراجع کو شامل کیا گیا ہے۔

جو بھی اس کتاب کو پڑھے تو وہ فقیر کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کاوش کو قبولیت عطا فرمائے اور فقیر کے لیے ذریعہ نجات بنائے اور اس کتاب کا نفع عام ہو آمین!

ابو محمد عبد الواحد کبیری مدنی

درس: جامعۃ المدینۃ لیسان مدینہ منورہ

یکم رجب المرجب 1446ھ



اظہار تشکر

اس کتاب کی کمپوزنگ و پروف ریڈنگ میں خصوصی تعاون جناب مولانا نبیل احمد شاکر مدنی، مولانا فراز سلیم مدنی، مولانا شعیب عطاری نے کیا۔ اسی طرح پروفیسر امجاز جمجومہ صاحب نے کچھ اہم اور نازک مقامات کے ترجمے کے حوالے سے راہنمائی فرمائی نیز عربی حواشی کی تعریب کے لیے مولانا توقیر رضا ماتریدی صاحب اور مولانا عکاش مدنی صاحب نے خصوصی تعاون فرمایا۔ یوں ہی جناب محترم حامد دین بزداہ صاحب نے اس کتاب میں موجود اشعار کے ترجمہ میں خصوصی معاونت فرمائی۔ فقیر ان تمام احباب کا تہ دل سے شکر ادا کرتا ہے اور اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا گو ہے کہ اس کو اس تعاون کی بہترین جزا دے۔



انتساب

فقیر اپنی اس کاوش کو ان تمام حضرات سے منسوب کرتا ہے جنہوں نے رفیع و
فروج کی غلمتوں میں نورِ سنیت کے چراغ کو جلا رکھا ہے اور ہر میدان میں ڈٹ کر
مقابلہ کیا خصوصاً پاک و ہند میں آج کے پرفتن دور میں اس سیلاب کے آگے سیر
چلائی دے رہے ہوئے ہیں۔



علامہ عبدالعزیز پر ہاروی کی مدح میں منظوم کلام

(شاعر: علامہ حامد دین بزدار چشتی)

لَا ذَكَرَ مَرَّةً ذَا صَحَافَتٍ مِثْلِيَّةٍ كَمَا أَلْهَى وَصُوحًا وَيَسِيرَةً

(ترجمہ:) میں ایک ایسے شخص کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جو "مطهر تصانیف" والا ہے اسی طرح وہ تالیفات بڑی واضح اور آسان ترین ہیں۔

أَرْجُو كُنْزِي وَصَلِيَّ عَتِيدِ الْعَزِيزِ لَقَدْ كَانَ ذَا مَوْلَانَا كَبِيرَةٍ

(ترجمہ:) میں جناب علامہ عبدالعزیز پر ہاروی کی تعریف و توصیف کی طرف تمہیں رغبت دلانا چاہتا ہوں، آپ بہت زیادہ تصانیف والی شخصیت تھے۔

صَحَافَةُ عَلَى مِلَّةٍ لَقَدْ رَأَيْتُ قَدِ انْجَبَتْ بِمَوْضُوعَاتٍ مِثْلِيَّةٍ

(ترجمہ:) آپ کی تصانیف کا دائرہ سیکڑوں سے تجاوز ہو گیا، یہ ساری کتب مطهر موضوعات میں ڈبوئے ہوئے ہیں۔

أَلَا كُنَّا دَرَسْتَهَا عَلَى بَصِيرَةٍ بِإِنَّكَ كَعَادَاتِ النَّهَارِ فَا بِالْقَبِيرَةِ

(ترجمہ:) خبردار! جس وقت بھی آپ ان کا دل کی آگہ سے مطالعہ کریں تو آپ کی نظر میں مطالعہ ضرور بالضرور گھڑی ہو کر لوٹے گی۔

حَسَلَتْ ذَلْوَعُ وَرَاسَةِ كِتَابِيهِ لَأَنْتَ كَلَّمْنَا اخْتَنَنْتَ الشُّهُرَ

(ترجمہ:) اگر بغرض مطالعہ آپ کو ایک کتاب بھی ہاتھ لگ گئی تو (گویا) آپ نے بکثرت دودھ دینے والی نازک دودھ دودھ لیا ہے۔

بِقَرَأَتِهَا قَلْبُوتُ رُتْ كَبِيرَةٍ لَيْسَ بِهَا أَطْلَفَتْ فَكُنَّا عَلَى سِرِيرَةٍ

(ترجمہ:) ان کتب کے مطالعہ سے جہاں آپ کو دلی مسرت پہنچے گی وہاں آپ کو ان کے مطالعہ سے راز ہائے سریت سے بھی آگاہی و شناسائی ہو گی۔

فَقَابَتْ مُصَنَّفَاتِهِ مِنْ دُكَيَّاتَا لَيْسَ بِهَا كَبِيرَةٌ وَمِنْهَا عَصِيرَةٌ

(ترجمہ:) آپ کی بیشتر کتابیں دنیا سے مٹا ہو گئیں جو باقی بچ گئیں کچھ کتابیں بڑی ہیں کچھ چھوٹی ہیں۔

لَمَّا لَقِيَہُ النَّاسُ مَيِّلاً شَدِيدًا قَدِ اشْتَهَرُوا مِنْ أَشْهَرِ غَوْرٍ شَهِيدًا

(ترجمہ: بڑی محبت سے لوگ آپ کی طرف مائل ہو کر آپ کے گرد یہ ہو گئے، ایک غیر معروف خاندان میں سے آپ بڑی "ہر دھڑیر شہرت" کے مالک بن گئے۔

قَبِيلَتُهُ لَوْ غَوَّرَ صَفْرُوقًا لَنَا لَا مَسَّ لِيَكُونَهُ أَشْهَرُ الْعَشِيرَةِ

(ترجمہ: آپ کا قبیلہ اگرچہ ہماری دانست میں ایک غیر معروف قبیلہ تھا مگر آپ ہی کی بدولت "مشہور خانوادہ" والا قبیلہ بن گیا۔

لَيْسَ كَوْنُ أَكْثَرٍ قَدْ يَزَارُ مَبْرُكَةً لَقَدْ نَظَرْنَا بِرُؤْيَا بَالِغِينَ

(ترجمہ: کوٹ اود میں آپ کے حرار کی زیارت کی جاتی ہے صاحب نظری بصیرت کے ساتھ آپ کے حرار کی زیارت کیا کرتے ہیں۔^۱



۱۔ یہ قصیدہ علامہ حامد دین بزاز صاحب کے دیوان "دیوان احکام فی ذکر الانبیاء" میں 289 سے لیا گیا ہے اور اس کا ترجمہ بھی خود ماحول نے کیا ہے جس کا نام طیب الاحزاب فی ذکر الانبیاء ہے۔ یہ دیوان پاکستان کے مولانا، مصلح اور طاہر کی تحریف میں مرتب کیا گیا ہے جو انہوں نے طاعت کا فتنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم اس ذات کی تعریف کرتے ہیں جس نے ہمیں سیدھی شریعت اور اس کے طریقوں کی راہنمائی فرمائی۔ اور اس ذات کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے ہر صفت سید اور اس کے گمراہ کن راستوں سے ہمیں دور کر دیا۔ اس ذات کی نعمتیں عظیم ہیں جنہیں کبھی شمار نہیں کیا جاسکتا اور اس کی نعمتیں عام ہیں کوئی عدد جن کو پانچ نہیں سکتا، اس کے فضل کے سمندر کثیر ہیں؛ اس کے لطف عام کے سبب اس سمندر کے میزابوں اور تالیوں سے ہم سیراب ہوتے ہیں۔ اس کے انوار جلال ظاہر ہوئے تو ان انوار کی بجلیاں اس کے قہر عظیم کے ساتھ جلاتی ہیں۔ مومن اس کے فضل و رحمت کا امیدوار ہے اور وہ اپنے عدل اور غلبہ سے جسے چاہے عذاب دیتا ہے۔ وہ عظیم ہے، کہ غیوب و مخفی باتوں کو جاننے والا ہے۔ عظیم ہے، جو مکتاہوں اور غلطیوں کو معاف کرنے والا ہے۔ اس کے وجود کی ابتداء نہیں اور اس کے جوہر کرم کی انتہاء نہیں۔ اس کی عجیب و غریب تخلیقات کی گونا گوں تخلیقات اور اس کی حیران کن کارگیریوں کی نظیریں ہیں۔ جس نے اس کی صفات کا وصف بیان کرنا چاہا وہ حیران ہو گیا اور جس نے ذات باری کی حقیقت جاننے کی کوشش کی وہ بہک گیا، اس کی مہرست کی طلب میں عقلاء نے عقلوں کی سواری کے جکڑوں کو چھلکا دیا اسو وہ اس تک پہنچے بغیر ہی گم نامی کے گوشوں میں چلے گئے۔

وہ بلند و کمال والی صفات سے موصوف ہے۔ نقص و زوال کی نشانیوں جاہل و نادبی ہونے فضل قیج کرنے یا افتراء باندھنے سے منزہ و پاک ہے۔ وہی ہے جس نے ہمارے لیے پاکیزہ دین کو جنم لیا؛ وگرنہ ہم گمراہی کے اندھروں میں بھٹکتے رہتے۔ اپنے فضل عام سے ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دی اور ہمارے لیے روشن ملت اور رضا والے کام کو جنم لیا۔ ہماری طرف چراغ، بلند نور، اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کو رسول، نبی، گناہ گاروں کا سطرشی، شفیع، مہربان، انتہائی واضح اور موکد شدہ نشانوں سے تائید یافتہ بنا کر بھیجا؛ جن کی بلند ترین اور عظیم صفات سے تعریف کی گئی، وہ ہدایت و کمال کے انوار کی رفعت سے بلند ہو گئے اور اس کے اثر و رسوخ سے گمراہی و بے راہ روی کے آثار مٹ گئے گویا کہ وہ ایسے ہمارے تھے جو ان کے نور کی عظیم چمک سے غائب ہو گئے یا ایسے برف کے ٹکڑے تھے جو ان کے ظہور کے سورج کی رفعت سے پگھل گئے۔

یہ وہی ہیں جنہوں نے بغیر کسی شک یا شبہ کے حق کو ثابت کیا اور اپنے معجزات و دلائل سے تمام مخلوقات میں خالق ہو گئے اور اپنے نور کی چمک سے بستیوں اور شہروں کو منور کر دیا اور ان کے نور نے ہدایت و راہنمائی کو بڑھا دیا۔ ان کا دین دنوں اور مہینوں کے گزرنے سے پرانا نہیں ہوتا اور نئے زمانوں کے ظہور سے فنا نہیں ہوتا۔ ان پر ہمیشہ ہمیشہ، تا قیام قیامت راتوں کے جانے اور دنوں کے آنے کے ساتھ پاکیزہ ترین تحیت و سلامتی جاری رہے، ان پر پوشیدگی سے بری، انتہاء اختتام سے پاک درود اور اللہ کی اتنی رحمت ہو جس کی تعداد کا شمار اللہ علام کا علم ہی کر سکتا ہے اور ان کی عظیم، بلند درجہ والی آل عظام پر درود ہو جو تمام مخلوق سے برگزیدہ اور تعظیم و اکرام کے لائق ہے اور ان کے عظمت والے صحابہ پر درود ہو جنہوں نے اسلام کی

تائید کی حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کے بعد اسلام بلند و بالا شعائر والا اور محوام و خواہش میں مقبول ہو گیا۔ اللہ عزوجل ان تمام سے راضی ہو اور ان کی برکت سے ہمیں صالحین میں سے بنادے۔ آمین یا رب العالمین

وجہ تالیف اور موضوع کتاب

حمد و سلوٰۃ کے بعد! بے شک مجھے سب سے افضل الہام اور مجھ پر سب سے بڑا انعام وہ علم ہے جس سے دنیا میں اعمال کی اصلاح اور آخرت میں وبال سے کامیابی کی امید ہے۔ اسی علم سے دنیا و آخرت کی سعادتوں کو پانے میں کامیابی ہے اور وہی تمام قابل فخر و صاف کا سردار ہے۔ علوم منقولہ کی تحصیل میں اسی کو مستقبولی سے تھما جاتا ہے اور مردِ علم منقولہ کی تکمیل میں اسی کے حصول کی خوب کوشش کی جاتی ہے؛ حتیٰ کہ میں اور اہل زیست میں سوائے کتاب کے کچھ نہ پاتا تھا اور میری نگاہ بس اسی پر پڑتی کہ اسے حاصل کر لوں۔ تو میں نے کلام فصیح بھر (قرآن) کو یاد کر کے، شرح مواقف اور فتوح کو حاصل کیا۔ میں نے کتب تاریخ، مملکت، دیوان و اشعار میں گہرا غور و خوض کیا؛ جب میں فکر کے سندھ سے ان علوم کے موتی نکالنے پر قادر ہو گیا تو میں نے ہلکتہ ارادہ کر لیا کہ میں ابواب و فصول میں مرتب ایک کتاب لکھوں کہ میں پس میں وہ وارد کروں جو میرے قاصر دل پر آشکار ہو اور اس میں وہ شامل کروں جو میرے قاصر ذہن پر ظاہر ہو؛ کیونکہ میں ایک دن فاضل جامی قدس سرہ العزیز اسامی کی کتاب "نجات الانس" میں حضرت امام ہمام بلند پایہ عالم حجت الاسلام والدین امام غزالی (اللہ عزوجل انہیں جنت میں سکونت عطا کرے) کے ذکر پر مطلع ہوا تو وہاں میں نے دیکھا کہ انہوں نے کہا: میں نے خواب میں اشرف المخلوق علیہ الفضل الحق و السلام کی زیارت کی اور آپ کے ارد گرد آپ کی امت کے علاوہ (اللہ عزوجل اسلام میں انہیں جانا نصیب کرے) ان کے ہاتھوں میں مجلہ کتب تھیں جن میں ان کے عقائد تحریر تھے تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنے عقائد کی تصحیح کروائیں؛ اچانک ایک رافضی آیا اور اس کے ہاتھ میں کچھ ایسے اوراق تھے جو ان کے گھڑے ہوئے عقائد سے پر تھے تو وہاں موجود بزرگوں نے اس سے وہ اوراق لیے اور اس کی برائی بیان کرتے ہوئے انہیں پیٹک کر جلا دیا۔ پس میں آپ ﷺ کے قریب ہوا تاکہ میرے پاس جو دینی عقائد ہیں ان کی تصحیح اور یقینی مقاصد کی تحقیق کروا سکوں۔ میرے ہاتھ میں علم عقائد پر لکھی گئی ایک کتاب تھی نبی کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی اسے خیر المخلوق! یہ کتاب ہے جس کو غزالی نے لکھا ہے۔ فرمایا: کون غزالی؟ میں نے عرض کی وہ بلند مرتبہ والے امام ہیں۔ فرمایا: اسے پڑھو تو میں آپ کے سامنے گھڑے ہو کر پڑھنا اور اس کو املا کروانا شروع کر دیا۔ جب میں نبی کریم ﷺ کی مدح پر پہنچا تو آپ نے خوب خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مجھے خیر کی دعا دی اور اس تصنیف کو بہترین قرار دیا۔ آپ کے چہرہ مبارک پر خوشی خوب ظاہر ہوئی۔ استغفری! ۱۔

۱۔ نجات الانس، مترجم ص 402

۲۔ علامہ عبدالمعز بن ہادی نے یہ واقعہ اپنی یادداشت کی بنا پر روایت بالمعنی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اصل نجات الانس میں یہ واقعہ تفصیل سے مذکور ہے جس میں کئی مفید معلومات ہیں۔ یہ خواب کس نے دیکھا؟ اس حوالے سے علامہ عبدالمعز کی اس عبارت میں اضطراب ہے کہ کبھی ایسا لگتا ہے کہ یہ خواب امام غزالی سے خود دیکھا اور کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی اور نے دیکھا جب کہ نجات میں صراحت ہے کہ یہ خواب امام غزالی کے علاوہ کسی اور عالم نے دیکھا تھا۔

تو میں نے سید الانس والجان رسول اللہ ﷺ کی رضا چاہے ہوئے، اس وقت ایمان کے عقائد میں ایک کتاب لکھنے کا ہمت ارادہ کر لیا بلکہ میں نے علم کی مصنفات سے اس کو تالیف کیا اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے فضلاء کی موافقات سے اسے جمع کیا۔ اس کا نام "میرام الکلام فی عقائد الاسلام" رکھا۔ میں نے جن کتب سے استفادہ کیا ان کے ناموں کو، کلام کو مختصر کرنے کے لیے حذف کر دیا پس علامہ کرمانی کا "کر" نور الحق کا "لو" زرخشی شرح بخاری کا "کشی" تفسیر طبری کی شرح کا "قط" امام سیوطی کی شرح کا "طی" عہد الحق کی شرح مشکوٰۃ کا "حق" تفسیر کشاف کا "کشل" تفسیر بیضاوی کا "ب" تفسیر مدارک کا "م" "تفسیر معالم کا "مع" تفسیر جلالین کا "جل" تفسیر قرآن القرآن کا "قر" توفیح کا "تعل" کنوز کا "کل" شرح موافقات کا "شمو" خواجہ کا "طو" اہل سنت کی شرح التقریب کا "فتح" فتح عہد الحق دہلوی کی تخیل الایمان کا "تک" نور الدین فاروقی کی شرح عقائد فلسفہ اور منطق کا "شر" بحر اہلہ اسب کا "مع" تہذیب الکلام کا "تہ" صواعق المحرقة کا "صو" ارسکۃ فی علم الارض کا "ضو" رسائل دوالی فی اثبات الواجب و صفاتہ کا "نی" دوالی کی شرح عقائد کا "ح" بہتان الفقہ کا "بس" تفسیر ابو الفکور سالی کا "تم" رسالہ احمد جند کا "سا" سیدنا و مولانا فتح محمدی الدین جیلانی قدس سرہ المعریز کی غنیۃ الطالبین کا "طن" علی القاری علی حدیث کی تذکرۃ الموضوعات اور ان کے دوسرے رسائل کا "عل" فتح کمال الدین کی المعرۃ الوثقی کا "ع" رد رد و انقض میں فاضل سندھی کے رسائل کا "قا" مطالب المغنیہ کا "مط" شرح قصیدہ آملیہ کا "قا" ابو السعیدی قدس سرہ کی شرح فقہ اکبر کا "مل" اور صاحب قرآن القرآن (سیدنا و مولانا الفضل المتاخرین کلیم اللہ جہان آبادی قدس سرہ ہیں) سواہ السبیل اور الاحرار الکاملہ کا "کل" اور محمد یب العقائد کے حواشی کا "ذب" رمز مقرر کیا۔

میں نے شیعہ کے رد میں دو جہوں سے طویل کلام کیا، اس کی ایک وجہ تو وہی جو ابھی گزری (ذکورہ خواب) اور دوسری وجہ یہ کہ لوگوں میں ان کا مذہب پھیل رہا ہے جس سے لوگوں کے دلوں میں سچا پر کرام کے بارے میں خناس کے دوسرے ظہر ہو گئے۔

میں نے اس میں بے حد کوشش کی کہ اعتقادی مسائل کی تحقیق میں کوئی کمی نہ رہے۔ میرا قطعاً تصنیف میں شہرت پانے اور لوگوں سے صاحب تصانیف کہلانے کا ارادہ نہیں؛ بلکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی رضا پانے کا ارادہ کیا اور اس اکرم، اعلیٰ اور اعظم رب کی بارگاہ میں انہیں وسیلہ بنایا ہے۔ میں ان سے عرض کرتا ہوں کہ یوم جزا جن کی بارگاہ میں میری سفارش کریں اور مصائب دنیا و حوادث زمانہ میں میری مدد کریں۔ کیونکہ وہی میرے غلام مودلی اور عاصیوں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ ان پر صلوة و سلام ہوں۔

مصنف کا نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں استغاثہ پر مشتمل قصیدہ

وہنا کسبہام لا حولی الا انکم

وہنا کسبہام لا حولی الا انکم

ہمارے نبی اس چراغ کی طرح ہیں جو اندھیر میں روشنی اور ان سے نیر و آرزو ہے تو سارے اندھیرے مٹ گئے۔

تبارک اللہ! آپ کی خوشنالی غالب آئی
تبارک اللہ! خداوند سناہ

ان کا تمام اہل دانش کے ساتھ دینی معاملہ ہے
وامرہ باہل النہم اجمعہم

باری عزوجل نے انہیں تمام مخلوق سے
قد اصطفاه الباری من بریۃ

قد حژ شان رسول اللہ ذی شرف
شرف والے رسول اللہ ﷺ کی شان

اتیتہ ہرچاہ لا استہام لہ

میں ان کی بادشاہ میں بے حد امید لایا

فہل ترون حوزنا یستغیث بہ

کیا تم پاتے ہو ایسے غمزدہ کو جس نے ان سے استغاثہ کیا ہو؟

فہا رسول اللہ الخلق مرحۃ

یا رسول اللہ ﷺ مخلوق پر رحمت فرمائیں

حرکت فلکی وہا لا ذار لکنت

میری کشتی بھیر دی گئی ۱۔ اور یو جہ سے بھاری پڑ گئی

ہنگامہ بفرقانی موجہ وہیمنکفی

قریب ہے کہ موجیں مجھے غرق کر کے ہلاک کر دیں

وما وصلت بخورقہ من حل

میں محل سے ہرگز کسی جلائی کو نہیں پہنچ سکتا

یرجوک سیدنا عبد العزیز دیا

ان ان اطفال کل نادر بالفہم

حتی کہ فہم و فکر کی ہر آگ بجھ گئی

کاملیت یہ جوہ مع الفہم

جو بھوکے شیر کا بکریوں کے ساتھ ہوتا ہے

بالقرب و الفضل و الادراک بالحقم

اپنے قرب، فضل اور حکمت کے ادراک کے لیے جن لیا

عن وصف کل لیبیب عاذل فہم

ہر ذہین و ماہر اور فہم والے کے وصف سے بلند ہے

قد اعتصمت بحبل طور منقصم

میں نے ایسی ری کو تمام لیا جو ٹوٹنے والی نہیں

من سواہم ولا ینجیہ من النقم

اور اس نے اس کو ناپسندیدہ سے نجات نہ پائی ہو ۱۔

انت الطیب و ال مہتلی السقم

آپ طیب ہیں اور میں بیمار یوں میں مہتلی ہوں

و البحر ذہیق و الریم ذہق

اور دریا گہرا اور ہوا تازہ و خوش

فہا لافضل خلق اللہ کلہم

میں اسے اللہ کی تمام مخلوق میں افضل! اللہ

فانت مسندی یا شافع الامم

اے شافع ام! آپ ہی میرا سہارا ہیں

انظر بعین اللطف و الکرم

۱۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا ممکن ہی نہیں کہ آقائے کریم علیہ السلام سے کسی غم کے بارے میں استغاثہ کیا ہو مگر آپ نے اس کی مدد نہ کی ہو۔ اس شعر کا دوسرا

مصرعہ تقریر کی فہم ناقص میں نہ آیا اہل علم سے مشاورت کی مگر حل نہ ہوا اس پر علامہ حلی دین بزاز تو نسوی صاحب نے دوسرا مصرعہ میں نظم کیا "لیا قد

عاشی العلم والہم" یعنی جی ہاں آقا کریم علیہ السلام نے ہر غم و الم اور ہر سزا سے بچانے کے لیے اس کی (ہر سوچ) پر مدد دی کی ہے۔

۲۔ یعنی ہر مخالف کی وجہ سے میری نافرمانی و مخالفت کو بھیر دی گئی۔

اے ہمارے سردار! عبدالحزیر آپ کا اسید و ازب ہے پس آپ لطف و کرم کی اس پر نظر ڈال دیں
 جب میں نے اس کتاب کو شروع کیا تو میری عمر کے پورے سترہ سال گزر چکے تھے۔ میں اللہ عز و جل سے حفاظت اور
 اپنی باقی زندگی کے ہر حال میں مدد کا سوالی ہوں۔ اس پر بھروسہ اور اعتماد ہے اور اسی کو تھا ما اور اسی پر اعتقاد ہے۔
 میں نے اس کو چار اقسام اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا۔



پہلی قسم:

پہلی قسم مقدمات کے بارے میں ہے جو کچھ ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب

اہل سنت اور اہل بدعت کے مابین فرقوں اور اس سے متعلق احکامات کے بارے میں ہے اور یہ کچھ فصلوں پر مشتمل ہے۔
پہلی فصل: امت میں فرقہ بندی کی ابتداء کب سے ہوئی؟

نبی کریم ﷺ کی امت کا اہل سنت اور اہل بدعت میں بٹ جانے کے بارے میں شرح مواقف اور مقاصد میں ہے کہ اہل سنت کے سردار اور بدعت کو مٹانے والے سیف الدین آدمی قدس سرہ العزیز نے کہا: کہ نبی کریم ﷺ کے دنیا سے آخرت کی طرف انتقال کے وقت سوائے منافقین کے لوگ ایک عقیدہ و طریقہ پر تھے جبکہ منافقین اتفاق کو دیکھتے ہوئے ہر طرح کی اتفاقی کی تاک میں تھے: پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اجتہادی امور میں اختلافات ظاہر ہوئے: لیکن ان کا مقصد سوائے شرع کے مجنذوں کو بلند کرنے کے کچھ نہ تھا۔

اجتہادی امور میں اختلاف کی اہمیت

پہلی مثال: نبی کریم ﷺ کے مرض و وفات میں اس فرماں کہ "میرے پاس کاغذ لے آؤ تاکہ میں تمہیں کچھ تحریر لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ" کے بارے میں صحابہ کرام کا اختلاف کرنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ پر تکلیف غالب ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے جو ہمیں کافی ہے۔ پس آوازیں بلند ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔

دوسری مثال: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لشکر روانہ کرنے سے رکے اس میں صحابہ کرام کا اختلاف ہونا: اس کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک قوم کفار کی طرف حضرت اسامہ کی سرکردگی میں لشکر روانہ کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے فرمایا: "اسامہ کے لشکر کی تیاری کرو جو اس سے پیچھے رہ جائے اس پر اللہ کی لعنت ہو"۔

بعض صحابہ نے کہا کہ اس لشکر کی تیاری واجب ہے اور بعض نے کہا ہاں واجب نہ ہے مگر فی الحال توقف کر لیا جائے جب تک نبی کریم ﷺ کے مرض کی کیفیت واضح نہ ہو جائے کہ آپ صحت یاب ہوتے ہیں یا نہیں؟ ان دونوں اختلافات میں رافضی کو شبہات ہیں۔ اگر وہ اب عزوجل کی توفیق نے ساتھ دیا تو اس کتاب کی تیسری قسم میں ان پر کلام آئے گا۔

تیسری مثال: نبی کریم ﷺ کی وفات میں صحابہ کرام کا اختلاف کرنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ جس نے

کہا نبی کریم ﷺ فوت ہو گئے تو میں اسے اپنی تلوار سے قتل کر دوں گا: مجھے امید ہے کہ آپ کو بھی اسی طرح آسمان کی طرف اٹھ لیا گیا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھ لیا گیا تھا۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھایا تو وہ اپنے قول سے باز آ گئے۔

چوتھی مثال: صحابہ کرام کا نبی کریم ﷺ کے دن میں اختلاف کرنا: کہ پس بعض نے کہا آپ کو آپ کی مسجد میں رکھا جائے اور بعض نے کہا بقیع میں دفن کیا جائے جبکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ آپ کو ان کے گھر ہی میں دفن یا جائے گا اور نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث اس بارے میں روایت کی۔

پانچویں مثال: صحابہ کرام کا نبی کریم ﷺ کی وراثت میں اختلاف کرنا: کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے میراث طلب کی جبکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا اور نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث روایت کی کہ "ہم گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہیں اور جو ہم چھوڑ دیں وہ صدقہ ہے۔"

چھٹی مثال: صحابہ کا امامت میں اختلاف کرنا: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی بیعت کا ارادہ کیا اور انصار نے سعد بن عبادہ سے بیعت کا ارادہ کیا جب کہ مہاجرین نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت پر اتفاق کیا۔ پس بات بڑھ گئی حتیٰ کہ تمام کی رائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر متفق ہو گئی۔

ساتویں مثال: بائعین زکوٰۃ سے جنگ میں صحابہ کا اختلاف کرنا: اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کا خبر ہوئی تو عرب کے کچھ قبیلوں نے حکم اسلام ماننے سے انکار کرتے ہوئے زکوٰۃ روک لی: سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے عرض کی اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ تمہاری جہر سے کام لیں، آپ ان سے کیسے جنگ کریں گے؟ حالانکہ اللہ عزوجل کے حبیب ﷺ نے فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا کہ لوگوں سے جنگ کروں حتیٰ کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ دیں، جب وہ کہہ دیں گے تو وہ مجھ سے اپنا خون اور مال محفوظ کر لیں گے۔" حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا: "مگر کل کے حق کے ساتھ اور اس کا حق نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا ہے۔"۔

آٹھویں مثال: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نص کرنے کے بعد ان کا اختلاف کرنا کہ بعض نے کہا آپ ان کو خلیفہ مقرر نہ کریں کیونکہ وہ سخت حجاج اور سختی برتنے والے شخص ہیں جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی پر راضی نہ ہو گے۔

نویں مثال: ان کا شورشی کے معاملے میں اختلاف کرنا حتیٰ کہ ان سب کی آراء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر متفق ہو گئیں۔

دسویں مثال: ان کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (اللہ ہمیں ان دونوں کی محبت سے نفع

رے) کی خلافت میں اختلاف کرنا ہے۔ اسی طرح اختلاف بڑھتا رہا حتیٰ کہ صحابہ کرام کے آخری ایام میں بہت بڑھ گیا اور ایسا اختلاف ظاہر ہوا جو گمراہی تک لے جانے والا اور اسلام کے جھنڈوں کے سرنگوں کرنے والا تھا؛ یعنی کچھ بدعتیوں نے تقدیر میں اختلاف کیا اور تمام اشیاء کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے سپرد کرنے لگے حتیٰ کہ مسلمان بہتر فرقوں میں بٹ گئے جو سوائے ایک کے؛ سب ہلاک ہونے والے ہیں۔ یوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مصداق ظاہر ہوا "میری امت بہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی، سوائے ایک کے وہ سب جہنم میں ہوں گے"۔ "اس میں ایک کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: "وہ انہیں عقیدوں پر ہوں گے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں"۔^۱

علم عقائد اور اصول فقہ کے تدوین کی وجہ

صحابہ کرام کے زمانے میں واقعات کی قلت، (نجات کی طرف) کثرت رجوع اور اسلام کے طاقت ور ہونے کی وجہ سے وہ علوم اسلامیہ کی تدوین، ابواب و فصول اور ان کی تہذیب میں مشغول نہ ہوئے۔ جب اس کی حاجت پیش آئی تب علما نظر، استدلال، اجتہاد، مسائل کے استخراج اور دلائل کے وارد کرنے میں مشغول ہوئے۔

انسان کے دو کمال

جب انسان کا کمال دو قسموں کمال نظری اور کمال عملی میں منحصر ہے۔

کمال نظری: یعنی واجب تعالیٰ کی وحدانیت پر اختصار، اس کی زوال و نقصان سے تنزیہ، صفات کمالہ سے انصاف، نبوت کی حقیقت اور تمام ارکان اسلام پر اجمالی ایمان لانا۔

کمال عملی: یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کو بجالانا، سنن و فرائض کی رعایت اور دیگر نیک اعمال کرنا۔

تو علما نے پہلے کے لیے "علم کلام و عقائد" اور دوسرے کے لیے "علم اصول فقہ و فروع فقہ" کو مدون کیا اور مسائل کی تحقیق اور دلائل کی تدقیق کے ساتھ ساتھ مخالفین کے رد میں طویل کلام کیا۔

دوسری فصل: گمراہ فرقوں کی تعداد

جان لیں کہ اہل تصنیف علما کا گمراہ فرقوں کی تعداد، ان کے اصول کی تعیین، فروع کے ضبط اور ان کے ناموں کے بیان میں اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض کی گنتی بہتر (73) کو پہنچی اور بعض کی اس عدد سے زائد کہ انہوں نے مزید اور فراتے بیان کیے جیسا کہ صاحب مواقف نے کیا۔

مذکورہ حدیث کے چند جوابات

(۱) کسی بھی زمانے میں ان فرقوں کی تعداد اس عدد کو پہنچ جائے تو صدق حدیث کے لیے یہی کافی ہے۔

۱۔ مسند احمد و مسند الشافعیین، حدیث صحابہ بن ابی شیبہ، 287، ص 134

۲۔ مستدرک علی الصحیحین، کتاب العلم، ج 1، ص 218

- (2) اگر یہ عدد حدیث کے مذکورہ عدد سے بڑھ جائے تو وہ ان اصل فرقوں کی فروغ سے ہوں گے۔
- (3) کبھی عدد مخصوص مذکور ہوتا ہے مگر مراد اس سے کثرت لی جاتی ہے جس طرح عدد مخصوص ذکر کر کے قلت مراد لی جاتی ہے۔

اگر ہم تمام احادیث کے مطابق تمام کی تفصیل بیان کریں تو کتاب طویل ہو جائے گی لہذا میں نے اس کو اختیار کیا جس کو محقق نور الدین القادری نے "حقائق نسخہ" پر اپنی شرح میں اور ابن سراج نے "تذکرۃ اہلہ" میں بیان کیا۔

پس ہم کہتے ہیں کہ جو بہتر (72) باطل مذاہب ہیں ان کی اصل یہ چھ (6) ہیں۔ رافضیہ، خارجیہ، جبریت، قدریہ، جہمیہ اور مرجئیہ پھر ان میں سے ہر ایک بارہ (12) فرقوں میں بٹ گیا اور یوں چھ (6) کو بارہ (12) میں ضرب دینے سے بہتر (72) حاصل ہوئے۔

فرقوں کی تقسیم میں چھ مقامات

پہلا مقام رافضیوں کا بیان

علمائے پیشوا اور فضلاء کے مقتدی عہد المکریم شہرستانی قدس سرہ المعروف نے اپنی کتاب "المسلل والخلل" میں کہا: "یزدجردی شہر یار بن کسری العادل نے جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مدائن کو چھوڑا اور خراسان کے شہروں کی طرف چلا گیا تو مجوس کے علماء اور حکماء اس کے پاس چلے گئے پھر جب یزدجرد بن شہر یار قتل ہوا اور انہوں نے جزیہ قبول کیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں رسوا ہوئے تو آپس میں مشورہ کرتے ہوئے کہنے لگے ہم اس کے اسلام میں فعل ڈالنے کی بھرپور کوشش کریں گے لہذا انہوں نے خوب غور و خوض کیا مگر شریعت کے امور میں کوئی کمی نہ پائی تو کہنے لگے ہمارے لیے کوئی راہ نہیں سوائے اس کے کہ ہم انہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما پر ظلم کیا تو اس سے تفرقہ پڑ گیا۔"

رافضی اس امت کے مجوس ہیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی دلالت کرتا ہے کہ "قدر یہ اس امت کے مجوس ہیں۔" اور رافضی تقدیر کے منکر ہیں۔ ان کے بارہ (12) فرقے ہیں۔

- (1) علویہ: ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی ہیں۔
- (2) ابدیہ: یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی نبوت میں شریک ہیں۔
- (3) شیعہ: یہ کہتے ہیں جو تمام صحابہ سے بڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہ کرے وہ کافر ہے۔
- (4) اسحاقیہ: یہ ختم نبوت کا منکر ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ زمین کبھی نبی سے خالی نہیں ہوتی۔
- (5) زیدیہ: یہ کہتے ہیں کہ اولاد علی کرم اللہ وجہہ کے علاوہ کسی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔
- (6) عباسیہ: یہ کہتے ہیں کہ امامت صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد کے لیے جائز ہے۔

(7) امامیہ: یہ کہتے ہیں زمین کبھی ایسے نام سے خالی نہ ہوگی جو نجی باتوں کو جاننے والا ہو، امامت صرف ہاشمی کے لیے جائز ہے اور قاجر کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

(8) نادبیہ: یہ کہتے ہیں کہ جس نے اپنے آپ کو غیر پر فضیلت دی اس نے کفر کیا۔

(9) تناسخ: یہ روح بدن سے نکلتی ہی دوسرے میں داخل ہو جانے کے قائل ہیں۔

(10) داعیہ: یہ حضرت معاویہ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کو باطل قرار دیتے ہیں۔

(11) سہائیہ: یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابھی آسمان میں پوشیدہ ہیں قیامت سے قبل لوٹیں گے، بادلوں کی گرج ان کے گھوڑے کا دوڑنا ہے اور آسمانی کھلی ایسی آگ ہے جو ان کی انگلیوں سے نکلتی ہے۔ یہ لوگ جب بھی کوئی بادل دیکھتے ہیں تو اسے سلام کرتے ہیں۔

(12) مترابضہ: یہ مسلم بادشاہ پر خروج اور بدعت کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اللہ ان کو مارے۔ یہ تمام فرقے جماعت کو چھوڑنے، مسیح علی الخلقین کو ناجائز سمجھنے، شیخین، طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم پر طعن کرنے، سوائے حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے تمام صحابہ سے جہزہ کرنے، حضرت فاطمہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما پر فضیلت دینے اور نماز میں اٹنے ہاتھ کو سپردھے ہاتھ پر رکھنے میں مشغول ہیں۔

دوسرا مقام خارجیوں کا بیان

ان کے بھی بارہ (12) فرقے ہیں:

(1) ارتقہ: یہ اچھے خواہوں کا منکر ہے۔ کہتا ہے کہ یہ وحی کا جزء ہیں اور وحی منقطع ہو گئی۔

(2) اباحیہ: یہ کہتے ہیں کہ قول، عمل، فعل اور نیت مباح ہیں۔

(3) تعلیلیہ: یہ کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال اللہ تعالیٰ کے ارادے اور تقدیر سے ہیں۔

(4) جازمیہ: یہ کہتے ہیں کہ ایمان فرضی مجہول ہے اور اس کی فرضیت کا علم نہیں۔

(5) خنثیہ: یہ کفار کے ساتھ جہاد کے تارک کو کافر قرار دیتے ہیں۔

(6) کوفیہ: یہ اعضاء کو دھونے میں خوب کوشش کرتے ہیں اور بہت زیادہ لٹے ہیں۔

(7) کنزیہ: یہ زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر ہیں۔

(8) معتزیہ: یہ کہتے ہیں کہ شرانہ عزوجل کے فیصلے سے نہیں ہے، قاجر کی نماز جنازہ نہیں قرآن مخلوق، بندے اپنے افعال کے

خود خالق ہیں، میت کو دعا اور صدقہ نفع نہیں دیتے اور نہ ہی شفاعت نفع دے گی، معراج خطا بیت المقدس تک ہوئی اور فرشتے

مومنین سے افضل ہیں۔ یہ رویت باری تعالیٰ، میزان، حساب، صراط، صفات باری تعالیٰ، کرامات اولیاء اور علامات قیامت

وغیرہ کے منکر ہیں۔ اہل سنت کا اکثر جھگڑا انہیں معتزلہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ (ان شاء اللہ)

معزولہ کی ابتداء

معزولہ کی ابتدا کچھ یوں ہوئی کہ واصل بن عطا حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی مجلس سے جب جدا ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا "اعتزل عشا" یعنی ہم سے جدا ہو جا: تو ان کا نام معزولہ پڑ گیا۔

(9) فرقہ یمونہ: یہ کہتے ہیں کہ تقدیر پر ایمان کچھ نہیں۔

(10) ممکنہ: یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے مخلوقات پر کوئی حکم نہ ہونے کے (معاذ اللہ) کے قائل ہیں۔

(11) اضطہ: یہ کہتے ہیں موت کے بعد کسی بندے کو بھلائی اور برائی کا بدلہ نہیں ملے گا۔

(12) شراحہ: یہ زنا کو مباح گمان کرتے ہیں۔

خوارج کے یہ تمام فرقے مرعوب کبیرہ کی تکفیر، ظالم سلطان پر خروج کے وجوب اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر خروج کے ناجائز ہونے پر متعلق ہیں۔

تیسرا مقام جبریہ کا بیان

ان کے بھی بارہ (12) فرقے ہیں:

(1) مضطربہ: یہ کہتے ہیں کہ خیر و شر سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور بندے کا کوئی اختیار نہیں۔

(2) افعالہ: یہ کہتے ہیں کہ انسان کا فعل تو ہے مگر اس پر قدرت نہیں ہے۔

(3) معصیہ: یہ انسان کے لیے تعقل اور قدرت تو مانتے ہیں مگر ان دونوں امور میں انسان کے لیے گارنٹی نہیں مانتے۔

(4) مفروغیہ: یہ کہتے ہیں جو ہونا تھا اس پر قلم خشک ہو چکا لہذا اب کسی سے کچھ نہیں پایا جاسکتا۔

(5) نجاہیہ: ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل انسان کو اس کے افعال پر عذاب نہ دے گا بلکہ اپنے افعال پر عذاب دے گا۔

(6) مطمئنہ: یہ کہتے ہیں کہ خبر وہی ہے جس پر دل پر سکون اور مطمئن ہو جائے۔

(7) کسبیہ: یہ کہتے ہیں خیر و شر سے ثواب میں اضافہ نہیں ہوتا۔

(8) ساجیہ: یہ کہتے ہیں کہ خیر و شر ازل میں گزر چکے لہذا انکی نافع نہیں اور بدی مضرت نہیں۔

(9) حبیبیہ: ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے اور محب اپنے محبوب کو عذاب نہیں دے گا۔

(10) خوفیہ: یہ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل ہمارا حبیب ہے اور حبیب محبوب کو خوف زدہ نہیں کرتا۔

(11) مگر یہ: یہ کہتے ہیں غور و فکر عبادت ہے جس کا علم بڑھ جاتا ہے اس کا عمل ساقط ہو جاتا ہے۔

(12) فرقہ جسمیہ: یہ میراث کے ضروری ہونے کے منکر ہیں۔

جبریہ کے ان بارہ (12) فرقوں میں کسی مسئلہ میں اتفاق نہیں ہے۔

چوتھا مقام قدریہ کا بیان

ان کے بھی بارہ (12) فرتے ہیں:

- (1) احدیہ: یہ روحانی معراج اور دنیا میں رویت باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔ یہ عالم کو قدیم مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیامت نہیں آئے گی۔
- (2) شویہ: یہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ عزوجل سے اور شر شیطان کی طرف سے ہے۔
- (3) کیسانیہ: یہ کہتے ہیں ہمیں علم نہیں کہ ہمارے افعال مخلوق ہیں یا نہیں۔
- (4) شیطانیہ: یہ کہتے ہیں شیطان مخلوق نہیں یعنی موجود نہیں۔
- (5) شرکیہ: یہ کہتے ہیں ایمان مخلوق نہیں۔
- (6) دیمیہ: یہ کہتے ہیں ہمارے افعال وہم ہیں جن پر ثواب و عقاب مرتب نہیں ہوتا۔
- (7) رویدیہ: یہ دنیا کے فنا ہونے کے منکر ہیں۔
- (8) ناکسیہ: یہ امامت میں توقف کو جائز قرار دیتے ہیں۔
- (9) سترپہ: یہ گناہگار کی توبہ کی قبولیت کے منکر ہیں۔
- (10) کاسطیہ: یہ زہد کی مذمت کرتے ہیں اور کسب کو واجب کرتے ہیں۔
- (11) نظامیہ: یہ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کچھ نہیں ہے۔
- (12) منزلیہ: یہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے شرتقدیر ہے یا نہیں۔

قدریہ کے تمام فرتے ان عقائد میں شفق ہیں کہ جائز ہے کوئی شے خداوند کفر ہو اور مخلوق کے نزدیک ایمان ہو، جنازہ کو فرض نہیں سمجھتے اور یہ اپنے ایمان میں شک کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمیں علم نہیں کہ ہم مومن ہیں یا کافر؟ ان کے حق میں یہ حدیث وارد ہوئی کہ "قدریہ اس امت کے نبی ہیں اور ان کا ایمان میں کچھ حصہ نہیں"۔^۱

پانچواں مقام جہمیہ کا بیان

یہ بارہ (12) گروہوں میں بٹ گئے:

- (1) معطلیہ: یہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اسما اور صفات مخلوق ہیں۔
- (2) حراقیہ: یہ کہتے ہیں صفت علم، قدرت اور مشیت مخلوق ہیں۔
- (3) حراقیہ: یہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ مکان میں ہے۔
- (4) وارویہ: یہ کہتے ہیں کہ جو آگ میں داخل ہو گا وہ کبھی نہیں نکلے گا اور مومن کبھی داخل نہیں ہوگا۔

- (5) حرقہ: یہ کہتے ہیں جنہی جلے گا حتیٰ کہ اس پر کچھ اثر باقی نہ رہے گا۔
 - (6) مخلوق: یہ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں۔
 - (7) غیر یہ: یہ نبی کریم ﷺ کو رسول نہیں مانتے حکیم مانتے ہیں۔
 - (8) فانیہ: یہ کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ فنا ہو جائیں گے۔
 - (9) زناوق: یہ کہتے ہیں کہ معراج روح کے ساتھ ہوئی اور عالم قدیم ہے جو فنا نہیں ہوگا۔
 - (10) لفظیہ: یہ کہتے ہیں لفظ، مخطوطہ اور لافظ ایک ہیں پس قرآن قاری کا لفظ ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کا کلام۔
 - (11) قبریہ: یہ طاب قبر کا منکر ہے۔
 - (12) واقفیہ: یہ قرآن کے مخلوق ہونے یا نہ ہونے میں توقف کرتے ہیں۔
- جہیہ کے تمام فرقے ان عقائد میں متفق ہیں کہ ایمان زبان سے ہے نہ کہ دل سے، عذاب قبر، منکر کبیر، حوض اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اپنے رب سے ہم کلام ہونے کے منکر ہیں۔

چھٹا مقام مرجیہ کا بیان

ان کے بھی بارہ (12) فرقے ہیں:

- (1) تارکیہ: ان کا عقیدہ ہے کہ ایمان کے بعد کوئی فرض نہیں۔
 - (2) الشائیہ: یہ کہتے ہیں جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا تو اب چاہے نیک کام کرے یا برے کام کرے۔
 - (3) رجیہ: یہ کہتے ہیں نیک کو نیکو کار اور بد کو بدکار نہ کہا جائے کیونکہ اس کے خلاف کا احتمال ہے۔
 - (4) شکک: یہ ایمان میں شک کرتے ہیں۔
 - (5) منقصیہ: یہ کہتے ہیں ایمان کم یا زیادہ ہوتا ہے۔
 - (6) مستحکم: یہ کہتے ہیں ہم مومن ہیں ان شاء اللہ۔
 - (7) استریہ: یہ کہتے ہیں قیاس باطل ہے جو کہ دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔
 - (8) بدعیہ: یہ بطور اکراہ کے سلطان کی اطاعت لازم ہونے کے قائل ہیں اگرچہ معصیت کا حکم دے۔
 - (9) مستویہ: ان کا عقیدہ ہے کہ واجب، سنت اور مستحب میں کوئی فرق نہیں کیونکہ امر متحد ہے۔
 - (10) معصبہ: یہ کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی صورت ہے اور اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت چہرہ پیدا کیا۔
 - (11) ہمبہ: یہ کہتے ہیں ایمان کی بنیاد علم پر ہے تو جو تمام ادا و نواہی کو نہ جانے وہ کافر ہے۔
 - (12) عملیہ: یہ کہتے ہیں کہ ایمان عمل بالا رکاز کا نام ہے۔
- مرجیہ کے ان بارہ فرقوں کا کسی مسئلہ میں اتفاق نہیں ہے۔

اہل سنت کے ذکر کو مؤخر کرنے کی وجہ

اعتراض:

اگر آپ کہیں کہ اہل بدعت کے بیان کو اہل سنت کے بیان پر مقدم کیوں کیا؟ حالانکہ اس کا عکس بہتر تھا۔

جواب: میں کہوں گا اس کی کچھ وجوہات ہیں:

- (1) اہلنا جب کسی کا علاج کرتے ہیں تو مریض کو نقصان دہ کھانے پینے والی اشیا سے پرہیز میں خوب سہاوت کرتے ہیں پھر دوا سے علاج کرتے ہیں تاکہ فاسد مواد بدن میں جمع نہ ہو؛ کہ اس کا ردال مشکل ہو جائے۔ تو پہلے بدعتیوں کا بیان کرنا ضروری تھا تاکہ ان سے بچا جائے پھر اہل سنت کا مذہب بیان ہوتا کہ دل کے صحائف پر نقش ہو جائے۔
- (2) اشیا اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ باطل حق کی ضد ہے لہذا باطل پر اطلاع ضروری ہے تاکہ ان کے بیان سے مقصود واضح ہو جائے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ سفیدی سیاحی کی ضد ہے تو جب تک سیاحی واضح نہ ہو تو سفیدی واضح نہیں ہو سکتی۔

- (3) کلام اللہ کی ہر دی میں ایسا کیا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: "هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ لِيَنبِتْكُمْ كَآفَّةً وَ مَنَعَكُمْ مَتَّوْنٌ" (التھابین: 02) (ترجمہ: "وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں کوئی کافر اور تم میں کوئی مسلمان"۔ نیز کتب فقہ میں ہے "ہر کجی کمال جس کی دباغت کر لی جائے وہ پاک ہو جاتی ہے سوائے خنزیر اور آدمی کی کھال کے"۔ ا۔

تیسری فصل: اہل سنت کا بیان

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ، بھلائی کے ساتھ ان کی ہر دی کرنے والے رضی اللہ عنہم، تبع تابعین مثلاً ابو سعید خدری، ابو سعید بھری، سفیان ثوری، اوزاعی، علقمہ بن الاسود، ابراہیم نخعی، شعبی، مالک، حماد، ابن ابی لیلیٰ، امام ابو حنیفہ نعمان اور اسکے متاخرین تابعین و تلامذہ مثلاً ابو یوسف قاضی، محمد بن حسن شیبانی، زفر، حسن بن زیاد، داؤد طائی، محمد بن ادریس شافعی، ابو عبد اللہ مدنی، خراسان کے فقہاء مثلاً ابو مطیع عجمی، ابو سلیمان طبرانی، ابو حفص کبیر بخاری، شقیق، ابراہیم بن ادہم، جو امام جعفر صادق اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں، اسلامی شہروں ہرات، ماوراء النہر، فارس، شیراز، بدخشان وغیرہ کے فقہاء (یہ سب) اہل سنت ہیں کہ انہوں نے با اعتماد افراد سے دین کو لیا اور بغیر انکار اور تعصب کے صحابہ سے نقل کیا اور طلب حق کے لیے مسائل میں اجتہاد کیا اور جس طریقہ پر نبی کریم ﷺ رہے اسی پر یہ ثابت رہے۔

اہلسنت دو گروہوں میں منقسم ہوئے۔ (1) اشعریہ جو کہ امام ربیع ابو الحسن اشعری کے اصحاب ہیں: یہ اہل شام، عرب، عراق، خراسان اور اکثر علاقوں کے لوگ ہیں۔ (2) ماتریدیہ جو ابو منصور ماتریدی کے اصحاب ہیں اور حنفی المذہب ہیں۔ یہ ماوراء النہر اور بدخشان وغیرہ کے لوگ ہیں۔

اشاعرہ کون؟

اشعریین کا ایک قبیلہ ہے۔ کہا گیا کہ یہ اپنے دادا ابو موسیٰ اشعری کی طرف منسوب ہیں۔ تاریخی سرقہ کا ایک دیہات ہے۔ دونوں فریقوں کا کچھ مسائل میں اختلاف ہے۔ اہل سنت کے ان دونوں گروہوں کو "اشاعرہ" کہتے ہیں۔

چوتھی فصل: اہل سنت کے اجمالی عقائد

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس نے ان دس چیزوں کا اعتقاد رکھا وہ اہل سنت سے ہے۔ پہلی شے کی تفصیلت، دوسری عتقین کی محبت، تیسری قہلین کا احترام یعنی بیت المقدس اور خانہ کعبہ، چوتھی مسح علی القہن کے جواز کا عقیدہ رکھنا، پانچویں کسی بھی شخص کے لیے قطعی جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم نہ لگانا سوائے ان افراد کے جنہیں نبی کریم ﷺ نے جنت کی بشارت دی، چھٹی ہر نیک و بد کے پیچھے نماز کو جائز جاننا، ساتویں یہ عقیدہ رکھنا کہ ابھی اور بری تقدیر اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ آٹھویں ہر نیک و بد کی نماز جنازہ کو جائز ماننا، نویں پانچ فرائض: نفل، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو ادا کرنا اسی طرح واجبات و سنن موکدہ کو ادا کرنا، دسویں حاکم وقت کی اطاعت کرنا خواہ وہ عادل ہو یا ظالم، جب کہ اس کا حکم شریعت کے موافق ہو کیونکہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔^۱

پانچویں فصل: ایک مشکل سوال کا جواب

جان لیں کہ سید الاولیاء، سلطان العلماء، شیخ، ہازی اشہب عی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی طرف منسوب کتاب "فہمۃ الطالبین" میں یہ عبارت واقع ہے کہ "مرجیہ کے بارہ فریقے ہیں اور ان میں ایک حنفیہ ہے" اس کی وضاحت یہ کہ "کہ یہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوئی کے اصحاب ہیں۔ ان کا گمان ہے کہ اللہ، اس کے رسول اور جو وہ اللہ کی طرف سے لے کر آئے اس کا اجمالی اقرار اور معرفت ایمان ہے"۔^۲

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "میری امت کے دو گروہ ہیں جن کا ایمان میں کوئی حصہ نہیں؛ مرجیہ اور قدریہ"۔^۳ اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔ یہ معاملہ کثیر لوگوں پر مشتمل ہو گیا حتیٰ کہ انہوں نے ہمارے شیخ کے شیخ سید السادات کی شان میں بے ادبی کی خطا ملاحظہ فرمائی (اللہ انہیں معاف کرے)۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اولیاء اللہ کی بے ادبی پر کس نے ان کو ابھارا؟ اور بعض نے ہمارے امام ربیع الجعفیہ کی شان میں بے ادبی کی؛ لہذا ان کے حوالے سے یہاں کچھ بیان ضروری ہے۔ میں نے اس اختلاف کے حل میں ایک رسالہ دیکھا تو میں نے اس کا خلاصہ اور اپنا حنفیہ پیش کرنے کا ارادہ کیا؛ تو ہم کہتے ہیں کہ اس کے بہت سے جوابات ہیں۔

پہلا جواب: یہاں حنفیہ سے مراد وہ شخص ہے جن کو امام اعظم ابو حنیفہ کے بعض اصحاب میں گمان کیا گیا حالانکہ وہ ان میں

۱۔ تذکرۃ اصحاب لایں السراج، جلد ۱، ص ۵۳

۲۔ ۱۸۱۰ء بمطبع المکرمی لاہور، ۱۸۱۰ء، کتاب الاول، ۱۸۱۰ء، بیان باب القول فی المرجیہ، ص ۵۲۲، ص ۹۰۵

شامل نہیں اور یہ ممکن بھی نہیں کیونکہ حضور سیدنا غوث اعظم نے غیبت میں صراحت کی ہے کہ انہیں مرجیہ اس بات کے قائل ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں کہ مومن گناہوں کے سبب بھی آگ میں داخل نہیں ہو سکتا جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ اس کے قائل نہیں بلکہ فقہ اکبر میں اس موقف سے برات کا اعلان کرتے ہوئے صراحت کی کہ "ہم ایسا ایسا نہیں کہتے جیسا مرجیہ کہتے ہیں"۔ پس اس سے مراد آپ کے کچھ اصحاب ہیں، جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں: "بنو فلان قتلوا" فلاں قبیلے نے قتل کیا۔

اعتراض: فرماتے اپنے سردار اور اپنے مذہب کے مقتدی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

جواب: تمہاری کیا رائے ہے؟ کہ تمام گمراہ فرماتے اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کی طرف اور رافضی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اعتراض: اہل لسان کے استعمال کے مطابق لفظ "صاحب" کا اطلاق اپنے صاحب کے پاس موجود پر شائع ہے جب کہ منتسب تو منتسب الیہ کے طریقہ سے گمراہ ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کے پاس موجود نہیں ہوتا۔ رہا صاحب تو اس کا اپنے صاحب کے طریقہ سے گمراہ ہونا بعید ہے۔

جواب: صاحب کا اطلاق منتسب پر بھی شائع ہے۔ معترض کا مذکورہ ابعاد تو صحبت سے بعید ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ انہو کرام کے کثیر اصحاب جو ان کے ہم مجلس تھے (اللہ کی پناہ) وہ مرتد ہو گئے۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ امام اعظم ان میں کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس قول میں نظر ہے کیونکہ یہ بات پیچھے گزر چکی ہے کہ مرجیہ کا کسی بھی بات میں اتفاق نہیں ہے۔ لہذا قول مذکور میں امام کی مرجیہ کی مخالفت سے اس بات پر استدلال کیسے کیا جاسکتا ہے کہ وہ مرجیہ نہیں تھے؟ نیز غیبت میں ہے "انہیں مرجیہ اس لیے کہتے ہیں کہ ان کا گمان ہے کہ مکلفین میں سے جو بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے وہ کبھی بھی آگ میں داخل نہ ہوگا، ایمان بغیر عمل کے فقط قول کا نام ہے اور لوگوں کی ایمان میں برتری نہیں فرشتے، انبیاء اور عام مومنین برابر ہیں، ایمان ایک ہے نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے اور اس میں استثنائیں ہو سکتی ہیں جس نے زبان سے اقرار کیا اور عمل نہ کیا وہ بھی مومن ہے" غیبت کا کلام پورا ہوا۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ بھی عدم استثناء اور ایمان کی مساوات کے قائل ہیں۔

جواب: امام اعظم ابو حنیفہ اس بات کے ہرگز قائل نہیں کہ ایمان فقط اقرار کا نام ہے بلکہ اقرار مع تصدیق کے قائل ہیں جیسا کہ فقہ اکبر میں مذکور ہے۔ نجات دینے والے کامل ایمان سے مرجیہ کی مراد فقط بغیر عمل کے اقرار ہے اور ایمان کامل میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ فقط ایمان میں استثناء کو منع کرنے سے ان کا مرجیہ ہونا لازم نہیں آتا کیوں کہ اکثر اوقات بدعتی، اہل سنت کی موافقت کرتے ہیں۔ کیا آپ نے نہ دیکھا کہ کچھ مرجیہ ایمان میں استثناء کرتے ہیں لہذا اگر مرجیہ کی بعض اقوال میں موافقت ار جاء ہو تو آپ جس کی کھوج لگائیں گے وہ مرجیہ سے ملے گا۔

دوسرا جواب: امام اعظم ابو حنیفہ ہر اس بات کے قائل نہیں جو حنفیہ کی طرف منسوب ہو کیوں کہ مرجیہ کی اپنے قول

مانعین مناظرہ کے دلائل

کلی دلیل: اللہ عزوجل کا فرمان ہے: "مَا خُذُوا لَكَ إِلَّا جَدَلًا" (الغرف: 58) (ترجمہ: "انہوں نے تم سے یہ نہ کی مگر ناحق جھگڑے کو": "وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا" (الکہف: 54) (ترجمہ: "اور آدمی ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے" اللہ عزوجل نے انہیں مجادلہ پر ملامت کی۔

دوسری دلیل: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ عزوجل کو لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسند سخت جھگڑالو شخص ہے" اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا۔^۱

تیسری دلیل: نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ "کوئی قوم ہدایت پر ہونے کے بعد گمراہ نہیں ہوئی مگر یہ کہ وہ جھگڑنے لگے تو وہ گمراہ ہو گئے"۔ اس کو ابو امامہ باہلی نے روایت کیا۔^۲

چوتھی دلیل: نبی کریم ﷺ کی حدیث پاک ہے کہ "تو جھگڑے کو چھوڑ دے اگرچہ تو حق پر ہو"۔^۳
اور دوسری روایت میں ہے کہ "تم میں سے کوئی بھی ایمان کی حقیقت کو نہیں پاسکتا جب تک وہ حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا نہ چھوڑ دے"۔^۴

پانچویں دلیل: یہ ہے کہ مناظرہ عموماً دشمنی کی طرف لے جاتا ہے اور مسلمانوں کے مابین دشمنی حرام ہے۔

مانعین کے دلائل کا جواب

ان تمام دلائل کا جواب یہ ہے کہ یہ سب اس مناظرے کے بارے میں ہیں جو ائمہ اربعہ کے لیے نہ ہو بلکہ وہ مکابر و

مناد ہو۔

مجوزین مناظرہ کے دلائل

ہمارے مطلوب پر ہمارے چند دلائل ہیں:

کلی دلیل: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرود کے ساتھ مناظرہ کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "أَلَمْ تَرَ إِلَى الْإِنِّی" "کیا آپ نے نہ دیکھا اس کی طرف" یہ فرود مطرود مردود کے اللہ کے بارے میں مجادلہ کرنے پر تعجب کا اظہار ہے "خَالِجًا مِنْهُمْ فِي رِبِّهِ" "جو ابراہیم سے جھگڑا اس کے رب کے بارے میں" (البقرہ: 258) اللہ عزوجل کا فرمان: "أَنْ تَشْعُرَ أَنَّكَ" "تجھ سے متعلق ہے اور اس کی دو چیزیں ہیں، پہلی یہ کہ اس نے جھگڑا کیا کیوں کہ اس میں بادشاہت کی وجہ سے

^۱ مختصر مجمع مسلم للطحاوی، کتاب القضاء و الخصام، ص 220، ص 280

^۲ سنن ابن ماجہ، اختصار الکتاب فی الايمان، باب اجتناب المبدع والجدل، 017، ص 19، مختصراً: مناقش فیما یجوز و یمنع من احوال و احوال

^۳ بیان الساریین، باب المناظرۃ فی العلم، ص 11

^۴ بیان الساریین، باب المناظرۃ فی العلم، ص 11

تکبر اور سرکشی پیدا ہو گئی تھی یا یہ اہل عرب کے قول: "عادان فلان لا لعنت الیہ" کے قیل سے ہے مطلب یہ کہ جو جواب اسے دینا چاہیے تھا اس نے اس کا الٹ کیا۔ دوسری وجہ یہ کہ جب اللہ نے اسے بادشاہت دی اس وقت اس نے جھگڑا کیا۔ اسے "أَفَقَالَ إِبْرَاهِيمُ إِنَّ الَّذِي يَنْفَعُ بَنِي إِدْرِيسَ" جب کہ ابراہیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے کہ جلاتا اور مارتا ہے۔ "قَالَ أَنَا أَنفَعُ أَصْنَتْ" "تو ضرور مسرود نے کہا میں جلاتا اور مارتا ہوں" یعنی میں قتل معاف بھی کرتا ہوں اور قتل کرتا بھی ہوں۔ اگر تم کہو کہ اس کا یہ جواب کھل نکلتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو اشیاء ہم سے وجود میں مارتا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کیوں کہا: "قَالَ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ مِنَ الشَّيْءِ فَذَلِكُمْ يُعْطَىٰ مِنَ الشَّيْءِ" (ترجمہ: "اللہ سورج کو لاتا ہے چاروں طرف (مشرق) سے تو اس کو چہنم (مغرب) سے لے آ" اور اس کے جواب میں بحث کیوں نہ کی؟ میں کہوں گا اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے جب اس کی جواب میں حماقت عاقلہ کر لی تو آپ کی رائے یہ تھی کہ اس کے ساتھ اس جواب میں مناظرہ مفید نہیں لہذا آپ اس کو عاجز کرنے والے جواب کی طرف تھل ہو گئے۔ "سَأَلْتُهُ بِالنَّبِيِّ كَلَّمَ" (ابن جریر: 285) "تو ہوش اڑ گئے کافر کے"۔

دوسری دلیل: اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے: "وَجَاءُوا نَحْمَ بِالْبَقِ مِّنْ لَّنَسْتِ" (احمل: 125) (ترجمہ: "اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو" یعنی اسلام کے طریقہ سے اور جو ان کو زیادہ ذہن نشین کرنے والا ہو۔

تیسری دلیل: اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے: "فَلَا تَتَّبِعُوا فِيهِمْ إِلَّا حِرْمَٰتَ مَا حَرَّمَ" (المائدہ: 22) (ترجمہ: "تو ان کے بارے میں بحث نہ کرو مگر اتنی بحث جتنی ظاہر ہو چکی" یعنی اصحاب کفر کے بارے میں واضح دلیل سے محالہ کرو۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

چوتھی دلیل: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تقدیر کے ایک مسئلہ میں بحث کی اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ نے ان کے مابین فیصلہ کیا اور کسی پر انکار نہ کیا۔

احقر اس: اگر آپ کہیں کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مروی نہیں؟ کہ آپ نے اپنے کچھ صحابہ کو تقدیر میں بحث کرتے سنا تو انہیں اس سے منع کر دیا۔

جواب: میں کہوں گا آپ نے مطلقاً بحث و مباحثہ سے منع نہ کیا بلکہ اس مسئلہ میں بحث و مباحثہ سے منع کیا؛ کیوں کہ یہ انتہائی عجیب و غریب ہے جیسا کہ عن قرب ان شاء اللہ آئے گا۔ کیا آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو نہ جانا کہ صحابہ نے عزم کے حق میں ظفار کے گوشت کے بارے میں بحث کی حتیٰ کہ آوازیں بلند ہو گئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے آپ بیدار ہوئے اور ان کو حکم شرعی بیان کر دیا۔ "سمو" یہ ممنوع ہوتا تو آپ ضرور انہیں منع کرتے۔

۱۔ تفسیر کشاف، ج ۱، آیت 258، 012، ص 304

۲۔ طریق مسابیح، ص 308

۳۔ بیان الحدیث، باب المناظرۃ فی العلم، ص ۶۹

پانچویں دلیل: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم تقدیر کے منکرین سے طو تو سوال میں ابتدا کرو۔^۱

پچھٹی دلیل: ابن زبیری نے رسول اللہ ﷺ کو جو کہا۔ اس کا قصہ کچھ یوں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَصَبُ جَهَنَّمَ" (الاعیاء: 98) (ترجمہ: "بے شک تم اور جو کچھ اللہ کے سوا تم پوجتے ہو سب جہنم کے ایذا من ہو") تو زبیری نے رسول ﷺ سے کہا فرشتوں اور مسیح علیہ السلام کی بھی عبادت کی گئی تو کیا آپ کی رائے میں ان کو بھی عذاب دیا جائے گا؟ تو آپ نے جواباً کہا: "یہ شخص اپنی قوم کی زبان سے کتنا جاہل ہے! کیا تو نہیں جانتا کہ" مَا يَعْبدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ "سے مراد غیر عاقل ہیں۔" اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی شخص نے کہا میں اپنی حرکات و سکنات اور اپنی زوجہ کو طلاق دینے کا مالک ہوں تو آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ یا اس کے بغیر؟ بول صورت میں تو ملکیت میں اللہ کا شریک ثابت کر رہا ہے اور ثانی میں اس کی بادشاہت و ملکیت کے سوا کسی کا اختیار نہیں۔^۲



^۱ لم اجد هذه الرواية بالنقلها ولكن وجدت في "الكامل في معاني الرجال" ما شتم بن الزبير الكوفي، ج 7، ص 420 حيث قال: مرفوعاً ولفظها "تم

تهلك الامم قط الا كان يدهم ملاقها الكلام في القدر فان تلوتم من اولئك بعد فلا تدعهم يستلحقكم وكونوا احم السائلين"۔

^۲ لمعاند الخ، کتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، ج 1، ص 502

^۳ تاريخ النعمان، سورة العنكبوت، ص 6، ج 478

قسم اول کا دوسرا باب

یہ باب صحابہ کے قرآن و سنت میں وارد فضائل کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس میں کچھ تفصیلات ہیں۔

پہلی فصل: قرآن و سنت میں فضائل صحابہ

قرآن و سنت سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل

پہلی فصل: خط ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں وارد ہونے والی آیات اور احادیث کے بارے میں ہے۔
فضائل ابوبکر رضی اللہ عنہ میں آیات قرآنی

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں وارد آیات قرآنیہ درج ذیل ہیں:

01: فرمان باری تعالیٰ ہے: "قَامَا مَنِ امْكُنْ وَ اَنْكَلْ " وَ صَدَقَ بِالْحَقِّ " كَسْبَتُهُ الْبَيْتُ الْمَقْدِسِي " (اہل: 7، 6، 5)

(ترجمہ:) "تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھی کوچ مانا تو بہت جلد ہم اسے آسانی سے سہا کر دیں گے۔" ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اسے بن خلف سے خرید کر آزاد کیا جو انہیں تکالیف دیتا اور اسلام سے مرتد ہونے کا کہتا تھا تو یہ آیات ان کی شان میں نازل ہوئی۔

02: اللہ عزوجل کا فرمان ہے: "وَسَيَجْعَلُهَا الْاَمْنُ" "الْبَيْتُ الْمَقْدِسُ حَقْلُهُ يَتَنَزَّلُ" وَ مَا لَا يَحْبِبُ جُنْدًا مِنْ بَيْتِهِ شَهْرًا " (اہل: 20، 19، 18، 17)
بڑا پرہیزگار، جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستمرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، صرف اپنے رب کی رضا چاہتا جو سب سے بلند ہے۔ اس آیت کا بیان ان شاء اللہ عن قرب آئے گا۔

03: فرمان باری ہے: "وَلَيَنْتَفِخَنَّ عَنْكَ مَقَامُ رَجُلٍ جَلِيلٍ" (سورۃ النہل: 46) (ترجمہ:) "اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جہتیں ہیں۔" امام حاکم نے روایت کیا کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

04: ارشاد باری ہے: "وَالْبَيْتُ الْمَقْدِسُ وَ صَدَقَ بِمَا اُولِيَتْهُمُ الشُّعْرُ" (الزمر: 33) (ترجمہ:) "اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈروالے ہیں۔" ابن عساکر نے حضرت علی کریم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ یہ آیت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔

اب: تفسیر ابن علی حاکم، 10 ج، 3440، تحت قول "ان سبکم"

اب: تفسیر ابن علی، 19 ج، 142

05: اللہ عزوجل نے فرمایا: "وَضَعْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ احْسَبْنَاهُ أُمَّهُ كَرْهًا وَوَضَعْنَاهُ كَرْهًا" (ترجمہ: "اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جہی اس کو تکلیف سے" کَرْهًا سے مراد مشقت ہے۔ "حَقُّ اِذَا بَدَلْتُمْ اَشْدَّ وَ بَدَلْتُمْ اَرْبَعِينَ سَنَةً فَقَالَ رَبُّ اَوْرَعْنِي" (ترجمہ: "یہاں تک کہ جب آپے زور کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا عرض کی اے میرے رب میرے دل میں ڈال کہ"۔ اور اَوْرَعْنِي اور اَلْهِنِ کے معنی میں ہے۔ "اَنْ اَشْكُرَ بِنِعْمَتِكَ اَلَيْقُ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ" (ترجمہ: "میں تیری نعمت کا شکر کروں" اسلام کی صورت میں "وَعَلَى الْاَبْدَانِ" اور میرے ماں باپ پر کی "یعنی زندگی کی نعمت یا دین اسلام کی؛ کیونکہ مہاجرین میں سے سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کسی کے والد مسلمان نہ ہوئے۔ یہ بالکل صحیح دلیل ہے کہ یہ انہیں کی شان میں اتری۔ "وَ اَنْ اَقْبَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَ اَصْبَحْتَ بِي ذُرِّيَّةً" (ترجمہ: "اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میرے لیے میری اولاد میں صلاح (نیکی) رکھ" یعنی جو اولاد عبادت ہے۔ "اِنَّ ثَمَّتْ لَنُفْسٌ وَاِنَّ مِنْ السَّالِفِينَ" (الاحقاف: 15) (ترجمہ: "میں تیری طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں" یعنی مجھے مسلمانوں میں ملا دے۔

"اُولَئِكَ اَلَّذِينَ تَتَّقُونَ فَعَلِمْتُمْ اَحْسَنَ مَا حَسِبُوْا وَ تَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ اِنَّ اَصْحَابَ النَّفْلِ * وَ هَذِهِ الصَّدَقَاتُ الَّتِي كَانُوا يُؤْخَذُونَ" (الاحقاف: 15، 16) (ترجمہ: "یہ ہیں وہ جن کی سیکیاں ہم قبول فرما میں گئے اور ان کی تقصیروں سے درگزر فرما میں گئے جنت والوں میں عجاوید و جرائیں دیا جاتا تھا۔" ابن عباس نے روایت کیا کہ یہ مکمل آیت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی اور ہم نے جو ذکر کیا وہ اسی کی تائید کرتا ہے۔

06: فرمایا باری ہے: "وَلَا يَأْتِلُ" الخ۔ (ترجمہ: "اور قسم نہ کھائیں" اس کا شان نزول یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ کو دیکھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی طہارت پر قرآن کے نزول کو دیکھا تو قسم کھائی کہ وہ مسطح رضی اللہ عنہ و تہوور اللہ عنہ پر خرچ نہ کریں گے کہ آپ ان سے رشتہ داری اور ان کی حالت فقر کی وجہ سے اس پر اپنا مال خرچ کیا کرتے تھے۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ (قسم نہ کھائیں) یہ نیکی ہے اور لَا يَأْتِلُ لَا يَقْسِمُ کے معنی میں ہے۔ "اُولُوا الْغَضَبِ مِنْكُمْ" جو تم میں فضیلت والے "یعنی تم میں جو دین میں فضیلت والے ہیں۔" وَ الشَّعْبَةُ" اور غنچائش والے ہیں "یعنی مال میں" اَنْ يُّؤْتِيَ "نہ دیں گے" یعنی "اَوْ اَنْ يُّعْزِلَ وَ نَسْجِدُونَ وَ اَنْ يُّهْجَرُونَ بِي سَبِيلِ اللّٰهِ" (ترجمہ: "رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو"۔ "وَيُغْفَرُوْا وَيَصْفَحُوْا" اور چاہیے کہ محاف کریں اور درگزر کریں "وَيَصْفَحُوْا" یہاں "یتجاوڑوا" کے معنی میں ہے "اَلَا تَجْعَلُوْنَ اَنْ يُّغْفَرَ اللّٰهُ لَكُمْ * وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" (ترجمہ: "کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (النور: 22) اس آیت سے بعض علما نے آپ

کی فضیلت پر استدلال کیا ہے۔

07: فرمان باری تعالیٰ ہے: "إِلَّا تَشْكُرُوا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا" (ترجمہ: "اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو جگہ اللہ نے ان کی مدد فرمائی" ابن مساکر نے روایت کیا کہ اللہ عزوجل نے اس فرمان سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام مسلمانوں کو عتاب فرمایا۔^۱

فضائل ابو بکر رضی اللہ عنہ احادیث کی روشنی میں

01: ان احادیث میں سے وہ ہے جس کو شیخین نے روایت کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی پارگاہ میں عرض کی گئی کہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا، سائل نے عرض کی مردوں میں؟ فرمایا: ان کے والد۔^۲

02: عبد اللہ بن حمید اور ابو نعیم و غیرہ نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ابو بکر سے افضل کسی شخص پر نہ سورج طلوع ہوا اور نہ ہی غروب ہوا مگر یہ کہ وہ نبی ہو اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ انبیا اور مرسلین کے بعد ابو بکر سے افضل کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا۔"^۳

03: طبرانی نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روح القدس حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ آپ کے بعد آپ کی امت میں سب سے افضل ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔^۴

04: طبرانی نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابو بکر تمام لوگوں میں سب سے افضل ہیں مگر یہ کہ کوئی نبی ہو۔^۵

05: دیلمی نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں اس سے ہوں اور ابو بکر دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہیں۔^۶

06: وہ حدیث جس کو ابو داؤد اور حاکم نے روایت کیا جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: کہ اے ابو بکر اتم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے ہو۔^۷

۱۔ تاریخ دمشق ۱۵ ص ۳۸۲، ح ۹۳، ۳۰۵

۲۔ صحیح بخاری کتاب اصحاب ائمی، باب فضائل اصحاب ائمی، ج ۵، ص ۵

۳۔ حلیۃ الاولیاء، فن طہۃ الاولیاء، ص ۱۰۳، ج ۳، ص ۳۲۵

۴۔ المعجم الاوسط، باب الحکم، ص ۱۰۶، ج ۲، ص ۲۹۲

۵۔ المعجم الاوسط، باب الحکم، ص ۱۰۶، ج ۲، ص ۲۹۲

۶۔ الخردوس، الآثار الخطاب، باب الاھل، ص ۱۵، ج ۱، ص ۴۳۷

۷۔ سنن ابی داؤد، کتاب الفتن، باب فی الکھلفاء، ج ۴، ص ۲۱۳

07: ترمذی نے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم پر کسی کا احسان نہیں مگر ہم نے اس کا بدلہ دے دیا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ ان کا جو احسان ہے اس کا بدلہ انہیں اللہ عزوجل بروز قیامت دے گا۔^۱ یہ حدیث اور اللہ عزوجل کے ان دو قرائن "وَسَيُجْزِيهِمُ الْاَكْثَرُ" (اہل: 17) (ترجمہ: "اور بہت جلد اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار") اور "اَكْثَرُ مَنَكُمُ حَيْثُ اَللّٰهُ اَتَشْكُمُ" (بجرات: 13) (ترجمہ: "بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے") کے ساتھ آپ کی تمام صحابہ پر انصافیت کی واضح دلیل ہے جیسا کہ ان شاء اللہ آئے گا۔

08: طبرانی نے روایت کیا کہ اللہ عزوجل نے مجھے ظلیل بنایا اور میرا ظلیل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔^۲ یہ حدیث اس روایت کہ "اگر میں کسی کو ظلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا"۔^۳ کے معارض نہیں ہے کیونکہ اس میں غلط کالم مراد ہے اور آپ کے فرمان "میرا ظلیل ابوبکر ہے" میں غلط کی ایک نوع ہے نہ کہ کامل غلط کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غلط ہے۔

09: مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میری امت میں، میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔"^۴

10: ابن ابی حاتم نے روایت کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "وَلَوْ اَنَّآ كُتِبْنَا عَلَيْهِمْ اَنْ يَّقْتُلُوا النَّفْسَ" (النساء: 68) (ترجمہ: "اور اگر ہم ان پر فرض کرتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو") تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ مجھے حکم دیتے تو میں اپنے آپ کو قتل کر لیتا" تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔^۵

11: ابن عساکر نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ابوبکر رضی اللہ عنہ کی محبت اور ان کا شکر ادا کرنا میری امت پر واجب ہے۔"^۶ نیز انہوں نے ہی روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سب سے حساب لیا جائے گا۔"^۷ یہی ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "بھائی کی تمہیں سوساٹھ اقسام ہیں اور اے ابوبکر تمہیں مہارک ہوتی ہیں وہ سب ہیں۔"^۸

۱۔ سنن ترمذی شاکر، ابواب المناقب، ج 05، ص 609

۲۔ المعجم الکبیر، باب الصداق، ج 08، ص 201

۳۔ سنن ترمذی شاکر، ابواب المناقب، ج 05، ص 609

۴۔ سنن ابن ماجہ، المصباح، کتاب فی الامان وفضائل اصحابہ واطعم، فضائل ریدی بن مجتہد، ج 01، ص 55

۵۔ تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ نساء، ج 03، ص 995

۶۔ فضائل الصداق، الراشدین، دلی ضمیمہ، ذکر فضیلت اخیری للعصہ، ج 89

۷۔ تاریخ دمشق، حرف البی، ج 30، ص 152

۸۔ تاریخ دمشق، حرف البی، ج 30، ص 104

12 ابن عساکر سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں نے اسلام کے حوالے سے کسی سے کچھ کلام نہ کیا مگر اس نے میرا انکار کیا اور گفتگو میں میری جانچ کی اسوائے ابو قحزفہ کے بیٹے کے، کہ میں نے ان سے جو بات کہی انہوں نے اسے قبول کیا اور اس پر قائم رہے۔" ۱۔

حافظ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ "ابو بکر رضی اللہ عنہ کی محبت میری امت پر واجب ہے۔" ۲۔

صدقہ کی کہنے کی وجہ

اور اس کا نام صدیق اسی وجہ سے رکھا گیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی دعوت اور معراج کے معاملہ میں بغیر کسی تردد و انکار کے تصدیق کی۔ اس مضمون پر دلالت کرنے والی حدیث ابھی گزری بھی ہے یعنی "صاکیہ اللم"۔ کہا گیا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دعوت اسلام سے پہلے ہی آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل کو جانتے تھے۔

سب سے پہلا مسلمان کون؟

بعض (میموں بن مہران) سے سوال کیا گیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟ تو انہوں نے جواباً کہا اللہ کی قسم ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمارے نبی کریم ﷺ پر پھر راہب کے واقعہ کے وقت ہی ایمان لے آئے تھے اور یہ واقعہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت سے پہلے کا ہے۔ ۳۔

ترمذی اور ابن حبان نے روایت کیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا میں لوگوں میں سب سے زیادہ خلافت کا حق دار نہیں؟" کیا میں سب سے پہلے ایمان نہیں لایا؟ ۴۔

طبرانی نے روایت کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ سب سے پہلے اسلام کون لایا؟ تو فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ ۵۔ اکثر صحابہ اور تابعین کا یہی موقف ہے حتیٰ کہ بعض نے اجماع کا دعویٰ کیا۔ البتہ تمام روایات کو بعض نے یوں جمع کیا کہ سب سے پہلے مردوں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور عیالوں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسلام میں پہلے داخل ہوئے۔ ۶۔

۱۔ تاریخ دمشق ج ۱ ص ۳۰، ص ۴۴

۲۔ فضائل الخلفاء الراشدين، دار الفکر، بیروت ص ۸۹

۳۔ تاریخ الخلفاء، دار الفکر، بیروت ص ۱۰۹، ص ۱۰۹، ص ۱۰۹

۴۔ تاریخ الخلفاء، دار الفکر، بیروت ص ۱۰۹، ص ۱۰۹، ص ۱۰۹

۵۔ تاریخ الخلفاء، دار الفکر، بیروت ص ۱۰۹، ص ۱۰۹، ص ۱۰۹

۶۔ تاریخ الخلفاء، دار الفکر، بیروت ص ۱۰۹، ص ۱۰۹، ص ۱۰۹

عقیق کہنے کی وجہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو عقیق کہا گیا اور اس بارے میں کثیر احادیث ہیں۔

ان میں سے کچھ یہ ہیں:

- 01: ترمذی نے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم سب سے آزاد ہو“۔^۱
- 02: حاکم نے روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جیسے آگ سے آزاد شخص کو دیکھ کر خوشی ہو تو وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھے“۔^۲
- 03: روایت کیا گیا کہ جب آپ اسلام لائے تو ہاتھ بھی سے آزاد آئی ”اے صدیق اہم نے تمہیں آگ سے آزاد کر دیا“۔^۳
- 04: کہا گیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام اترے اور بتایا کہ ”اللہ عزوجل نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آگ سے آزاد کر دیا“۔^۴

آپ رضی اللہ عنہ کا اصل نام عبد اللہ، لقب عقیق اللہ اور کنیت ابو بکر ہے۔

دوسری فصل: قرآن و سنت سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل

موافقات عمر رضی اللہ عنہ

- قرآن کریم کی بہت سی آیات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق آتیں۔ ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:
- 01: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے حبیب اور علیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اگر ہم مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنالیں تو یہ بہت بہتر ہوگا تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ”وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى“ (البقرہ: 125) (ترجمہ: ”اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بنانا“۔)
 - 02: آپ رضی اللہ عنہ کی رائے عورتوں کے پردہ کرنے کی تھی تو اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔
 - 03: امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں غیرت و حمیت کرتے ہوئے جمع ہوئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اگر آپ انہیں طلاق دے دیں تو اللہ عزوجل آپ کو ان سے بہتر بدن دے گا تب یہ آیت نازل ہوئی: ”مَنْ رِئُتُهُ إِنْ طَلَّقَكُنْ أَنْ تُبَدِّلَ الْأَوَّامِلَ فَتُؤْتَا مَسْكِنٌ“ (الحجرات: 05) (ترجمہ: ”اے اللہ! اگر وہ شخص دیکھا جائے کہ اگر آپ نے اس کا رعب ہے اگر وہ“۔)

۱۔ سنن ترمذی، باب مناقب ابی بکر الصدیق، 052 ص 618

۲۔ مستدرک للحکم، باب من فضائل علیہ السلام ابی بکر بن ابی قحافہ، 032 ص 64

۳۔ حاشیہ بیہار کے ۱۱۱۲۰ پر یہ روایت مندرج ہے۔

۴۔ حاشیہ بیہار کے ۱۱۱۲۰ پر یہ روایت مندرج ہے۔

تھیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیبیاں بدل آئے۔^۱

04: عبد اللہ بن ابی منافق جب مراجب انہوں نے آپ ﷺ کو جنازے کے لیے بلایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ اللہ کے دشمن کی نماز جنازہ ادا کریں گے؟ تب یہ آیت اتری: "وَلَا تَصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ" (البقرہ: 84) ترجمہ: "اور ان میں سے کسی کی میت پر بھی نماز نہ پڑھنا۔"

05: جب آپ ﷺ نے منافقین کے لیے استغفار کی کثرت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ان کے لیے استغفار کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔ تب یہ آیت اتری: "سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ" (المستفون: 06) (ترجمہ: "ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو۔")^۲

06: جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ وہ اس سے پاک ہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے ان کا نکاح آپ سے کیا اگر وہ اس طرح کی بات سے موصوف ہوتیں تو اللہ بھی ان کو آپ کے نکاح میں نہ آنے دیتا، تب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں اللہ عزوجل نے قرآن اتارا۔^۳

07: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی نے کہا جبریل ہمارا دشمن ہے تو آپ نے فرمایا: جو اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کے رسولوں کا اور جبریل و میکائیل کا دشمن ہو تو اللہ کا فردوں کا دشمن ہے تو قرآن اسی طرح نازل ہوا۔^۴

08: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کرنے کے حکم کی فرمائش کی کیونکہ ایک در آپ سے رہے تھے تو ایک غلام بغیر اجازت اندر داخل ہو گیا، تب آپ کی فرمائش کے مطابق آیت استہد ان اتری۔^۵

09: اسی طرح شراب کی حرمت پر آیت: آپ کی فرمائش کے مطابق اتری۔^۶

فضائل عمر رضی اللہ عنہ احادیث کی روشنی میں

01: ابن عساکر نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میر جنتیوں کا چراغ ہیں۔"^۷ کہا گیا کہ یہ حدیث

۱۔ صحیح بخاری، باب ما ہذا فی القبلۃ، من لم یصلی اللہ، ۱۷، ۸۹، منہ ۲، باب منہ عمر بن الخطاب، ۱۷، ۳۱۷

۲۔ سنن الترمذی، باب من سورۃ البقرہ، ۵۵۲، ۱۳۰

۳۔ سورۃ الناری، کتاب الصلاۃ، باب ما ہذا فی القبلۃ، ۴، ۱۴۴

۴۔ فتح الباری، قول باب من کان عدوا لجزیر، ۸۸، ۱۶۶

۵۔ ارشاد الباری، کتاب تفسیر القرآن، سورۃ الاحزاب، ۷۷، ۳۰۱

۶۔ سنن ابی داؤد، کتاب الاشراف، باب فی تعزیم الخمر، ۳۷، ۳۲۵

۷۔ سنن الترمذی، باب من سورۃ البقرہ، ۵۵۲، ۱۳۰

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔^۱

02: ابن عساکر نے ہی روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "شیطان عمر سے ڈرتا ہے۔"^۲

03: طبرانی نے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ عزوجل عرفہ کی رات عموماً اہل عرفہ پر اور خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر مہابت فرماتا ہے۔"^۳

04: طبرانی نے ہی روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "حق میرے بعد عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے اور چاہے کہیں ہوں۔"^۴ یہ حدیث ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت والے دن ان کی کامیابی میں بہت کوشش کی اور ان کے خلیعہ برحق ہونے پر خوب بحث کی۔

05: طبرانی نے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھ سے جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اسلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر روئے گا۔"^۵

06: انہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے عمر سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا کیونکہ اللہ عزوجل نے کسی نبی کو مبعوث نہ فرمایا مگر ان کی امت میں ایک محدث ہوتا تھا اور اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ محدث کون ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جس کی زبان سے فرشتے نکلتے کریں۔"^۶

07: طبرانی نے ہی روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "عمر میرے ساتھ ہے اور میں عمر کے ساتھ ہوں، عمر جہاں کہیں بھی ہو۔"^۷

08: ابن سعد نے ایوب بن موسیٰ سے مرسل روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر جاری فرمادیا ہے اور وہ فاروق ہیں کہ اللہ عزوجل نے ان کے ذریعے حق و باطل میں تفریق کر دی۔"^۸

۱۔ تاریخ دمشق، ج ۱، ص ۴۴۲، ص ۱۶۶

۲۔ معصف ابن ابی شیبہ، کتاب الطبائک، ص ۳۵۶، ص ۳۵۶

۳۔ مکتب الاوسط، باب الحکم من اسرار محمد، ص ۱۸

۴۔ مکتب الاوسط، باب الخلاف من اسرار الحکم، ص ۱۰۴

۵۔ الحکم الکبیر، بشرۃ منہ، عمر بن الخطاب، ص ۶۷، ص ۶۷

۶۔ مکتب الاوسط، باب الحکم من اسرار محمد، ص ۱۸

۷۔ مکتب الاوسط، باب الخلاف من اسرار الحکم، ص ۱۰۴

۸۔ تاریخ المدینۃ، ص ۶۶۲، ص ۶۶۲

- 09 بخاری نے روایت کیا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "میرے بعد سچائی عمر کے ساتھ ہوگی وہ جہاں کہیں بھی ہو"۔
- 10 ابن عدی نے روایت کی کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے انسانوں اور جنات کے شیطانوں کو دیکھا کہ وہ عمر سے بھاگتے ہیں"۔

11 ابن ماجہ سے روایت کی کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "مرد وہ پہلے شخص ہیں جس سے حق مصافحہ کرے گا اور انہیں سب سے پہلے سلام کرے گا (یہ انعام کی زیادتی اور ان پر لطف سے کنایہ ہے) اور سب سے پہلے ان کا ہاتھ تمام کر جنت میں داخل کرے گا"۔ اس حدیث میں اولیت سے مراد اولیت اضافی ہے مطلب یہ ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے معارض نہیں جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں گزری کہ وہ آپ علیہ السلام کی امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

12 شیخین نے روایت کیا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے سوتے ہوئے لوگوں کو دیکھا جن کو مجھ پر وحش کیا گیا اس طرح کہ ان پر قیامیں تھیں۔ تو کچھ کی قیامیں سے تک اور کچھ کی اس سے نیچے تک تھیں جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مجھ پر وحش کیا گیا تو اپنی قیامیں محسوس رہے تھے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اس کی کیا تعبیر کی؟ فرمایا: "دین"۔

فاروق کہنے کی وجہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق کا لقب اس لیے دیا گیا کہ آپ کے مسلمان ہونے سے پہلے اسلام ضعیف تھا سو جب آپ نے اسلام لانے کا ارادہ کیا تو سنا کہ رسول اللہ ﷺ ارقم بن ابی ارقم کے گھر میں پوشیدہ طور پر موجود ہیں تو وہ ان کے گھر گئے اور مسلمان ہو گئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم حق پر نہیں؟ ہم کیوں اپنے دین کو چھپاتے ہیں؟ پس آپ نے مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا، ایک میں وہ خود اور دوسرے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور یوں یہ سب مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ جب انہیں قریش نے دیکھا تو ان پر غم غالب آ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام فاروق رکھا یوں اسلام کی قوت ظاہر ہوئی اور اسی دن یہ آیت اتری "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ خُذْ مَا مَلَكَتْ يَدُكَ مِنَ التَّوْبَةِ" (الاحزاب: 64) (ترجمہ: "اے نبی! اسے قیام کی خبریں دینے والے (نبی) اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے چہرے پر

1۔ التبیان شرح الجامع الصغیر ج 2، صفحہ 202، ص 104

2۔ سنن الترمذی (شاکر)، باب المناقب، ج 2، صفحہ 621

3۔ سنن ابن ماجہ، باب فضائل اصحاب رسول اللہ، فصل عمر، ج 1، صفحہ 77

4۔ صحیح بخاری، کتاب الايمان، باب فاضل اهل الايمان في الاصل، ج 1، صفحہ 13، صحیح مسلم، کتاب فضائل اصحابہ، باب من فضائل عمر، ج 2، صفحہ 04

ہوئے۔“ اس سے پہلے مسلمانوں کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ مسجد حرام میں نماز ادا کر سکیں یہی جب آپ اسلام لائے تو اعلانیہ دعوت شروع ہو گئی۔

کہا گیا کہ جب تک آپ حیات رہے اسلام کی قوت بڑھتی رہی اور جب آپ کی وفات ہو گئی تو اسلام کی قوت گھٹنا شروع ہوئی۔ آپ عظیم شان و شوکت کے مالک تھے؛ کیونکہ سوائے آپ رضی اللہ عنہ کے کسی نے مدینہ کی طرف اعلانیہ ہجرت نہ کی کہ آپ اپنی کمان اور کچھ تیرے کر مسجد حرام میں آئے اور بیت اللہ کے سات چکر لگا کر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں ادا کیں اور قریش کے سرداروں کو کہا ”جو اپنی اولاد کو حقیقہ، اپنے گھر والوں کو بغیر اولاد کے اور زوجہ کو بیوہ چھوڑنا چاہے تو وہ مجھ سے مل لے“ تو کوئی بھی آپ کے پیچھے نہ گیا۔^۱

تیسری فصل: شیخین کے فضائل

یہ فصل شیخین کے مشترکہ فضائل کے بیان میں ہے۔ اس بارے میں احادیث درج ذیل ہیں:

01: حاکم نے روایت کی کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما تمام اولین و آخرین اور تمام اہل سادہ میں سے افضل ہیں سوائے انبیاء و مرسلین کے۔“^۲

02: امام بخاری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی فرمایا: ”ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کیا ہی خوب شخصیت ہیں۔“^۳

03: ترمذی نے روایت کی کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”ہر نبی کے اہل آسمان سے اور اہل زمین سے دو دو وزیر ہوتے ہیں۔ پس میرے اہل آسمان سے دو وزیر جبریل اور میکائیل علیہما السلام ہیں اور زمین والوں میں سے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔“^۴

04: ابونعیم اور خطیب نے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا مجھ سے وہی مرتبہ ہے جو آگہ اور کان کا سر سے ہے۔“^۵

05: ابن عساکر نے روایت کی کہ آپ فرمایا: ”ہر نبی کے دو وزیر ہوتے ہیں اور میرے دو وزیر اور دو صاحب ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔“^۶

۱۔ اسد الغابۃ (المفکر) باب العین والیمین، عمر بن خطاب، 03Z، ص 650

۲۔ تاریخ دمشق، ج ۱، باب العین، عمر بن خطاب بن نفیل، 44Z، ص 195

۳۔ سنن ترمذی (بیشار) ابواب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل، 06Z، ص 139

۴۔ سنن ترمذی (بیشار) ابواب المناقب، باب مناقب صدیق اکبر، 06Z، ص 57

۵۔ علیہ الاولیاء، باب علیہ الاولیاء من ابیہما، 44Z، ص 93

۶۔ تاریخ دمشق، ج ۱، باب العین، عمر بن خطاب، 44Z، ص 64

- 06: ابن عساکر نے روایت کی فرمایا: "میرے بعد میری امت میں سب سے افضل ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔" ۱۔
- 07: خطیب نے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ابو بکر و عمر کو میں نے مقدم نہیں کیا بلکہ انہیں اللہ عزوجل نے مقدم کیا ہے۔" ۲۔
- 08: ابن نافع نے روایت کی کہ آپ نے فرمایا: "جس کو تم دیکھو کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا برائی سے ذکر کرے تو بے شک وہ اسلام کو ڈھانسنے کا ارادہ رکھتا ہے۔" ۳۔
- 09: ترمذی اور حاکم نے روایت کیا "میں سب سے پہلے زمین سے باہر آؤں گا پھر ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما۔" ۴۔
- 10: ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ "ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت ایمان اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔" ۵۔

چوتھی فصل: فضائل شیعین بربان اہل بیت

- اس کے لیے تفسیر کا اطلاق ضروری ہے اور یہ عن قریب باطل شیعہ کی فصل میں آئے گا۔
- 01: دارقطنی نے زید بن علی سے اس شخص کے بارے میں روایت کیا جو شیعین سے حیرا کرے تو فرمایا: "ہاں لا اللہ کی قسم شیعین سے حیرا کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حیرا کرنا ہے۔ چاہے وہ ان کو مقدم کرے یا سرفراز۔" ۱۔
- 02: انہوں نے علی بن جعفر بن محمد سے روایت کیا کہ انہوں نے اپنے مرض و قاتل سے فرمایا: "اے اللہ! میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور انہیں دوست رکھتا ہوں، اے اللہ! اگر میرے دل میں اس کے علاوہ کچھ ہو تو مجھے محمد ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو۔" ۲۔
- 03: ابی دارقطنی امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں "کیا کوئی اپنے جد امجد کو بھی برا بھلا کہتا ہے؟ ابو بکر میرے جد ہیں، مجھے محمد ﷺ کی شفاعت نہ ملے اگر میں ان سے دانتی اور ان کے دشمن سے برأت نہ کروں۔" ۳۔

۱۔ تاریخ دمشق، ج ۱، باب ۱، ص ۴۲۷

۲۔ الجراح الصغیر و فیادہ، ج ۱، ص ۱۱۹۰

۳۔ تہذیب صحابہ، ج ۱، ص ۱۹۵، ۱۰۷

۴۔ سنن ترمذی (شاکر) اب ۱، ح ۵۷، ص ۵۷۲

۵۔ جامع دمشق، ج ۱، ص ۱۴۴

۶۔ فضائل صحابہ و اہل بیت، ص ۷۵

۷۔ المرقع الساقی، ص ۵۵

۸۔ المرقع الساقی، ص ۵۵

04: دارقطنی ابراہیم بن حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا ہم پر روافض نے اسی طرح خروج کیا جس طرح حروریہ یعنی خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خروج کیا۔^۱

05: حسن بن محمد بن حنفیہ سے دارقطنی نے روایت کیا: فرماتے ہیں "اے کوئیوں! اللہ سے ڈرو اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ان کی شان کے خلاف نہ کہو، بے شک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غارتور میں رہے اور ثانی شہین تھے اور عمر رضی اللہ عنہ سے اللہ عزوجل نے دین کو قوت عطا فرمائی۔"^۲

06: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "اللہ عزوجل اس شخص کی توبہ قبول نہیں فرماتا جو شیخین سے تبرا کرے۔"^۳

07: دارقطنی نے جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: فرماتے ہیں "اکثر عراقی گمان کرتے ہیں کہ ہم شیخین کے معاملہ میں متعبد کرتے ہیں حالانکہ وہ میرے باپ ہیں۔"^۴

08: انہی سے روایت ہے "جو ابو بکر کی فضیلت کو نہیں جانتا وہ سنت سے جاہل ہے۔"^۵

09: ان میں سے بعض سے روایت ہے "حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کی گئی "آپ اپنے خطبہ میں کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہمارے معاملات کو اسی سے درست فرما دے جس سے تو نے خلفاء راشدین مہدیین کے معاملات کو درست کیا۔ وہ خلفاء کون ہیں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا "میرے محبوب ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں جو ہم المہدی، صلح الاسلام، قریش کے مرد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مقتدی ہیں، جس نے ان کی اقتدا کی وہ محفوظ ہو گیا اور جس نے ان کے آثار کی پیروی کی اس نے صراط مستقیم کو پا لیا اور جس نے ان کو تمام لیا تو وہ اللہ کے گروہ سے ہو گیا۔"^۶ یہ حدیث صواعق محرقہ میں ہے جو انہوں نے "الطبع ریات" سے نقل کی اور انہوں نے بعض اہل بیت سے روایت کی۔

آپ ان روافض کے عناد کو دیکھیں کہ کیسے یہ ان سلیم القلوب حضرات کی طرف اس عناد کو منسوب کرتے ہیں؟ اللہ ان کو رسوا کرے۔

۱۔ المرجع السابق، ص 58

۲۔ المرجع السابق، ص 77

۳۔ المرجع السابق، ص 82

۴۔ المرجع السابق، ص 95

۵۔ المرجع السابق، ص 58

۶۔ الصواعق المحرقة، ص 165، 017

پانچویں فصل: فضائل عثمان غنی رضی اللہ عنہ احادیث کی روشنی میں

01: ترمذی اور ابن ماجہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا: "ہر نبی کا جنت میں رفیق ہے اور میرا رفیق عثمان رضی اللہ عنہ ہیں"۔^۱

02: ابن مساکر نے روایت کیا آپ ﷺ نے فرمایا: "حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شفاعت سے ہر ہزار (72000) ایسے لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے جن پر جہنم واجب ہو چکا ہوگا"۔

03: ترمذی نے روایت کیا آپ ﷺ نے حبشہ العصرہ کی تیاری کے وقت فرمایا: "آج کے بعد عثمان جو کریں اس پر کوئی مواخذہ نہیں"۔^۲

04: ترمذی نے ہی روایت کیا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "آج کے بعد عثمان جو عمل کرے وہ اسے نقصان نہ دے گا"۔^۳ اکم نے اس کو صحیح قرار دیا۔

05: ابن مساکر نے روایت کیا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "مجھ سے اخلاق میں، میرے صحابہ میں سب سے زیادہ مشابہ عثمان ہیں"۔^۴

06: ترمذی اور حاکم نے روایت کیا اور حاکم نے صحیح کہا جس کا خلاصہ ہے ہی کریم ﷺ نے قنہ کا ذکر کیا اور فرمایا: "وہ من قریب واقع ہوگا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ اس دن ہدایت پر ہوگا"۔^۵

07: ابویوسف نے روایت کیا آپ ﷺ نے فرمایا: "میری امت میں زیادہ حیا والے اور عزت دار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں"۔^۶

08: ابویوسف نے ہی روایت کیا آپ ﷺ نے اپنے کپڑے سینے اور فرمایا: "کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں"۔^۷

09: ابن مساکر نے روایت کی کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "عثمان میرے پاس سے گزرے اور میرے پاس ایک فرشتہ تھا تو

۱۔ مسند ترمذی، باب مناقب عثمان، ج ۱، ص ۵۸، مسند ابن ماجہ، فضل عثمان، ج ۱، ص ۵۱۷، ص ۴۰

۲۔ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۵۸

۳۔ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۵۸

۴۔ تہذیب و تہذیب، ص ۳۹۷، ج ۱، ص ۹۷

۵۔ سنن ترمذی (بشار)، باب مناقب عثمان، ج ۱، ص ۵۸، مسند ابن ماجہ، مناقب عثمان بن عفان، ج ۱، ص ۱۰۹

۶۔ طحاوی، الاموال، مناقب عثمان بن عفان، ج ۱، ص ۵۸، ج ۱، ص ۵۸

۷۔ فضائل الخلفاء، الرشد، ص ۱۰۱، ص ۱۰۱، ص ۱۰۱، ص ۱۰۱

اس نے مجھے کہا یہ شہید ہیں، ان کی قوم اسے شہید کرے گی، میں اس سے حیا کرتا ہوں۔“ ۱۔

ذوالنورین کہنے کی وجہیں

(۱) جب آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹی رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا یکے بعد دیگرے آپ سے نکاح کیا تو آپ کو ذوالنورین کا لقب دیا گیا۔ بعض علما نے کہا کہ ”سوائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایسا کوئی شخص نہیں جس نے کسی نبی کی دو بیٹیوں سے نکاح کیا ہو۔“

(۲) آپ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام فرماتے تھے۔

طبرانی نے روایت کی آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”میں نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے آسمانی وحی سے کیا۔“ ۲۔

خطیب اور ابن عساکر نے یوں روایت کی کہ ”اللہ عزوجل نے مجھے وحی کی کہ میں اپنی بیٹی کا نکاح عثمان سے کر دوں۔“ ۳۔

ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا آپ علیہ السلام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں باری باری تمہارے نکاح میں دے دیتا حتیٰ کہ ایک بھی نہ بچتی۔“ ۴۔
واللہ اعلم!

چھٹی فصل: فضائل مولانا علی رضی اللہ عنہ

01: ترمذی نے روایت کیا کہ آپ نے جب عقد مواخات قائم کیا تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔“ ۵۔

02: طبرانی نے روایت کیا آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ عزوجل سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ عزوجل سے بغض رکھا۔“ ۶۔

۱۔ تاریخ دمشق، حرف المیم، عثمان بن عفان، ج ۳۸، ص ۹۴

۲۔ المعجم الکبیر، مناقب رسول اللہ ام کلثوم بنت رسول، ج ۲۲، ص ۴۳۶

۳۔ تاریخ دمشق، لابن عساکر، حرف المیم، عثمان بن عفان، ج ۳۹، ص ۴۱

۴۔ تاریخ دمشق، لابن عساکر، حرف المیم، عثمان بن عفان، ج ۳۹، ص ۴۲

۵۔ سنن ترمذی (بئار) مسند ابی بن ابی طالب، ج ۱، ص ۸۰

۶۔ المعجم الکبیر، فضائل علی بن ابی طالب، ج ۲۳، ص ۳۸۰

03: وہی آپ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ "علی کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے"۔^۱ کہا گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ جب لوگوں میں تشریف لاتے اور لوگ آپ کو دیکھتے تو آپ کے شرف، علم، حسن، زہد، تقویٰ اور شجاعت پر تعجب کرتے اور تلبیل اور ذکر اللہ کرتے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ذکر اللہ کا باعث ہوتے۔ پس حدیث حق ہے کہ جس نے انہیں دیکھا اس نے ذکر اللہ کیا۔

04: حاکم نے روایت کیا آپ علیہ السلام نے فرمایا: "جس نے علی کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا"۔^۲

05: طبرانی نے روایت کی کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ ہے، یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ دلوں حوض پر آئیں گے"۔^۳

06: دارقطنی نے ایک حدیث روایت کی جس میں یہ ہے آپ علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم بروز قیامت آگ تقسیم کرے والے ہو"۔^۴ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے دشمن آپ کی دھن کی وجہ سے جہنم میں جایں گے۔ واللہ اعلم ورسولہ اعلم بحرہ۔

07: ترمذی نے روایت کیا آپ علیہ السلام نے فرمایا: "جنت میں افراد کی مشتاق ہے علی، عمار اور سلمان رضی اللہ عنہم"۔^۵

08: جو طبرانی نے روایت کیا اس میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا کہ میں قاتلہ رضی اللہ عنہا کا جناح علی رضی اللہ عنہ سے کروں"۔^۶

09: "آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی فضیلت کے متعلق" فصل الخطاب میں بھی واقعہ مذکور ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملے تو آپ مسکرا دیے؛ حضرت علی نے ان سے مسکرانے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ 'ہل صراط سے گزرنے والے کسی کے لیے بھی گزرتا جائز نہ ہو گا مگر

۱۔ اس حدیث کو امام سیوطی علیہ الرحمہ نے جامع صغیر میں منقول فرمایا اور ابن جریر نے موطوع قرار دیا تو امام سیوطی علیہ الرحمہ نے جواب دیا کہ یہ اس سے کیا روایت کیا کہ امام رضوان اللہ علیہ وسلم نے روایت کی ہے۔ طبرانی کی حدیث کو علامہ علی رحمہ اللہ نے بھی منقول فرمایا اور امام سیوطی رحمہ اللہ سے تاریخ الخلفاء میں اس روایت کا حسن قرار دیا ہے۔ (المجموع بحکمیر باب النعمان من روی عن ابن مسعود، 102، ص 76)

۲۔ مستدرک، کتاب معریۃ الصحابہ، المائتۃ اربعۃ و اربعۃ ص 130، 032، ص 130

۳۔ مجمع صغیر، ج 02، ص 28

۴۔ دارقطنی میں یہ روایت نہ لی گئی البتہ حضرت علی کا یہ فرمان ملا ہے "میں قیامت کے دن جہنم تقسیم کروں گا" البتہ فیہ و البتہ فیہ و البتہ فیہ

من الصبرۃ النبیۃ، باب ذکر شہن من الفضائل، ج 07، ص 356

۵۔ سنن ترمذی (بخاری) باب الناقب، باب مناقب سلمان فارسی، 062، ص 141

۶۔ المجموع بحکمیر باب النعمان، 102، ص 156

جس کو علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر ولہ رہا داری لکھ دیں" تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے ابوبکر! میں پر داندہ" داری صرف اسی کو لکھ کر دوں گا جو آپ سے محبت کرتا ہوگا۔" ۱۔

10: کہا گیا کہ دو شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اپنا ایک جھڑا لے کر آئے: ان میں سے ایک نے کہا اس شخص کی گائے نے میرے گدھے کو مار ڈالا، آپ علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا کہ ان کے مابین فیصلہ کریں، آپ نے مکمل قصہ معلوم کیا: تب انہوں نے بتایا کہ حایندہ حایا ہوا تھا اور گائے مکمل ہوئی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے گائے کے مالک سے فرمایا: تم ضامن ہو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "علی تم میں سب سے بڑے قاضی ہیں۔" ۲۔

آپ کے فضائل میں کثیر احادیث ثابت ہیں جن کا ذکر کرنا طوالت کا باعث ہے۔ کہا گیا جتنی احادیث آپ کے فضائل میں ہیں اتنی کسی کی فضیلت میں وارد نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ تعلیم الہی سے جانتے تھے جو آپ کی امت اس سے سمجھے گی اور جو غورارج نے آپ پر سب و شتم اور ظن و غیرہ کیا تو ان اسباب کے تقاضے کی بنا پر آپ کے فضائل کو ذکر کر کے امت کو نصیحت کی گئی۔

ساتویں فصل چاروں خلفاء کے فضائل

01: ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ عزوجل ابوبکر پر رحم فرمائے کہ اس نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی، دارالہجرت تک مجھے اٹھایا اور بلال رضی اللہ عنہ کو اپنے مال سے آزاد کیا، اسلام میں کسی کے مال نے مجھے وہ نفع نہ دیا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا۔ اللہ عزوجل عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے کہ وہ حق بات کرتے ہیں اگرچہ وہ کڑوی ہو اور حق نے انہیں اس طرح کر دیا کہ ان کا کوئی دوست نہیں، اللہ عزوجل عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے کہ جن سے فرشتے حیا کرتے ہیں اور انہوں نے محبتی مسرت کی تیاری کی اور مسجد میں اضافہ کیا حتیٰ کہ وہ ہمارے لیے وسیع ہو گئی، اللہ عزوجل علی رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے کہ حق ان کے ساتھ اسی طرف پھر جاتا ہے جہاں یہ پھرتے ہیں۔" ۳۔

نبی کریم ﷺ کے فرمان "لقد ترکہ الحق" کا معنی یہ ہے کہ ان کے کفرت سے حق بات کرنے کی وجہ سے ان کا کوئی دوست نہ رہا کیونکہ حق کڑوا ہوتا ہے۔

۱۔ تاریخ ہجرت، الفصل الثانی فی ذکر بنی من فضائل، ج ۱، ص 207

۲۔ المسوئ الحق، الفصل الثانی فی فضائل، ج ۱، ص 358

۳۔ سنن ترمذی، باب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب، ج ۱، ص 75۔ مگر اس میں "جہزہ العساة و زادہ المسجد حق و سنا" کے الفاظ نہیں ہیں۔

02: ابوہریرہ نے اسی طرح کی ایک روایت دکر کی "میری امت میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابو بکر ہیں" وہی میں اصل عمر رضی اللہ عنہ ہیں، سب سے زیادہ سچی حیا والے عثمان ہیں اور سب سے بڑے قاضی علی ہیں رضی اللہ عنہم۔"۔^۱۔ یہ بیحد حدیث کے الفاظ ہیں یا ہم معنی ہیں۔

03: مروی ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ عزوجل نے تم پر ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضوان اللہ علیہم کی محبت کو ایسے ہی فرض کیا ہے جیسے نماز، زکوٰۃ اور حج کو فرض کیا؛ تو اس کی تفصیلات کے منکر کی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ قبول نہ ہوگی۔"۔^۲۔

04: طبرانی نے یوں روایت کیا "میری امت میں سے یا میری امتی پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابو بکر، سب سے بلند عمر، سچی حیا والے عثمان اور قتادہ کے علم میں اعلیٰ علی ہیں رضی اللہ عنہم۔"۔^۳۔ یہ بھی بیحد حدیث کے الفاظ ہیں یا ہم معنی ہے۔

05: ابن حصار نے روایت کیا آپ علیہ السلام نے فرمایا: "چار افراد ایسے ہیں جن کی محبت کسی منافق کے دل میں جمع نہیں ہو سکتی صرف مومن ہی ان سے محبت کرے گا اور وہ ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضوان اللہ علیہم ہیں۔"۔^۴۔

06: طبرانی نے ایک حدیث روایت کی جس میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے حجۃ الوداع سے واپسی پر ایک خطبہ میں فرمایا: "اے لوگو! میں 'ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمن بن عوف رضوان اللہ علیہم' جمعین سے راضی ہوں۔"۔^۵۔

07: صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: مجھ سے اپنے مال کے ساتھ خیر خواہی کرنے والے اور اپنی جان پر مجھے ترجیح دینے والے کو خوش آمدید۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو فرمایا: میرے دربار اور حق و باطل میں فرق کرنے والے کو خوش آمدید، انہیں کی وجہ سے تمہارا نام مومنین رکھا گیا اور اس کو مرحبا جس کے ذریعہ اللہ نے دین کو مکمل کیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری بیٹی کے زوج، دو نوروں کو جمع کرنے والے، سعادت مند اور شبیدہ کو خوش آمدید، خرابی ہے اس کے لیے جو انہیں شبیدہ کرے گا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: میرے بھائی، چچا زاد، میرے بچوں کے والد کو مرحبا، میں اور وہ ایک نور سے تخلیق

۱۔ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۵۰۱۷ ج ۱ ص ۵۵

۲۔ الصواعق المحرقة... الفصل ثالث فی ذکر فضائل اہل بکر ۰۱۷ ج ۱ ص ۲۳۳

۳۔ معجم سلیمان باب الامین من اسم علی ۰۱۷ ج ۱ ص ۳۳۵

۴۔ جامع ترمذی، باب الامین ج ۱ ص ۱۲۸

۵۔ المعجم الکبیر باب الامین ج ۱ ص ۱۰۴

کیے گئے۔ اے لوگوں کے گروہ! ان چاروں کی محبت صرف مومن کے علاوہ کسی کے دل میں جمع نہ ہوگی اور سوائے منافق کے کسی کے دل میں یہ جدا نہ ہوں گے۔ سو جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی وجہ سے بغض رکھا، یہ دنیا و آخرت میں مومنوں کے سردار ہیں، ان سے بغض صرف بد بخت ہی رکھے گا اور ان سے محبت صرف متقی مومن ہی رکھے گا۔ اے اللہ! میں نے تبلیغ کر دی تو دیواروں کے اطراف اور مسجد کے دروازے کی چوکت پکارنے لگیں، اے اللہ! ان سے بغض رکھنے والے پر لعنت فرما اور دیواروں کی جڑ سے آواز آئی "آمین" پس اس دن میں یہودی اور چپاس منافق ایمان لائے۔^۱

آٹھویں فصل: فضائل حسنین کریمین رضی اللہ عنہما

اس فصل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دونوں بیٹے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل کا بیان ہے۔

01: شیخین نے روایت کیا آپ علیہ السلام نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے لیے عرض کی: "اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت فرما۔"^۲

02: ترمذی نے روایت کیا آپ علیہ السلام نے فرمایا: "حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔"^۳

03: بخاری نے روایت کیا فرمایا: "حسن اور حسین دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔"^۴

04: ترمذی نے روایت کیا عرض کی گئی آپ کو اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو فرمایا: "حسن اور حسین رضی اللہ عنہما۔"^۵

05: ابن سعد نے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کو بچپن میں اپنی زبان دھاتے اور امام حسن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کی سرخی کو دیکھتے اور خوش ہوتے۔^۶

06: شیخین سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن کے بارے میں عرض کی: "اے اللہ! اس سے محبت فرما اور اس سے"

۱۔ کتاب الخصص، ص 18

۲۔ صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی، باب مناقب الحسن و حسین، ص 26، 052

۳۔ سنن ترمذی (بخاری)، باب المناقب، باب مناقب حسن بن علی، ص 117، 067

۴۔ صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی، باب مناقب الحسن و حسین، ص 27، 052

۵۔ سنن ترمذی (بخاری)، باب المناقب، باب مناقب حسن بن علی، ص 121، 067

۶۔ یہ روایت باسنی ہے جبکہ حدیث کے الفاظ مختلف ہیں جو یہ تھا کہ انبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو ہمیشہ

الیہ۔ (شرح السنن للشیخ ص 3603، ص 180، ص 13)

بھی جو اس سے محبت کرے۔" ۱۔

07: امام محمد نے روایت کیا آپ علیہ السلام نے فرمایا: "جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں بیٹوں، ان کے والد اور والدہ سے محبت کی تو وہ برور قیامت میرے درجے میں میرے ساتھ ہوگا۔" ۲۔

08: امام حاکم نے روایت کیا "امام حسن رضی اللہ عنہ نے پیدل پہنا لیس حج کیے۔"

09: ابو نعیم نے روایت کیا "امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مجھے اللہ عزوجل سے حیا آتی ہے کہ میں اس سے اس حال میں ملوں کہ میں نے پیدل اس کے گھر کا حج نہ کیا ہو۔" ۳۔

نویں فصل: خلفائے راشدین کی عمر۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تربیٹہ (63) سال حیات رہے اور شہادت کی موت پائی، جس کی تفصیل ان شاء اللہ آئے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اصح قول کے مطابق تربیٹہ (63) سال عمر پائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیاسی (82) سال عمر پائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ششپن کی مثل تربیٹہ (63) سال زندگی پائی۔ (آپ کی عمر میں اور بھی اقوال ہیں) کہا گیا چونسٹھ (64) سال، ایک قول میں چونسٹھ (65) سال، ایک میں سترسٹھ (67) سال اور ایک قول اڑسٹھ (68) سال کا ہے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے سینتالیس (47) سال عمر پائی۔ اللہ عزوجل ان سے راضی ہو، ان کی برکات سے ہماری مغفرت کرے اور ان کی حرمت کے صدقے ہمیں تمام آفات و بلیات سے محفوظ فرمائے۔

دسویں فصل: چاروں خلفاء کے نسب کا بیان

خلیفہ اول ابو بکر رضی اللہ کا نسب

ابو بکر رضی اللہ عنہ بن ابوقحافہ عثمان رضی اللہ عنہ بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی قرشی تہی۔

خلیفہ دوم عمر رضی اللہ کا نسب

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بن خطاب بن نفیل عبدالعزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن ثمر بن کعب بن لوی۔

خلیفہ سوم عثمان رضی اللہ کا نسب

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بن عفان بن عامر بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

۱۔ الادب المفرد، باب الاستبصار، ص 404

۲۔ مع احمد صحاح الروایۃ بمعنیہ ومع الهم بمعنیہ ولکن احمدی من ترمذی و مشاہیر بمعنیہ وهو جدا ان رسول اللہ ﷺ اهل بیت الحسن والنسب قتال من نسبی ولحب حدیث ولباسا واماہا کان صلی در حق یوم القیۃ۔

(سنن ترمذی (بیار) ابواب المناقب و مناقب علی، 067، ص 80)

۳۔ معروض الصحاح لابی نعیم، باب الامار، ص 127، ص 659

خلیفہ چہارم علی رضی اللہ عنہ کا نسب

حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بن عبد المطلب۔

گیارہویں فصل: خلفائے راشدین کا علیہ

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سفید رنگت، کمزور اعضاء اور کم گوشت رخسار والے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھاری بھر کم شان دار شخص تھے اور آپ کا سر مبارک کے اگلے حصے کے بال نہیں تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کم گوشت والے کمزور، طویل الجھن اور خوبصورت تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ صحت مند، پیٹ قدرے بڑا اور موٹی آنکھوں والے تھے اور آپ کے سر مبارک کے اگلے حصے کے بال نہیں تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی دیکھتا....۔ تو صحابہ آپ علیہ السلام سے عرض کرتے کہ آپ بالکل حسن کی صورت پر دکھائی دیتے ہیں۔

خلفاء کی شہادت کا بیان

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات اس زہر سے ہوئی جو آپ کو دہریہ کیے گئے کھانے میں تھا: اس وقت آپ اور حادث بن کلدہ اس سے کھا رہے تھے تو حادث نے کہا اس سے نہ کھائیں یہ زہر آلود ہے، آپ کی لوار میری وفات ایک ہی دن ہوگی تو اسی طرح ہوا۔ کہا گیا یہ حدیث صحیح ہے۔^۱

حضرت: اگر کہا جائے کہ دو شہید کیسے ہوئے؟ حالانکہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے جس میں آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”اُکث احد“ اور یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب آپ علیہ السلام، حضرت ابوبکر، حضرت عثمان اور حضرت علی اس پر چڑھے اور احد ملنے لگا تو آپ نے کہا اے احد! ساکن ہو جا کیونکہ تجھ پر ایک نبی، (مراد خود آپ کی ذات) اور صدیق (یعنی ابوبکر) اور دو شہید (یعنی عثمان اور علی) ہیں۔^۲ لہذا اگر ابوبکر کی وفات: شہادت ہے تو رسول اللہ ﷺ نے تو قطعاً ان دونوں کی شہادت کا ذکر کیا۔

جواب: حدیث اخص الخواص وصف ہے لہذا آپ کو اسی سے موصوف کیا گیا جس طرح نبوت نبی کریم کے اخص اوصاف میں سے ہے تو آپ نے اپنے آپ کو اسی سے موصوف کیا حالانکہ آپ علیہ السلام کی وفات اسی کھانے میں طے زہر سے ہوئی تھی جو خیر میں آپ کو دہریہ کیا گیا تھا: جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنے مرضیات میں اس کی صراحت فرمائی۔

۱۔ اصل مخطوط کے اس مقام پر ایک علامہ نے چڑھے لکھے۔

۲۔ البیہقی المرقیہ، ۱/۲۵۳، ۲۵۳

۳۔ فضائل الصحابہ، لاہور، دارالاحیاء، حدیث ابوبکر، ۱/۲۵۳، ۲۱۷

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ مدینہ مطہرہ میں ایک شخص آیا جس کا نام ابو لؤلؤ تھا اور یہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا جب وہ کوفہ کے گورنر تھے انہوں نے اس کو مدینہ بھیجا تھا، کیونکہ یہ ثقیف ویشوں میں مہارت رکھتا تھا حشاً لوہار کا کام، نقاشی وغیرہ تاکہ اس سے مسلمان نفع اٹھائیں، اس کا خراج چار درہم تھا تو اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: "تیرا یہ خراج زیادہ بھاری نہیں کیونکہ تیرے پیشے کثیر ہیں" تو یہ آپ رضی اللہ عنہ پر ناراض ہو کر چلا گیا حتیٰ کہ ایک دن آپ کی مسجد نبوی میں صبح کے وقت ایک کونے میں چھپ رہا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز کا حکم دیتے ہوئے تشریف لائے اور آپ نے لوگوں کو نہیں سیدھی کرنے کا حکم دینا شروع کیا تو ابو لؤلؤ آیا اور زہر سے بچھے ہوئے ٹکڑے سے آپ رضی اللہ عنہ کو مارا تو تیرہ (13) آدمی زخمی ہوئے ان میں سے چھ نے شہادت پائی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ وہ ظلماً شہید ہوں گے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ آپ اپنے رشتہ داروں سے محبت کرتے اور ان کی خبر گیری کرتے اور صدیقی کے حکم پر عمل کرتے ہوئے انہیں مال عطا کرتے۔ آپ نے اپنے چچا رادوں کے علاوہ ہر ایک کو معزول کر دیا اور کچھ ایسے افراد کو امیر مقرر فرمایا جو صحابی نہ تھے۔ جب لوگوں نے آپ سے ان کی شکایت کی تو آپ نے انہیں معزول نہ کیا بلکہ ان امیروں کو تقویٰ اور ظلم سے بچنے کا حکم دیا حتیٰ کہ آپ نے مصر پر عبداللہ بن ابی سراح کو امیر بنایا تو مصریوں نے ان کی شکایت کی تو آپ نے اسے ایک خط لکھا اور ظلم سے روکتے ہوئے زجر و توبخ فرمائی۔ جب یہ خط اس کو ملا تو اس نے خط لاسنے والے کو قتل کر دیا۔ مصریوں نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے شکایت کی تو کچھ صحابہ جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے! نے کہا کہ قوم نے آپ سے شکایت کی ہے اور یہ اس امیر کو معزول کرنا چاہتے ہیں لہذا آپ اس کو معزول کر دیں۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا آپ اسی کو مقرر فرمادیں جسے یہ اختیار کریں تو انہوں نے محمد بن ابوبکر کو چنا (اللہ ان سے اور ان کے بھائی صحابہ سے راضی ہو) تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں امیر مقرر کر دیا اور وہ سب مصری محمد بن ابوبکر کے ساتھ مصر کی جانب روانہ ہو گئے اور کچھ اصحاب و مہاجرین بھی ان کے ساتھ تھے تاکہ ابو عبداللہ کے معاملہ کو دیکھیں۔ پس اچانک اس کے پیچھے سے اونٹنی پر سوار ایک غلام آیا جو تیزی سے جا رہا تھا انہوں نے اس کے حال کی تفتیش کی تو بعض نے اسے پہچان لیا اور کہا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام ہے۔ ان کو اس کے پاس مردان بن حکم کا لکھا ہوا ایک خط ملا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابو عبداللہ کو لکھا گیا تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ مصری محمد بن ابوبکر کے ساتھ واپس آ رہے ہیں۔ تو تم انہیں قتل کرنے میں بھرپور دوشل کرنا۔ وہ سب مدینہ واپس لوٹ آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ لوگ آپ سے

ناراض تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بدری صحابہ کی ایک جماعت نے آپ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کہا اللہ کی قسم میں نے نہ یہ خط لکھا، نہ کسی کو لکھنے کا حکم دیا اور نہ ہی مجھے اس بارے میں کچھ علم ہے۔ محاصرین نے کہا اگر یہ خط حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے تو ہم انہیں معزول کریں گے اور اگر مروان نے لکھا ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ اسے ہمارے حوالے کر دیں ہم خود اس سے تفتیش کر لیں گے پس آپ رضی اللہ عنہ نے اس خوف سے کہ وہ اسے قتل نہ کر دیں، ان کے حوالے نہ کیا۔

اگر کوئی کہے کہ آپ نے قتل سے بچنے کے لیے خلافت کیوں نہ چھوڑی؟ تو (اس کے جواب میں) میں کہوں گا کہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے: جس کو امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عثمان! اللہ عزوجل تمہیں ایک قمیص پہنائے گا، اگر منافق اس سے اس بات کرنے کا ارادہ کریں تو نہ اتارنا حتیٰ کہ مجھ سے ملاقات کر لو۔“ یا ہم کہتے ہیں کہ آپ کو یہ امید نہ تھی کہ یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے لیکن انہوں نے اچانک حمد کر کے آپ کو شہید کر دیا۔

اب ہم باقی واقعہ کی طرف لوٹ آتے ہیں: تو یہ سب صحابہ کرام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس سے شکوہ و شکایت کرتے ہوئے لوٹ آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی کہ لوگ آپ کو شہید کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو ’’آپ رضی اللہ عنہ نے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو حکم ارشاد فرمایا کہ اپنی اپنی تلواریں لو اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور ان تک کسی کو نہ جانے دو۔ حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور دوسرے بہت سے صحابہ کرام عہم الرضوان نے بھی اپنے اپنے بیٹوں کو بھیج دیا تاکہ لوگوں کو ان تک پہنچنے سے روکیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ صحابہ کرام مروان کو ٹالنے کا کہتے رہے۔ جب محاصرہ کرنے والوں نے یہ صورتحال دیکھی تو انہوں نے ان کے گھر کے دروازے پر تیر برسائے شروع کر دیے حتیٰ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے خون میں نہا گئے۔ ایک تیر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر میں موجود مروان کو لگا: اسی طرح محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بھی ایک تیر لگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام قہر کا سر ڈھکی ہو گیا۔

پھر ان محاصرین میں سے ایک شخص کو اندیشہ ہوا کہ امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی وجہ سے بنو ہاشم ناراض نہ ہو جائیں اور یوں یہ کھیل بگڑ نہ جائے۔ سو اس نے دو افراد کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا ”اگر بنو ہاشم آگئے اور انہوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے رفیق چہرے کو دیکھ لیا تو لوگوں کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہارا بھانڈا پھوٹ جائے گا اور سارا کھیل بگڑ جائے گا لہذا تم میرے ساتھ چلو اور ہم دیوار پھلانگ کر داخل ہوں اور انہیں اس طرح شہید کر دیں کہ کسی کو

۱۔ مسند احمد (المسنون) ج ۱ ص ۴۱۲، ۱۳

۲۔ اصل مخطوط میں واقعہ دہرا ہے لہذا جہہ ص ۲ ”الریاض البغریۃ“ سے استقوان کرتے ہوئے شامل کیا گیا ہے تاکہ بات مکمل ہو جائے۔

کاوں کان خبر نہ ہو۔ پس انہوں نے ایک انصاری سے کہہ دیا: "یہ لڑائی اور جھڑپ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اس طرح پہنچے کہ گھر کے قبیلہ افراد کو علم نہ ہوا کہ کیونکر گھر کے تمام افراد گھر کی آبی مٹیوں میں تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ کے ساتھ لیٹے تھے، جس انہوں نے آپ کو شہید کیا اور جہاں سے آئے تھے وہیں سے فرار ہو گئے، آپ کی روح نے شور مچایا مگر باہر از دھام کی بنا پر اس کا اویلا کسی نے نہ سنا پس وہاں آئیں اور خبر دی کہ "امیر المومنین شہید کر دیئے گئے" حضرت امام حسن، حسن اور ان کے ساتھی جب اندر داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مر رہے تھے، انہوں نے گئے اور روتے ہوئے ان پر ہلکے پھر اور لوگ آئے، انہوں نے ہاتھوں میں پانی۔ یہ خبر حضرت علی، طلحہ، زبیر، سعد رضی اللہ عنہم اجمعین اور اہل بیت کو ملی تو وہ اس طرح ہلکے کہ انہیں کچھ بھائی نہ رہا تھا، وہاں پہنچے تو انہوں نے بھی دیکھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ سب نے "اللہ وانا الیہ راجعون" پڑھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں سے کہا: "امیر المومنین کیسے شہید کر دیئے گئے حالانکہ تم ارادے پر تھے؟" پھر آپ نے حضرت امام حسن کو چھڑا دیا اور امام حسین کے سینے پر ہاتھ مارا نیز محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو خوب ڈانٹا۔ (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ۲۔

((زبیر بن بکاء کہتے ہیں، خوارج کے جو افراد جنگ نہروان کے بعد بھاگ رہے، انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا۔ پس تین افراد اس کام کے لیے نکلے، ان میں سے عبدالرحمن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی ذمہ داری لی جس وہ اپنے اس ناپاک ارادے سے کوفہ میں داخل ہوا اور اس کام کے لیے ایک ہزار درہم کی نگواد خرید کر اسے رہر میں بھجایا۔ اسی دوران اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں معلومات لیما اور صلہ کرنے کی منصوبہ بندی کرنا شروع کر دی۔ ایک دن اس کی نظر ایک "قحطام" نامی خوب صورت عورت پر پڑی جو خوارج کے ہم عقیدہ تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں نہروان کی جنگ میں اس کا والد اور بھائی مارے گئے تھے۔ ابن ملجم نے اسے نکاح کا پیغام دیا تو اس نے کہا میں اس سے شادی کروں گی جو مجھے میری مرضی کا مہر دے۔ ابن ملجم نے اس کا مطلوبہ مہر پوچھا تو اس نے کہا تین ہزار دینار اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل، تو ابن ملجم کہنے لگا اللہ عزوجل کی قسم میں انہی کو دھوکے سے شہید کرنے کے ارادے سے آیا ہوں، اس کے علاوہ مجھے یہاں کوئی کام نہیں مگر جب تمہیں دیکھا تو میں نے تم سے نکاح کو ترجیح دی۔ اس پر وہ بولی یہ تب ہی ممکن ہے جب میرا کہا پورا ہو۔ ابن ملجم نے کہا اس صورت میں تو ان کا قتل تجھے یا مجھے کچھ فائدہ دے گا نیز میں جانتا ہوں کہ میں نے اگر اس کو قتل کر دیا تو

۱۔ تاریخ الخلفاء، الباب الثانی فی مناقب علی بن ابی طالب، الفصل الاولیٰ فی شرحی مکتبہ، 37، 38، 39، 40، 41، 42، 43، 44، 45، 46، 47، 48، 49، 50، 51، 52، 53، 54، 55، 56، 57، 58، 59، 60، 61، 62، 63، 64، 65، 66، 67، 68، 69، 70، 71، 72، 73، 74، 75، 76، 77، 78، 79، 80، 81، 82، 83، 84، 85، 86، 87، 88، 89، 90، 91، 92، 93، 94، 95، 96، 97، 98، 99، 100، 101، 102، 103، 104، 105، 106، 107، 108، 109، 110، 111، 112، 113، 114، 115، 116، 117، 118، 119، 120، 121، 122، 123، 124، 125، 126، 127، 128، 129، 130، 131، 132، 133، 134، 135، 136، 137، 138، 139، 140، 141، 142، 143، 144، 145، 146، 147، 148، 149، 150، 151، 152، 153، 154، 155، 156، 157، 158، 159، 160، 161، 162، 163، 164، 165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172، 173، 174، 175، 176، 177، 178، 179، 180، 181، 182، 183، 184، 185، 186، 187، 188، 189، 190، 191، 192، 193، 194، 195، 196، 197، 198، 199، 200، 201، 202، 203، 204، 205، 206، 207، 208، 209، 210، 211، 212، 213، 214، 215، 216، 217، 218، 219، 220، 221، 222، 223، 224، 225، 226، 227، 228، 229، 230، 231، 232، 233، 234، 235، 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250، 251، 252، 253، 254، 255، 256، 257، 258، 259، 260، 261، 262، 263، 264، 265، 266، 267، 268، 269، 270، 271، 272، 273، 274، 275، 276، 277، 278، 279، 280، 281، 282، 283، 284، 285، 286، 287، 288، 289، 290، 291، 292، 293، 294، 295، 296، 297، 298، 299، 300، 301، 302، 303، 304، 305، 306، 307، 308، 309، 310، 311، 312، 313، 314، 315، 316، 317، 318، 319، 320، 321، 322، 323، 324، 325، 326، 327، 328، 329، 330، 331، 332، 333، 334، 335، 336، 337، 338، 339، 340، 341، 342، 343، 344، 345، 346، 347، 348، 349، 350، 351، 352، 353، 354، 355، 356، 357، 358، 359، 360، 361، 362، 363، 364، 365، 366، 367، 368، 369، 370، 371، 372، 373، 374، 375، 376، 377، 378، 379، 380، 381، 382، 383، 384، 385، 386، 387، 388، 389، 390، 391، 392، 393، 394، 395، 396، 397، 398، 399، 400، 401، 402، 403، 404، 405، 406، 407، 408، 409، 410، 411، 412، 413، 414، 415، 416، 417، 418، 419، 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000، 1001، 1002، 1003، 1004، 1005، 1006، 1007، 1008، 1009، 1010، 1011، 1012، 1013، 1014، 1015، 1016، 1017، 1018، 1019، 1020، 1021، 1022، 1023، 1024، 1025، 1026، 1027، 1028، 1029، 1030، 1031، 1032، 1033، 1034، 1035، 1036، 1037، 1038، 1039، 1040، 1041، 1042، 1043، 1044، 1045، 1046، 1047، 1048، 1049، 1050، 1051، 1052، 1053، 1054، 1055، 1056، 1057، 1058، 1059، 1060، 1061، 1062، 1063، 1064، 1065، 1066، 1067، 1068، 1069، 1070، 1071، 1072، 1073، 1074، 1075، 1076، 1077، 1078، 1079، 1080، 1081، 1082، 1083، 1084، 1085، 1086، 1087، 1088، 1089، 1090، 1091، 1092، 1093، 1094، 1095، 1096، 1097، 1098، 1099، 1100، 1101، 1102، 1103، 1104، 1105، 1106، 1107، 1108، 1109، 1110، 1111، 1112، 1113، 1114، 1115، 1116، 1117، 1118، 1119، 1120، 1121، 1122، 1123، 1124، 1125، 1126، 1127، 1128، 1129، 1130، 1131، 1132، 1133، 1134، 1135، 1136، 1137، 1138، 1139، 1140، 1141، 1142، 1143، 1144، 1145، 1146، 1147، 1148، 1149، 1150، 1151، 1152، 1153، 1154، 1155، 1156، 1157، 1158، 1159، 1160، 1161، 1162، 1163، 1164، 1165، 1166، 1167، 1168، 1169، 1170، 1171، 1172، 1173، 1174، 1175، 1176، 1177، 1178، 1179، 1180، 1181، 1182، 1183، 1184، 1185، 1186، 1187، 1188، 1189، 1190، 1191، 1192، 1193، 1194، 1195، 1196، 1197، 1198، 1199، 1200، 1201، 1202، 1203، 1204، 1205، 1206، 1207، 1208، 1209، 1210، 1211، 1212، 1213، 1214، 1215، 1216، 1217، 1218، 1219، 1220، 1221، 1222، 1223، 1224، 1225، 1226، 1227، 1228، 1229، 1230، 1231، 1232، 1233، 1234، 1235، 1236، 1237، 1238، 1239، 1240، 1241، 1242، 1243، 1244، 1245، 1246، 1247، 1248، 1249، 1250، 1251، 1252، 1253، 1254، 1255، 1256، 1257، 1258، 1259، 1260، 1261، 1262، 1263، 1264، 1265، 1266، 1267، 1268، 1269، 1270، 1271، 1272، 1273، 1274، 1275، 1276، 1277، 1278، 1279، 1280، 1281، 1282، 1283، 1284، 1285، 1286، 1287، 1288، 1289، 1290، 1291، 1292، 1293، 1294، 1295، 1296، 1297، 1298، 1299، 1300، 1301، 1302، 1303، 1304، 1305، 1306، 1307، 1308، 1309، 1310، 1311، 1312، 1313، 1314، 1315، 1316، 1317، 1318، 1319، 1320، 1321، 1322، 1323، 1324، 1325، 1326، 1327، 1328، 1329، 1330، 1331، 1332، 1333، 1334، 1335، 1336، 1337، 1338، 1339، 1340، 1341، 1342، 1343، 1344، 1345، 1346، 1347، 1348، 1349، 1350، 1351، 1352، 1353، 1354، 1355، 1356، 1357، 1358، 1359، 1360، 1361، 1362، 1363، 1364، 1365، 1366، 1367، 1368، 1369، 1370، 1371، 1372، 1373، 1374، 1375، 1376، 1377، 1378، 1379، 1380، 1381، 1382، 1383، 1384، 1385، 1386، 1387، 1388، 1389، 1390، 1391، 1392، 1393، 1394، 1395، 1396، 1397، 1398، 1399، 1400، 1401، 1402، 1403، 1404، 1405، 1406، 1407، 1408، 1409، 1410، 1411، 1412، 1413، 1414، 1415، 1416، 1417، 1418، 1419، 1420، 1421، 1422، 1423، 1424، 1425، 1426، 1427، 1428، 1429، 1430، 1431، 1432، 1433، 1434، 1435، 1436، 1437، 1438، 1439، 1440، 1441، 1442، 1443، 1444، 1445، 1446، 1447، 1448، 1449، 1450، 1451، 1452، 1453، 1454، 1455، 1456، 1457، 1458، 1459، 1460، 1461، 1462، 1463، 1464، 1465، 1466، 1467، 1468، 1469، 1470، 1471، 1472، 1473، 1474، 1475، 1476، 1477، 1478، 1479، 1480، 1481، 1482، 1483، 1484، 1485، 1486، 1487، 1488، 1489، 1490، 1491، 1492، 1493، 1494، 1495، 1496، 1497، 1498، 1499، 1500، 1501، 1502، 1503، 1504، 1505، 1506، 1507، 1508، 1509، 1510، 1511، 1512، 1513، 1514، 1515، 1516، 1517، 1518، 1519، 1520، 1521، 1522، 1523، 1524، 1525، 1526، 1527، 1528، 1529، 1530، 1531، 1532، 1533، 1534، 1535، 1536، 1537، 1538، 1539، 1540، 1541، 1542، 1543، 1544، 1545، 1546، 1547، 1548، 1549، 1550، 1551، 1552، 1553، 1554، 1555، 1556، 1557، 1558، 1559، 1560، 1561، 1562، 1563، 1564، 1565، 1566، 1567، 1568، 1569، 1570، 1571، 1572، 1573، 1574، 1575، 1576، 1577، 1578، 1579، 1580، 1581، 1582، 1583، 1584، 1585، 1586، 1587، 1588، 1589، 1590، 1591، 1592، 1593، 1594، 1595، 1596، 1597، 1598، 1599، 1600، 1601، 1602، 1603، 1604، 1605، 1606، 1607، 1608، 1609، 1610، 1611، 1612، 1613، 1614، 1615، 1616، 1617، 1618، 1619، 1620، 1621، 1622، 1623، 1624، 1625، 1626، 1627، 1628، 1629، 1630، 1631، 1632، 1633، 1634، 1635، 1636، 1637، 1638، 1639، 1640، 1641، 1642، 1643، 1644، 1645، 1646، 1647، 1648، 1649، 1650، 1651، 1652، 1653، 1654، 1655، 1656، 1657، 1658، 1659، 1660، 1661، 1662، 1663، 1664، 1665، 1666، 1667، 1668، 1669، 1670، 1671، 1672، 1673، 1674، 1675، 1676، 1677، 1678، 1679، 1680، 1681، 1682، 1683، 1684، 1685، 1686، 1687، 1688، 1689، 1690، 1691، 1692، 1693، 1694، 1695، 1696، 1697، 1698، 1699، 1700، 1701، 1702، 1703، 1704، 1705، 1706، 1707، 1708، 1709، 1710، 1711، 1712، 1713، 1714، 1715، 1716، 1717، 1718، 1719، 1720، 1721، 1722، 1723، 1724، 1725، 1726، 1727، 1728، 1729، 1730، 1731، 1732، 1733، 1734، 1735، 1736، 1737، 1738، 1739، 1740، 1741، 1742، 1743، 1744، 1745، 1746، 1747، 1748، 1749، 1750، 1751، 1752، 1753، 1754، 1755، 1756، 1757، 1758، 1759، 1760، 1761، 1762، 1763، 1764، 1765، 1766، 1767، 1768، 1769، 1770، 1771، 1772، 1773، 1774، 1775، 1776، 1777، 1778، 1779، 1780، 1781، 1782، 1783، 1784، 1785، 1786، 1787، 1788، 1789، 1790، 1791، 1792، 1793، 1794، 1795، 1796، 1797، 1798، 1799، 1800، 1801، 1802، 1803، 1804، 1805، 1806، 1807، 1808، 1809، 1810، 1811، 1812، 1813، 1814، 1815، 1816، 1817، 1818، 1819، 1820، 1821، 1822، 1823، 1824، 1825، 1826، 1827، 1828، 1829، 1830، 1831، 1832، 1833، 1834، 1835، 1836، 1837، 1838، 1839، 1840، 1841، 1842، 1843، 1844، 1845، 1846، 1847، 1848، 1849، 1850، 1851، 1852، 1853، 1854، 1855، 1856، 1857، 1858، 1859، 1860، 1861، 1862، 1863، 1864، 1865، 1866، 1867، 1868، 1869، 1870، 1871، 1872، 1873، 1874، 1875، 1876، 1877، 1878، 1879، 1880، 1881، 1882، 1883، 1884، 1885، 1886، 1887، 1888، 1889، 1890، 1891، 1892، 1893، 1894، 1895، 1896، 1897، 1898، 1899، 1900، 1901، 1902، 1903، 1904، 1905، 1906، 1907، 1908، 1909، 1910، 1911، 1912، 1913، 1914، 1915، 1916، 1917، 1918، 1919، 1920، 1921، 1922، 1923، 1924، 1925، 1926، 1927، 1928، 1929، 1930، 1931، 1932، 1933، 1934، 1935، 1936، 1937، 1938، 1939، 1940، 1941، 1942، 1943، 1944، 1945، 1946، 1947، 1948، 1949، 1950، 1951، 1952، 1953، 1954، 1955، 1956، 1957، 1958، 1959، 1960، 1961، 1962، 1963، 1964، 1965، 1966، 1967، 1968، 1969، 1970، 1971، 1972، 1973، 1974، 1975، 1976، 1977، 1978، 1979، 1980، 1981، 1982، 1983، 1984، 1985، 1986، 1987، 1988، 1989، 1990، 1991، 1992، 1993، 1994، 1995، 1996، 1997، 1998، 1999، 2000، 2001، 2002، 2003، 2004، 2005، 2006، 2007، 2008، 2009، 2010، 2011، 2012، 2013، 2014، 2015، 2016، 2017، 2018، 2019، 2020، 2021، 2022، 2023، 2024، 2025، 2026، 2027، 2028، 2029، 2030، 2031، 2032، 2033، 2034، 2035، 2036، 2037، 2038، 2039، 2040، 2041، 2042، 2043، 2044، 2045، 2046، 2047، 2048، 2049، 2050، 2051، 2052، 2053، 2054، 2055، 2056، 2057، 2058، 2059، 2060، 2061، 2062، 2063، 2064، 2065، 2066،

میں چھپ نہیں سکتا۔ اس عورت نے کہا اگر تم نے انہیں قتل کر دیا اور کامیابی سے نکل گئے تو تمہارا مقصد پورا ہو گیا اور پھر تمہارے دل کی شفاء چھین مل جائے گی یوں میرے ساتھ رمد کی تمہیں مبارک ہوگی اور اگر تم مارے گئے تو اللہ کی بارگاہِ اجر دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ وہ بولا تجھے اختیار ہے جو تو شرط عائد کرے۔ وہ بولی میں تیرا مددگار تلاش کرتی ہوں پس اس نے اپنے چچا زاد، وردان بن محالد کی طرف اسے بھیجا تو اس سے اس کی بات کو قبول کیا۔ راستے میں ابنِ بلجم کو حبیب بن خمرہ اناشعی ملے تو ابنِ بلجم نے کہا اے حبیب! دیا و آخرت میں تیرے لیے شرف کی بات کیا ہے؟ وہ بولا کیا؟ تو ابنِ بلجم بولا م علی بن ابی طالب کے قتل پر میری مدد کرو۔ وہ بولا تجھے تیری ماں روئے تو کتنی بری چیز لایا تو یہ کام جیسے کرے گا ۱۰۲ بول علی کا کوئی محافظ نہیں، وہ اکیلے بغیر محافظ کے گھر سے مسجد آتے ہیں تو جب وہ مسجد کی طرف آ رہے ہوں گے تو ہم انہیں قتل کر کے ان سے نبات پالیں گے اور اگر ہم نے انہیں قتل کر دیا تو دیا و آخرت میں ہمارا چچا ہو گا اور ہم سعادت مند ہو جائیں گے۔ حبیب نے کہا تیرا اس ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اسلام لانے میں سبقت کرنے والوں میں سے ہیں، اللہ کی قسم مجھے اس کام میں شرع صدر نہیں ہو رہا۔ ابنِ بلجم بولا تیرا اس ہو انہوں نے اللہ کے دین میں غیر اللہ کو حکم بنایا اور ہمارے نیک و پارسا بھائیوں کو قتل کیا پس ہم انہیں اپنے بعض مقتولین کے بدلے میں قتل کریں گے لہذا تو اپنے دین میں ہرگز شک نہ لا۔ پس حبیب کو اس کی بات سمجھ آ گئی اور اس نے حامی بھر لی حتیٰ کہ وہ قطام نامی عورت کے پاس آئے جو کوفہ کی بڑی مسجد میں ایک خیمے میں محکمہ تھی۔ یہ خیمہ اس نے خود اپنے لیے قائم کیا تھا۔ اس نے انہیں اپنے پاس بلا لیا اور انہوں نے اپنی اپنی تلواریں لیں اور جس گھر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلتے تھے اس کے سامنے بیٹھ گئے پس جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز فجر کے لیے نکلے تو حبیب نے آگے بڑھ کر وار کیا مگر اس کا وار چوک گیا پھر ابنِ بلجم نے آپ کے سر مبارک پر وار کیا اور کہا اے علی! حکم اللہ عزوجل کا ہے، تیرا نہ تیرے ساتھیوں کا، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کتنا بھاگ نہ پائے تو لوگوں نے چاروں جانب سے اسے گھیر کر پکڑ لیا۔ حبیب بائیں کدہ سے بھاگ نکلا پس جب ابنِ بلجم پکڑا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اس کو قید کر دو، اگر میں وفات پا جاؤں تو اسے قتل کر دینا مگر مثلاً نہ کرنا اور اگر میں بچ گیا تو معافی و قصاص کا معاملہ میرے حوالے ہے۔ اس کو ابو عمر نے روایت کیا۔" (۱)

تیسری فصل: کیا "کرم اللہ وجہہ" حضرت علی کے ساتھ خاص ہے؟

کیا "کرم اللہ وجہہ" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ان کے نام مبارک کو سن کر دعا کے لیے کہنا جائز ہے؟ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے جائز ہے۔ یہاں کلام ہے کہ مشہور یہی ہے کہ یہ لفظ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہے لیکن میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا اور دعا کی درخواست کی تو آپ نے اسے دعائے خیر دی پھر آپ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا جس نے کبھی بھی بت کو سجدہ نہ کیا ہو وہ میرے ساتھ

دعا میں شامل ہو جائے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، نبی کریم ﷺ نے انہیں کچھ حکم نہ دیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو آپ نے انہیں دعا کا اشارہ کیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے رہے اور نبی کریم ﷺ اپنی رائے پر ثابت رہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی کہ "اللہ عزوجل آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی بت کو سجدہ نہیں کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں دعا کا اشارہ کیا اور حضرت چاہی" پس میں نے جان لیا کہ اس کا اطلاق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر دو وجہوں سے جائز ہے اول مذکورہ روایت اور ثانی وجہ یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس کا اطلاق اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کبھی بت کو سجدہ نہ کیا تو صرف اپنے رب کو سجدہ کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان سے مکرم فرمایا۔ (یہی وجہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں بھی پائی جاتی ہے) مگر جب یہ اہل شرع سے اذن پر موقوف تھا ورنہ اس کا اطلاق ہر اس شخص پر کیا جاتا جس نے کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا حالانکہ یہ مسوع نہیں ہے، تو میں نے اس میں ہرگز جلدی نہیں کی حتیٰ کہ میں نے "بہر اہلہ اصحاب" میں دیکھا کہ اس لفظ کا اطلاق ابو بکر و علی رضی اللہ عنہما پر کیا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا۔ "بہر اہلہ اصحاب لا عبد الاہل قومی، بقصد حاس خلد رابع حضرت علی کی علامت کا بیان ص 69) تو میں نے بھی اس میں جلدی کی۔ کثیر لوگ مجھ سے اس بارے میں بحث کرتے ہیں اور میں اپنے دل میں کہتا ہوں کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: "ثُمَّ ذَرْنُوهُنَّ عَلَىٰ مَا تَفْعَلْنَ" (الانعام: 92) ترجمہ: "پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگی میں کہیں"۔



۱۔ امام ابن حجر قسمی سے سوال ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرم اللہ وجہہ لکھنے کی کیا حکمت ہے اور کیا یہ کل کسی اور مقامی کے لیے استعمال ہو سکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا اس میں حکمت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی بت کو سجدہ نہ کیا اس لیے مناسب یہ ہے کہ ان کے لیے وہ سید استعمال کیا جائے جو ان سے چہ و سہار کی عظمت اور کرامت کے لائق ہو۔ ان کی اس عظمت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ شامل ہیں کیونکہ انہوں نے کبھی بھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا جیسا کہ مروی ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص 42)

قسم اول کا تیسرا باب

اس باب میں پانچ حصیں ہیں۔

پہلی فصل: ختنین رضی اللہ عنہما میں افضل کون؟

ختنین کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا۔ صحیح اور مشہور مذہب یہ ہے کہ افضل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور ہمارے نزدیک یہی پسندیدہ ہے۔ (اس پر کچھ دلائل درج ذیل ہیں)۔

01: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "امت میں سب سے افضل ابو بکر پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ عنہم ہیں"۔

02: ابو داؤد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہم کہا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آپ کے بعد افضل ابو بکر پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ عنہم ہیں"۔ اسطہرائی نے یہ زائد کیا کہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے انکار نہ کیا۔^۱

03: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کو بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کے برابر نہ سمجھتے تھے پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم پھر ہم صحابہ کرام کو چھوڑ دیتے اور کسی کو فضیلت نہ دیتے۔^۲

04: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا حاصل ہے کہ صحابہ کرام کا جم غفیر کہا کرتا تھا امت میں سب سے افضل ابو بکر پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ عنہم ہیں پھر ہم خاموش ہو جاتے۔^۳ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام اس لیے نہ لیتے کہ اس وقت آپ کی عمر مبارک کم تھی۔ حدیث میں صحابہ سے مراد عمر رسیدہ صحابہ ہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں خلفاء کے بعد افضل ہیں۔ اس کو سمجھ لے۔

05: میں نے ان کی شان میں وارد احادیث کو دیکھا تو سب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نام کو حضرت علی کریم اللہ وجہہ الکریم کے نام سے مقدم پایا۔ اسے لے لو۔ اگرچہ جیسا اسے قبول نہ کرے مگر نظر صحیح اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انصافیت کو پالے گی۔

سلف کا مذہب تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تقدیم ہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب اللہ، باب فی الفضل، ج ۷، ص ۲۰۶

۲۔ المعجم الکبیر، باب الصحن، ج ۱۲، ص ۲۸۵

۳۔ سنن ابی داؤد، کتاب اللہ، باب فی الفضل، ج ۷، ص ۲۰۶

۴۔ المعجم الکبیر، باب الصحن، ج ۱۲، ص ۳۴۵

افصلیت کی طرف جانے والوں نے مذہب میں توقف ہے وہ متاخرین میں سے ہیں اور کچھ علماء نے اس کی صراحت کی ہے: اسی وجہ سے قصیدہ اہالیہ کے بعض شارحین نے مسعود اللہ والدین تھارانی پر طعن کیا، جب انہوں نے اس مسئلہ میں ملف سے توقف نقل کیا کہ "ہم سوائے ابوالعباس القاسمی کے اسلاف میں سے کسی کو توقف کرنے والا نہیں پاتے۔" یہ بہ ضیفہ تو بعض نے ان سے یہ بات نقل کی ہے۔ "پھر کہا" تھارانی اہل صحیح سے نہیں ہیں لیکن بعض تنقیدیں کے کلام میں ہے کہ "نامہ اسلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تقدیم کے قائل ہیں، اس میں غیور ثوری ہیں" تو ان کے بارے میں کہ گیا کہ انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔ دونوں روایتوں میں موافقت یہاں ممکن ہے اس توقف سے رجوع کی روایت ان بعض اولیٰ کئی ہو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم کرتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مذہب صحیح و مشہور یہی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقدم ہیں۔ جیسا کہ امام حنفی اسنادی نے شرح صحیح مسلم میں ذکر کیا۔

دوسری فصل: افصلیت کا معنی

یہ فصل افصلیت کے اس معنی سے بیان میں ہے جو مکوٹ عنہا ہے تاکہ کلام کی حقیقت اور ماوریت اللہ کے فضل اور وہ سے تیرے لیے واضح ہو جائے۔

پس جان لیں کہ ان کے قول "فلان الفضل من فلان" احتمال رکھتا ہے کہ اس کا معنی ہو "الفضل ایسی صفت سے موصوف ہو جو مفعول میں نہ ہو" مثلاً الفضل عالم اور مفعول جاہل ہو، یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ "ان کے مابین مشترک صفت الفضل میں نسبت مفعول کے زیادہ ہے" مثلاً الفضل مفعول سے زیادہ علم والا ہے اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ الفضل تمام اعتبار سے اولیٰ ہے۔

مکوٹ عنہا افصلیت پہلے معنی کے اعتبار سے ہے۔ یعنی صفت غنہ میں رائج ہونا اور وہ صفت عند اللہ کثرت ثواب ہے لہذا اہل سنت کے قول "ابوبکر عمر سے الفضل ہیں" کا معنی یہ ہے کہ ابوبکر کا ثواب عمر کے ثواب سے زیادہ ہے اور یہ عند اللہ ابوبکر کے عمر سے مرتبے میں زیادہ ہونے کو مستلزم ہے۔ یہ معنی اس بات کے متافی نہیں کہ مفعول بعض صفات میں الفضل سے اولیٰ ہو جائے مثلاً کریم جو ہر یہ اور نفسانی خوبیاں جیسے شجاعت و بہادری وغیرہ اور جس کو اہل فضل فصیلت جانیں؛ بلکہ الفضل سے مراد عند اللہ اہل حسنہ کی کثرت کے جب کثرت ثواب ہے۔

اہل حسنہ

وہ اہل جن کی مشقت اسلام اور اہل اسلام کی طرف رائج ہو۔ مثلاً ایمان میں سبقت، اسلام کی تقویت، مسلمانوں کی امداد وغیرہ اور یہ باتیں ابوبکر رضی اللہ عنہ میں زیادہ ہیں کیونکہ یہ سب سے پہلے اسلام لائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی مدد کرتے رہے، ان کے ہاتھ پر اکابر صحابہ مثلاً حضرت عثمان بن عفان، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور عثمان بن مظعون

رضوان اللہ علیہم اجمعین اسلام لائے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ابتدائے اسلام میں اپنے گھر کے دروازے پر مسجد بنائی جس میں عشاء یہ نماز ادا کرتے اور قرآن پڑھا کرتے اور قریش کے بچے اور عورتیں سنا کرتیں۔^۱

جب قریب تھا کہ دین کے شعار کو بدل دیا جاتا تو آپ نے کفار اور مرتدین سے قتال کیا اور اسلام کی مدد کی حتیٰ کہ ایہ ہو گیا کہ اگر آپ نہ ہوتے تو اسلام باقی نہ رہتا۔ جب تم نے اسے سن لیا تو یاد کر لو! کیوں کہ یہ بحث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر شیعہ کے دلائل کو رد کرنے میں حقے نفع دے گی۔

تیسری فصل: ترتیب افضلیت قطعی ہے یا ظنی؟

کیا ترتیب افضلیت قطعی ہے؟ یوں کہ اس پر ترتیب امامت کی طرح دلیل قطعی پائی جائے؟ یا ظنی؟ یوں کہ اس کے دلائل ایسی نشانیاں اور قرائن ہوں جو اولویت اور رجحان کی طرف لے جائیں؟

بھیس اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعری کا مذہب اس کے قطعی ہونے کا ہے اور غاضی مافدنی کا مذہب اس کے ظنی ہونے کا ہے۔ امام الحرمین ابوالحسن قدس سرہ اسی کے بارے میں "الارشاد" میں کہتے ہیں "مسئلہ تفضیل کی بنیاد اس پر ہے کہ افضل کو امام بنانا واجب ہے یا نہیں؟ اور اصح عدم وجوب ہے اس کے سوا اس افضلیت کی ترتیب پر کوئی دلیل نہیں، یہ ایسا ظنی امر ہے جس کا عقل ادا رک نہیں کر سکتی، اور اخبار متعارض ہیں لیکن عن غالب یہی ہے کہ ابو بکر صدیق افضل ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عثمان اور علی رضی اللہ عنہما میں اختلاف ہے" ان کے کلام کا خلاصہ مکمل ہوا۔

مواقف اور اس کی شرح میں ہے "مسئلہ افضلیت کے بارے میں کوئی قطعیت نہیں اور اخبار متعارض ہیں؛ اس کی غایت آخرت میں کثرتِ ثواب پر دلالت ہے اور یہ بات افضلیت کی قطعیت کو ثابت نہیں کرتی کیونکہ کثرتِ ثواب کا مدار کثرتِ اسباب پر نہیں ہے۔ امامت افضلیت کو ثابت نہیں کرتی تو اس پر سوائے اس کے کہ ہم نے مشائخ کو اس پر پایا اور ان سے ہمارا حسن عن یہی ہے کہ اگر ان کے پاس دلیل نہ ہوتی تو وہ ہرگز حکم نہ لگاتے؛ کے کوئی دلیل نہیں ہے۔" ان کے کلام کا خلاصہ مکمل ہوا۔

احتراض: افضلیت کا ظنی ہونا اس کے نزدیک تو مسلم ہے جو مذکورہ افضلیت پر اجماع کا دعویٰ نہیں کرتا۔ رہی اجماع کی صورت جیسا کہ مختار اور ارجح یکساں ہے تو پھر قطعیت نہیں ہوگی کیوں کہ اگر اعتقاد سے کوئی مانع نہ ہو تو اجماع دلائل قطعیہ سے ہے۔

جواب: اجماع تو افضلیت ظنیہ میں ہے اور صفت ظنیہ اس مسئلہ میں محکوم بہ کی قید ہے نہ کہ حکم کو عارض سے ہو اس پر امامت کے سوا دلیل نہیں اور وہ افضلیت کو واجب نہیں کرتی کیونکہ سلف کا مفضول کی تقلید کرنا اس پر دلیل ہے۔ یہ صواعق کا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الکفارات، باب جو راہی مکرئی محمد بنی، ج 3، ص 98

۲۔ شرح المواقیف، المرصد الرابع، المتصدد الخامس، الفضل بعد رسول اللہ، ج 2، ص 404

خلاصہ ہے۔ پھر کہا کہ اہل سنت افضلیت کے نفی ہونے کے قائل ہیں اور شیعہ پر لازم ہے کہ وہ اس کو قطعی کہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ تواتر سے ثابت ہے۔ اہل بیت سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا اقرار اتنا مشہور ہے کہ انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی جیسا کہ ان شاء اللہ آئے گا۔ یہی بات شیخ عبدالحق اور صاحب المہم شرح صحیح مسلم نے کہی ہے۔ واللہ اعلم۔

چوتھی فصل: صحابی نبی جنتی ہونے پر دلائل

ہاں یہ تمام صحابہ کرام صحتی ہیں۔ (قرآن و حدیث سے) استدلال کرتے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "لَا يَسْتَوِي بَيْنَكُمْ مَنَ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْعَشِيرَةِ" ترجمہ: "تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا" یعنی فتح مکہ اور اسلام کی قوت سے پہلے "وَقَتْلُ" اور جہاد کیا" یعنی کفار سے "وَأَلْبَسْتُكُمْ ذُرِّيَّةً مِنَ الَّذِينَ أَنْعَمْتُ عَلَيْهِمْ" دوسرے میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ کیا" یعنی فتح مکہ کے بعد "وَلَقَدْ جَاءَكُمْ" کیا" کیونکہ جو اسلام کے قوی ہونے سے پہلے اسلام لایا اس کے مسلمان ہونے میں اخلاص زیادہ ہے اور عہد اسلام کا زیادہ لائق ہے نسبت اس کے جو بعد میں اسلام لایا "وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ" اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔

(اللہ ۱۰: ۱۰)

تمام صحابہ کے جنتی ہونے پر احادیث

(اس باب میں کثیر احادیث ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:)

01: ہر اہل اور حاکم نے آپ طیبہ السلام سے روایت کیا "اللہ عزوجل نے مجھے جن لیا اور میرے لیے صحابہ کو جن لیا، ان میں سے بعض کو وزیر، بعض کو انصار اور بعض کو سرسالی رشتہ دار بنایا، پس جو ان کی برائی کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنتوں

اب معصوم کے اس کلام میں حضرت کے دلوں کی قطعاً شائبہ نہیں جیسا کہ ہمارے زمانے کے بعض حریف نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ جب مسئلہ افضلیت کی

قطعیت اور طلب میں ملا کا اختلاف ہے تو یہ ضروریات اہل سنت سے کیسے ہو گا؟ اسی طرح ان کے بعض نے کہا اگر یہ مسئلہ قطعی ہو گا تو امام و حقانی

اسے قطعی کہیں گے؟ تو ان سب کا اجمالی جواب یوں ہے کہ قطعی کی دو قسمیں ہیں، اول قطعی بالمعنی الاخص یعنی ایسی قطعیت جس میں تمام اہل قبلہ

شریک ہوں اور اس میں غن کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ یہ قطعیت سرور یا حب وین میں ہوتی ہے۔ دوسری قطعی بالمعنی الاعم یعنی ایسی قطعیت جس میں تمام اہل

سنت شریک ہوں اور یہ قطعیت سرور یا حب اہل سنت میں ہوتی ہے، اسی کو قطعی بالمعنی الاعم و قطعی بالمعنی الاخص کہا جاتا ہے۔ اب مذکورہ تقسیم کی روشنی

میں جو کیا جائے تو واضح ہے کہ مسئلہ افضلیت کے قطعی ہونے اور غنی ہونے میں دو تہاؤں نہیں کیونکہ یہ قطعی کہتے ہیں ان کی مراد بالمعنی الاعم ہے

اور جو قطعی کہتے ہیں وہ قطعیت بالمعنی الاخص کی نفی کرتے ہیں۔ لہذا یہ مسئلہ سرور یا حب اہل سنت سے ہے اور جو اس میں اختلاف کرے وہ نہ نہایت

سے خارج ہو کر ہو۔ تفصیل کے لیے سہی اہل حضرت امام اہل سنت کی مابین تفصیل "مطالعہ الکبریٰ فی اہانتہ سلفۃ العبرین" اور مفتی طبع

از من رضوی کی "ایمانی کرام کے جہاد فضائل کو" کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔

اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ عزوجل اس کی فرضی اور نقلی عبادت کو قبول نہ فرمائے گا۔" ۱۔

02: ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا "ہرگز اس مسلمان کو آگ نہ چھوئے گی جس نے میری زیارت کی اور جس نے میری زیارت کرنے والے کی زیارت کی۔" ۲۔ یعنی میری متابعت پر ثابت قدم رہا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: "وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ" (الحجہ: 100) (ترجمہ: "اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو (پیروی کرنے والے) ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی" یعنی صحابہ کرام کی اتباع کرنے والے۔

03: دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور بزار نے روایت کیا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اللہ عزوجل کسی سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو میرے صحابہ کی محبت اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔" ۳۔

04: طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا آپ علیہ السلام نے فرمایا: "جس نے میرے صحابہ کی برائی کی اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔" ۴۔

05: ترمذی کی روایت ہے "جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کرام کی برائی کرتے ہیں تو کبھی ہمارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔" ۵۔

06: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے "میرے صحابہ کرام ستاروں کی طرح ہیں، تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔" ۶۔

07: حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں "میرے صحابہ میں سے جو کسی زمین پر فوت ہو تو وہ اس زمین والوں کے لیے شفیع ہوگا۔" ۷۔

08: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "خوش خبری ہو اسے جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔" ۸۔

۱۔ المسند الکبیر باب البیعت، 172، ص 140

۲۔ سنن ترمذی (بشار) ابواب المناقب، باب ماجاء فی فضل من راى ائمتی، 067، ص 177

۳۔ التیسیر بشرح الجامع البیہر، 017، ص 66

۴۔ المسند الکبیر، باب البیعت، ج 12، ص 142، الصواعق المحرقة، المکتبۃ الاسلامیہ، ص 14

۵۔ سنن ترمذی (بشار) ابواب المناقب، باب فی سب اصحاب ائمتی، 067، ص 180

۶۔ شرح مسند ابی حنیفہ، ص 498، ذکر استاد منہاج، ص 017، ص 498

۷۔ مسند البزار، مسند بریرہ، ص 308

۸۔ مسند رک علی اصحاب، کتاب صلوٰۃ، ص 96، ذکر فضائل الامۃ بعد اصحابہ، ص 047، ص 96

09: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا "اللہ عزوجل نے میرے لیے میرے صحابہ کرام کو جن لیا اور ان میں سے میرے مددگار اور سرسری رشتہ دار بنائے۔ آخر زمانے میں ایک قوم آئے گی جو ان سے بغض رکھے گی، خبردار ان کے ساتھ نہ کھانا کھانا، نہ پانی پینا، نہ ان سے نکاح کرنا، نہ ان کے ساتھ یا ان پر نماز پڑھنا اور لعنت ان پر حال ہو گئی۔" ۱۔

صحابہ کی ترتیب برسبیل افضلیت

بیعت رضوان والے صحابہ

صحابہ میں افضل حدیث والے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی اور یہ چار ہزار مرد تھے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: "لَقَدْ رَیَیْتُ النَّبِیْنَ اِذْ یُؤْتُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ" (فتح 18) ترجمہ: "بے شک اللہ رضی ہو ایمان والوں سے جب وہ اس جگہ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ان میں سے کوئی نہیں ہے" اور فرمایا: "جو بد یا حدیث میں حاضر ہوا ان میں سے کوئی بھی آگ میں داخل نہ ہوگا۔" ۲۔

اصحاب احد

پھر ان سے افضل اہل احد ہیں۔ غزوہ احد وہ غزوہ ہے جس میں مسلمانوں کو آزمائش اور مصیبت ملی اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دندان مبارک شہید ہوئے؛ بعض علما کا گمان ہے کہ وہ کھل ٹوٹ کر دہن مبارک سے نیچے تشریف لے آئے تھے مگر درست یہ ہے کہ ان کا کچھ حصہ نوج تھا۔ اس میں ستر صحابہ شہید ہوئے۔ اور عشرہ مبشرہ بھی اہل احد سے ہیں؛ اس غزوہ میں مشرکین کے سردار ابوسفیان اموی تھے جو حضرت سدا یہ رضی اللہ عنہما کے والد تھے۔ یہ دونوں فتح مکہ کے سال ایمان لے آئے تھے اور دونوں کا شمار کبار صحابہ میں ہونے لگا۔

اصحاب بدر

پھر ان سے افضل بدری صحابہ ہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ یہ اسلام کے بڑے واقعات میں سے ہے۔ اس میں کفار کا ایک جم غفیر تھا اور صحابہ کرام تھوڑی تعداد میں پانی سے خالی جگہ میں تھے۔ سو اللہ عزوجل نے اسلام کی شوکت کو ظاہر فرمایا اور سید الانام کے دشمن مارے گئے نیز سید المرسلین کی مدد کے لیے فرشتے اترے اور مشرکین کی مدد کے لیے شیاطین آگئے۔ مسلمانوں کی تعداد اس وقت تین سو تیرہ تھی جو مرسلین اور طاہرات کے ساتھیوں کی تعداد کے موافق تھی۔

۱۔ التعلیق فی علم الرجال ص 48

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر نظر فرمائی اور فرمایا: تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔“^۱ وہ فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے انہیں بقیہ تمام فرشتوں پر شرف و منزلت حاصل ہے۔

علامہ دوانی نے محدثین سے نقل کیا ”اہل بدر کے ذکر کر کے دعا کرنے سے دعا قبول ہوتی ہے اور یہ میری تجربہ شدہ بات ہے۔ اے اللہ! ہمیں سنت کے طریقہ پر ثابت قدمی عطا فرما اور سید المرسلین اور آپ کے تمام صحابہ کی حرمت کے صدقے دنیا و آخرت کی رسوائی سے ہمیں بچا۔“

عشرہ مبشرہ صحابہ کرام

پھر ان سے افضل عشرہ مبشرہ ہیں۔ یہ وہ افراد ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی اور فرمایا: ”ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمن بن عوف جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں، سعید بن زید جنتی ہیں اور ابو عبیدہ بن جراح جنتی ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین۔“^۲ ان کی فضیلت میں کثیر احادیث وارد ہیں۔

اعتراض: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ عبدالرحمن بن عوف نے فرمایا: ”حضرت حمزہ شہید کیے گئے اس حال میں کہ وہ مجھ سے بہتر ہیں، مصعب بن عمیر شہید کیے گئے اس حال میں کہ وہ مجھ سے بہتر ہیں۔“

اس کے چند جواب ہیں:

۱) یہ فرمان تواضع و عاجزی پر محمول ہے۔ ۲) خیریت الفضیلت سے اہم ہے۔ ۳) فتح ابن جبرکی نے فرمایا: عشرہ مبشرہ کی الفضیلت اس پر ہے جو آپ علیہ السلام کے زمانہ میں شہید نہ ہوا جب کہ یہ دونوں آپ علیہ السلام کے زمانے میں شہید ہوئے۔ غلطی نہ رہے یہ قول باطل ہے اور اہل سنت اور ان کے غیر؛ شیعوہ و غیرہ کے اجماع کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم!

عشرہ مبشرہ میں افضل ابوبکر صدیق پھر عمر بن خطاب پھر عثمان بن عفان پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان کے فضائل میں کثیر احادیث ہیں جو کہ تواضع کی حد کو پہنچی ہوئی ہیں اور یہ صحابہ کرام کے سرور ہیں۔ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ افضل ابوبکر پھر عمر بن خطاب ہیں اور اہل سنت میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اور جس نے انکار کیا وہ سنی نہیں رہا۔ جو شخص معتبر علماء سے اس مسئلہ کا انکار روایت کرے اس کی روایت مستحضر نہیں۔ اس کو پہلے باعدہ لے۔ البتہ لوگوں نے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں اختلاف کیا؛ جیسا کہ ہم ذکر کریں گے۔ فتح عبدالحق نے کہا ”صحابہ کرام کی الفضیلت کی یہ ترتیب مجمع علیہ ہے؛ اس کو ابو منصور النیسبی نے نقل کیا۔“

۱۔ صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب الاظہار و اعدای الخ، 067، ص 149

۲۔ سنن ترمذی (شاکر)، ابواب المناقب، مناقب عبدالرحمن بن عوف، 057، ص 647

یا نجویں فصل: مبشرین بالجنتہ صحابہ

ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیعت رضوان والے، اہل بدر، عشرہ مبشرہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، ان کے دونوں شہید بیٹے، خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، عائشہ صدیقہ علیا، حضرت حمزہ و عباس، سلمان، صہیب اور عمار بن یاسر وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین اس افراد میں سے ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ جنتی ہونے کی بشارت دی کیونکہ اس کے بارے میں صحیح اخبار وارد ہیں۔ (جو مستدرجہ ذیل ہیں):

01: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ان میں سے کوئی بھی آگ میں داخل نہیں ہو گا۔" ۱۔

انہیں کے بارے میں کلام مجید میں وارد ہوا "قَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْ التَّوْبَتَيْنِ إِذْ يَسْأَلُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ" (ترجمہ: "بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے تہا ری بیعت کرتے تھے") (التغ: 18)۔

02: آپ علیہ السلام نے فرمایا: "وہ شخص آگ میں داخل نہیں ہو گا جو بدر یا حدیبیہ میں حاضر تھا" ۲۔ دوسری روایت کے الفاظ ہیں "اللہ عر و جل نے اہل بدر پر نظر فرمائی اور فرمایا تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہیں بخش دیا" ۳۔ اور حدیث میں ہے "ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، اے" گزشتہ فصل میں گزری مگر اس میں حبیدہ بن جراح مذکور نہیں ہیں۔

03: آپ علیہ السلام نے فرمایا: "فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہے" ۴۔ اور حسن و حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں" ۵۔ اس کے علاوہ کثیر احادیث ہیں اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو جنت کی بشارت کو عشرہ مبشرہ سے خاص کرنا کرتے ہیں۔ صحیح محقق عبدالحق دہلوی نے ان کے قول کی قباحت کو بیاں کیا اور فرمایا: یہ گمان محض غلط اور واضح جہالت ہے۔

اخریٰ: ان دس کی بشارت کے ساتھ وجہ شہرت کیا ہے؟

جواب: یہ ان بدعتیوں کا رد ہے جو ان کی برائی کرتے، طعن کرتے اور انہیں عیب لگاتے ہیں۔ پس علماء نے ان کے ذکر کا اہتمام کیا کیونکہ رد افئض کی کثرت تھی اور لوگوں کے درمیان رد افئض کا مذہب پھیل رہا تھا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عشرہ مبشرہ کی بشارت قطعی ہے اور ان کے علاوہ کی قطعی ہے جو ان دس کی بشارت کی قوت، شہرت اور توازن کو نہیں پہنچ سکی۔ یہ جواب

۱۔ صحیح ابن حبان، تاریخ کتاب التسمیاء، باب المردج و کتبہ الجہاد، 117، ص 127

۲۔ سنن ابن ماجہ، باب المردج، باب ذکر البیعت، 057، ص 345

۳۔ صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب لا تھکوا بعدی الخ، 067، ص 149

۴۔ مستدرک علی الصحیحین، کتاب سرور الصحابہ، ذکر مناقب فاطمہ، 037، ص 164

۵۔ مستدرک علی الصحیحین، کتاب سرور الصحابہ، ذکر مناقب حضرت حسن و حسین، 037، ص 429

احادیث میں عدم تتبع اور عدم تذکرہ کا نتیجہ ہے اور حق بات یہ ہے کہ خلفاء راشدین، حضرت فاطمہ اور ان کے شہزادوں رضی اللہ عنہم کی بشارت مشہور اور تو اتر معنوی کی حد کو پہنچی ہوئی ہے۔ یہ ”تکمیل الایمان و تقویۃ الاقان“ میں شیخ کے کلام کا خلاصہ ہے۔ باقی رہے وہ صحابہ کرام جن کے بارے میں بشارت نہیں تو کہا گیا کہ وہ سب کے سب جنتی ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ اس طرح نہ کہا جائے بلکہ ان کے لیے غیر صحابہ سے بڑھ کر جنت کی امید رکھی جائے۔ رہے عام مسلمان تو ہم ان کے بارے میں جنتی یا جہنمی ہونے میں سے کسی کی شہادت نہیں دیتے بلکہ یوں کہا جائے گا کہ مومنین جنتی اور کافر جہنمی ہوں گے۔ یہ بھی جائز ہے کہ یوں کہا جائے کہ فلاں اگر ایمان پر فوت ہوا تو وہ جنتی ہے اور اگر کفر پر مرا تو وہ جہنمی ہے۔

پچھلی فصل: حضرت عائشہ کی حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہما) پر فضیلت

(اس میں چار مذاہب ہیں:)

پہلا مذہب: بعض علماء حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی الفضلیت کے قائل ہیں۔ (ان کے دلائل درج ذیل ہیں:)

01: آپ رضی اللہ عنہا کی نکاحیت۔

02: آپ کی اہلیت۔

03: صحابہ کرام کا استخفا کے لیے ان کی طرف رجوع کرنا۔

04: آپ علیہ السلام کا فرمان ہے ”عائشہ کی عورتوں پر فضیلت ایسے ہے جیسے شہید کی فضیلت کھانوں پر“۔^۱

05: ”کشف العقیدہ“ میں ہے: ”حضرت عائشہ حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہما) سے افضل ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی بقیہ بیٹیوں سے افضل ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔“

06: بعض نے کہا وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک درجہ میں ہوں گی اور فاطمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درجہ میں ہوں گی اور نبی کریم ﷺ کا مقام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقام سے ارفع و اعلیٰ ہے پس صدیقہ کا درجہ اعلیٰ اور ثواب زیادہ ہے اور الفضلیت سے مراد بھی یہی ہے۔ بعض نے کہا ”جو حضرت زہرا کو صدیقہ سے افضل کہے وہ رافضی ہے۔“ اسے نور الدین فاروقی اور ابن سراج نے رد افض کے اقوال میں ذکر کیا جیسا کہ مقدمہ الکتاب میں ہم نے بیان کیا۔ بعض لوگ حد سے بڑھ گئے اور انہوں نے صدیقہ کو ان کے والد ابو بکر (رضی اللہ عنہما) پر فضیلت دی مگر یہ ہرگز معقول نہیں۔

دوسرا مذہب: بعض علماء حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی الفضلیت کے قائل ہیں۔ (ان کے دلائل درج ذیل ہیں:)

01: حدیث میں ہے ”عالم کی سب سے افضل اور اکمل عورتیں مریم بنت عمران، فاطمہ بنت محمد ﷺ اور آسیہ زوجہ فرعون رضی اللہ عنہن ہیں۔“^۲۔ مستقلانی نے کہا یہ روایت حضرت فاطمہ کے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہما) سے افضل

۱۔ مجمع بخاری، کتاب اصحاب النبی، باب فضل عائشہ، ج ۱، ص ۲۹۰۔

۲۔ مستدرک علی الصحیحین، کتاب تواریخ المسلمین، باب ذکر نبی اللہ ﷺ، ج ۱، ص ۶۵۰۔

ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

02: روایت ہے "فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں"۔^۱ یہ حدیث اس کی تمام عورتوں حتیٰ کہ حضرت مریم اور آسیہ رضی اللہ عنہما سے افضلیت پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ امام سیوطی نے ذکر کیا مگر حضرت مریم رضی اللہ عنہا ان بعض احادیث کی رو سے مستثنیٰ ہیں جو حضرت ذہرا کی فضیلت میں ہیں۔ پس یہ مساوات کا احتمال رکھتی ہیں یا اس کے عکس کا (یعنی حضرت مریم افضل ہوں)۔

03: حدیث میں ہے "اس امت میں فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسے ہی ہیں جیسے مریم اپنی قوم میں"۔^۲
مذہب اول کے دلائل کا جواب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں وارد حدیث میں لفظ نساء سے مراد مذکورہ خواتین کے علاوہ ہیں تاکہ اورہ کو جمع کیا جاسکے جیسا کہ مسندانی نے ذکر کیا۔ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کے درجے میں ہوں گی کیوں کہ حدیث میں ہے کہ آپ نے انہیں فرمایا: "میں، قم، علی، حسن اور حسین جنت کے ایک درجے میں ہوں گے"۔^۳

امام سیوطی نے کہا مذہب میں اصح مذہب یہی ہے کہ حضرت فاطمہ کو حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) پر فضیلت ہے اور امام مالک سے اس بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: "فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے جگر کا ٹکڑا ہیں اور آپ علیہ السلام کے جگر کے ٹکڑے پر کسی کو فضیلت نہیں"۔ تاج الدین سبکی شافعی نے کہا "ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں پھر ان کی والدہ پھر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا"۔^۴

تیسرا مذہب: بعض علماء مساوات کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرماں ہے "عورتوں میں سب سے افضل حضرت فاطمہ، خدیجہ، عائشہ، مریم اور آسیہ رضی اللہ عنہن ہیں"۔^۵

چوتھا مذہب: اس مسئلہ میں توقف کیا جائے۔ میرے (یعنی مصنف کے) نزدیک یہی پسندیدہ ہے اور اس میں مساوات ہے کیونکہ افضلیت سے مراد اگر جو ہر ہی کرامت اور فضیلت (اسیے مراد ہو تو فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں مگر یہ مسموٹ عنہا نہیں

^۱ مستدرک علی الصحیحین کتاب سرور الصحابہ، ذکر مناقب فاطمہ، ج 03، ص 164

^۲ حدیث 9616، ص 284، ج 07

^۳ یہ حدیث ان القاء کے ساتھ۔ علی کرم اللہ وجہہ لہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا "جنت میں سب سے پہلے میں، فاطمہ، حسن اور حسین، علی ہوں گے"۔ (مستدرک اللہ، حدیث 4723، ص 164، ج 03)

^۴ رشا، اسد دی، باب فضل عائشہ، ص 06، ج 141

^۵ مسند امام احمد، ج 2668، ج 04، ص 409

اور اگر نبی کریم ﷺ کا زیادہ محبوب ہونا ہے تو اس معنی میں احادیث متعارض ہیں؛ کچھ احادیث میں ہے "عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب فاطمہ رضی اللہ عنہا اور مردوں میں علی رضی اللہ عنہ ہیں" "سب اور کچھ میں ہے "عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب عائشہ رضی اللہ عنہا اور مردوں میں ان کے والد رضی اللہ عنہ ہیں"۔ "اگر مراد کثرتِ ثواب ہو تو یہ ایسا امر ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور احادیث اس بارے میں متعارض ہیں لہذا توقف کی راہ راہ سلامت ہے جیسا کہ بعض شوافع اور احناف اسی طرف گئے۔ رہا احادیث کو جمع کرنا تو یہ حیثیات کے اختلاف اور اصناف کے اعتبار سے ممکن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!



قسم اول کا تیسرا باب

امامت کی بحث

یہ امامت کی مباحث کے بیان میں ہے۔

یہ مسئلہ فردی کے زیادہ لائق ہے کیونکہ امام کو مقرر کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ واضح ہے کہ یہ مسئلہ احکام علیہ سے ہے نہ کہ اعتقاد یہ ہے؛ مگر اس معاملے میں روایات اور خوارج نے قاسم اعتقادات ظاہر کر دیے تو متکلمین نے اس کو علم کلام سے ملحق کر دیا۔ اس میں کچھ ضللیں ہیں۔

پہلی فصل: امامت کی تعریف

اس کی تعریف میں اختلاف ہے۔

پہلی تعریف: کسی شخص کے لیے دین و دنیا کے معاملات کی ریاست عامہ کو امامت کہتے ہیں۔ اس تعریف میں عامہ کی قید قاضی وغیرہ کو نکالنے اور آخری قید تمام افراد کی اکٹھے امامت کرنے کو نکالنے کے لیے لگائی گئی، کیوں کہ تمام افراد شخص واحد نہیں ہو سکتے۔ یہ تعریف نبوت سے ٹوٹ جاتی ہے۔

دوسری تعریف: امامت: امامت دین میں رسول اللہ ﷺ کی نیابت کو کہتے ہیں کہ تمام امت پر اس کی اتباع فرض ہو۔ اس میں آخری قید سے قاضی، اس کی مثل اور مجتہد نکل گئے کیونکہ مجتہد کی پیروی صرف اسی پر واجب ہے جو اس کی تقلید کرے۔ یہ تعریف صاحب مواقف کی پسندیدہ ہے۔

دوسری فصل: تقریر امام کا وجوب

زمانہ نبوت ختم ہونے کے بعد امام مقرر کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو اللہ پر واجب ہے یا ہم پر؟ نیز یہ وجوب عقلی ہے یا سنی؟ ان میں علماء کا اختلاف ہے۔ (اس میں کچھ مذاہب ہیں، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں)۔

حارثیوں کا مذہب ہے کہ مطلقاً واجب نہیں۔ امامیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ پر عقلاً واجب ہے۔ ابو بکر اصم کہتا ہے کہ حالت امن میں واجب نہیں کیونکہ حاجت نہیں ہے۔ غوغلی^۱۔ اس کے عکس کا قائل ہے کہ حالت امن میں واجب ہے اور

۱۔ عبد الرحمن بن کیسان، ان کا امام ابو بکر کا نام یہ سنائی فقہ مشرور تصحیح المسائل تھا، اس سے خلاف معتز کے ساتھ منکر ہے بھی کیے اس کی چھ تصانیف ہیں ان میں سے تفسیر القرآن بھی شامل ہے۔ مورخ 225ھ میں اس نے وفات پائی۔ (ساکن المیزان حرف بیس 037، ص 427) الامام ابو بکر، حرف امین، 032، ص 323

۲۔ "نعم غوغلی غوغلی کی طرف منسوب ہے جو کثیر پائی اور وہ حق و اہل جگہ ہے" المرصد الرابع، المقصد الرابع، 087، ص 377، درکنان اصطلاحات البصیر میں ہے وہ صفام بن مرقا تھا، معتزلہ کے فرقہ ہاشمیہ والے۔ کشف المصنون، 027، ص 1741

حالت فساد میں واجب نہیں کیونکہ عالم لوگ اس کی اطاعت نہ کریں گے تو یہ فتنہ کا سبب ہوگا۔ معزز کہتے ہیں کہ ہم پر عقلی طور پر واجب ہے اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک ہم پر سعی طور پر واجب ہے اور یہی حق ہے۔ سب سے پہلے ہم باطل مذاہب کو رد کریں گے پھر اہل سنت و جماعت کے نزدیک جو حق ہے اس کو ثابت کریں گے۔

حارجیوں کی دلیل یہ ہے کہ امام مقرر کرنے میں فتنہ کو بھڑکانا ہے کیونکہ خواہشات میں اختلاف ہوتا ہے تو ہر قوم اپنے کسی شخص کی امامت کا دعویٰ کرے گی یوں ان میں جھگڑا ہوگا جیسا کہ فی الحال مشاہد کیا جا رہا ہے۔ ان کو جواب دیا گیا کہ مقرر کو ترک کرنے کا فتنہ زیادہ ہے لہذا اتھوڑے شرکی وجہ سے بڑی خیر کو چھوڑنا بھی کثیر شر ہے۔

امامیہ نے یوں دلیل دی کہ نصب امام لطف ہے۔

جس سے بندہ شیعوں کے قریب ہوتا اور گناہوں سے اجتناب کرتا ہے۔ (لہذا یہ اللہ پر واجب ہے)

اس کے چند جواب ہیں:

- (1) اللہ عزوجل پر کچھ واجب نہیں جیسا کہ یہ بات سابقہ ابواب میں مدلل گزری۔ یہ عمدہ جواب ہے۔
- (2) امام مقرر کرنا کچھ خرابیوں کو مطمئن ہوتا ہے اگرچہ وہ قلیل ہوں لہذا یہ لطف محض نہ ہوا کہ خالص لطف تو جب واجب ہے تمام مفاسد سے خالی ہوتا۔

- (3) لطف تو یہ جب ہو جب امام ظاہر ہو اور قبائح سے روکنے والا ہو اور یہ بات شیعہ کے نزدیک لازم نہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مہدی چھپے ہوئے ہیں، اس کے باوجود وہ امام ہیں۔

صاحب تجربہ نے انہیں جواب دیا کہ امام کا وجود لطف ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ "زمین بھی بھی ایسے امام سے حال نہیں ہوتی جو جنت کو قائم کرنے والا ہو برابر ہے کہ ظاہر و مشہور ہو یا خوف کی وجہ سے پوشیدہ ہوتا کہ بندوں پر اللہ عزوجل کی محبت باطل نہ ہو"۔ اس جواب کا فساد عقلی نہیں کیونکہ امام سے فرض تو احکام کو نافذ کرنا ہے اور پوشیدہ ہونے کی صورت میں محفیہ احکام متصور نہیں بلکہ یہ لطف بھی نہ ہوگا۔ رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کا جواب تو اس میں احتمال ہے کہ یہ روایت ہی صحیح نہ ہو۔

اعتراض: امام محض لطف ہے اگرچہ پوشیدہ ہو کیونکہ مکلف جب اس کے وجود کا قائل ہوگا تو اس کے ظہور سے خائف ہو کر قہار سے رک جائے گا۔

جواب: کسی بھی وقت میں فقط اس کی تخلیق و ایجاد کا حکم ہی اس معنی کے لیے کافی ہے کیونکہ مکلف اس حاکم کے ظاہر

اب لطف سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے احسان اور فضل کرتے ہوئے مخلوق کو پیدا کیا۔ تو جس طرح وہ بطور تکوین ان کی تربیت کا ادنیٰ ہے تو اسی طرح تشریح کی جہت سے بھی ان کی سعادت مند کاموں کی طرف رہنمائی کا ذمہ دار ہے۔ یہاں لطف سے بھی مراد ہے۔ پس لطف بندے کو نیکی کے قریب لود کرنے سے اس طرح دور کرتا ہے کہ مکلف کی قدرت کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔

سوے سے ڈرتا ہے جس کے بارے میں اسے علم ہو کہ سلطان اسے بھیج دے گا؛ جس طرح وہ اس حاکم کے ظہور سے ڈرتا ہے جو کہ قریب میں پوشیدہ ہو یوں کہ اس کا کوئی اثر و علامت نہ ہو۔ اسی طرح شرع تحرید میں ہے۔

اصح کی دلیل یہ ہے کہ امام کو مقرر کرنے سے غرض قتلہ کو ختم کرنا ہے تو جب قتلہ نہ ہو تو اس کی حاجت نہیں۔ اس کا رد یوں کیا گیا کہ قتلہ کے وقت جدید امام کو مقرر کرنا تو بہت مشکل ہے۔ ہاں اگر وہ پہلے سے مقرر ہو گا اور اپنی امامت کے معاملات میں مشغول ہو گا تو قتلہ ختم ہو جائے گا۔ غلطی کے استدلال کا بطلان ظاہر ہے۔

اہل سنت و جماعت کے دلائل

اہل سنت و جماعت کے دلائل درج ذیل ہیں:

01. صحابہ کرام کا اجماع ہے کیونکہ انہوں نے اس کو تمام واجبات پر مقدم رکھا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی تدفین پر اسے مقدم رکھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو اس کی دعوت دی تو صحابہ نے اس میں جلدی کی اور کہا آپ نے سچ کہا۔

02. شارع نے حدود کو قائم کرنے، اسلامی سرحدوں کی حفاظت اور اسلام کے دشمنوں سے جہاد کو واجب قرار دیا اور یہ امور بغیر امام کے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اور جس کے بغیر واجب کھل نہ ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔

03. تکالیف کو دور کرنا اور منافع کا حصول امام کے سر ہونے منت ہے اور ہر وہ امر جو ایما ہو وہ واجب ہوتا ہے۔ صغریٰ کا ثبوت یہ ہے کہ یہ اشیا ضروریات کے قریب ہیں۔ مضبوط حاکم کے نہ ہونے سے جن قتلوں کا مشاہدہ ہوتا ہے وہ اس پر بطور شاہد کافی ہیں۔ بلکہ اس طرح کی چیزیں تو بے زبان حیوانات میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً شہد کی مکھی، بٹھی وغیرہ اور رہا دلیل کا کبریٰ تو اس پر اجماع ہے۔

تیسری فصل: امامت کی شرائط

(اس کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں:)

01. مسلمان ہونا، کیونکہ کافر دین کو ڈھانے اور کفر کو بلند کرنے میں کوشاں رہے گا۔ نیز اللہ عزوجل نے فرمایا ”وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شهادتاً“ (نساء: 141) ترجمہ: ”اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا“۔

02. آزاد ہونا؛ کیونکہ غلام اپنے مولیٰ کی خدمت میں مشغول ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ کہ لوگ اس کی پیروی سے عار محسوس کرتے ہیں۔

03. مرد ہونا؛ کیونکہ عورت میں حیثیت نہیں ہوتی نیز دین و عقل میں (از روئے نص) ناقص ہوتی ہے اور اس پر پردہ لازم ہے۔

04. بالغ ہونا؛ کیونکہ بچہ احکامات نہ نہیں کر سکتا اور اس کے پاس بہادری، تدبیر اور رائے معدوم ہوتی ہے۔

جواب یہ ہے کہ ہم قبیح عقلی کو تسلیم نہیں کرتے نیز کبھی مفصول افضل سے زیادہ امامت کے مصالح کا عارف ہوتا ہے۔ بعض اہل سنت سے ان کے جواب میں یوں استدلال کیا کہ حضرت مہر رضی اللہ عنہ نے امامت کو چھ افراد کی شوری کے مابین رکھ دیا حالانکہ ان میں بعض بعض سے افضل تھے۔ تیسرا جواب یہ کہ افضلیت عقلی امر ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ کہا گیا یہ جواب شیعہ کے خلاف حجت نہیں بس سکتا کیونکہ وہ امام کے تقرر کو اللہ عزوجل پر واجب قرار دیتے ہیں نہ کہ انسانوں پر مگر میں کہتا ہوں (یعنی مصنف) ہرگز نہیں بلکہ یہ صلاحیت رکھتا ہے (کیونکہ عدم وجوب.....)۔

03: صحیح مسائل کا علم ہوتا۔ اس کا رد کیا گیا کہ یہ تو بدیہی طور پر محال ہے۔

04: اس کے ہاتھ پر معجزہ کا ظہور ہوتا۔ دعویٰ امامت میں ان مذکورہ تین شرائط کا بطلان آئندہ کی اس بحث سے واضح ہو جائے گا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت بالا جماع ثابت ہے اور ان کے ہاتھ پر معجزہ کا ظہور نہ ہونا بھی اجماعی طور پر ثابت ہے۔

05: معصوم ہونا۔ اور اس شرط پر ان کے پاس چند شبہات ہیں (جو مع جواب مندرجہ ذیل ہیں):

شبہ اول: اگر عصمت واجب نہ ہو تو تسلسل لازم آئے گا۔ لازم اس طرح کہ امامت کی حاجت اس لیے ہوتی ہے کہ لوگوں سے ظلم و غفل میں خطا کا صدور جائز ہے تاکہ امام ان کو زجر کر سکے پس اگر امام سے بھی خطا جائز ہو تو ایک اور امام کی حاجت پیش آئے گی جو اس کو زجر کر سکے سو اسی طرح سلسلہ چلے گا تو تسلسل لازم آئے گا۔ اس کے چند جواب ہیں:

(1) عدم عصمت سے لازم نہیں آتا کہ امام سے قبیح کا صدور واجب ہو جیسا کہ ان شاء اللہ اس کی تحقیق آئے گی۔ (2) شرح تجربہ میں ہے تقرر امام کی حاجت وہ نہیں جو انہوں نے ذکر کی بلکہ اس کا علاج اس بات کا خوف ہے کہ کہیں چوروں، ڈاکوؤں جیسے افراد مملکت پر قابض نہ ہو جائیں۔ اس جواب میں جو کمزوری ہے اس میں غور و فکر چاہیے۔ (3) ضرورتیں منظورات کو سماح کر دیتی ہیں تو دوسرے امام کی حاجت نہ ہوگی جو پہلے کو زجر کر سکے کیونکہ عصمت ایسا امر ہے جس کا عقل و ادراک نہیں کر سکتی بلکہ اسے نص سے جانا جاسکتا ہے اور ہر اس زمانے میں امام کو مقرر کرنا ضروری ہے جس میں امام نہ ہو حالانکہ عصمت پر لوگوں کو اطلاع نہیں ہوتی پس جاں لیا گیا کہ یہ شرط نہیں مگر تقرر امام مشکل ہو جائے۔

شبہ ثانی: امام رسول کا نائب ہے رسول معصوم ہوتا ہے تو اس کا نائب بھی معصوم ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ معصیت علیہ میں (عصمت کی) علت اشد ہے (جب کہ معصیت میں ایسا نہیں) لہذا اقیاس قاسد ہے۔

شبہ ثالث: امام کی اطاعت واجب ہوتی ہے پس اگر غیر معصوم امام ہو تو معصیت کا ارتکاب لازم آئے گا اور یہ قاسد ہے۔ جواب یہ ہے کہ امام کی اطاعت قطعاً انہیں کاموں میں منحصر ہے جو معصیت نہ ہوں اور ((حدیث پاک میں ہے)) "اللہ

اب یہاں سے چند کلمات بگھنٹے آئے جس بنا پر ترجمہ بھی نہ ہو سکا۔

کی نافرمانی میں کسی حقوق کی اطاعت نہیں۔"۔

شہ رابع: غیر معصوم عالم ہے اور عالم کو امامت کا عہدہ نہیں مل سکتا کہ اللہ نے فرمایا "لَا يَتَّخِذُ الْغُلَايِطُونَ" (البقرہ: 124) (ترجمہ: "میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا")۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عدم عصمت کا معصیت ہونا ممنوع ہے اور علی سمیل التسلیم کہ وہ امام کو لازم ہے ہم غیر معصوم کے عالم ہونے کے لزوم کو نہیں مانتے کیونکہ ظالم وہ ہے جو ایسی معصیت کا مرتکب ہو جو عدالت کو ساقط کر دے۔ شیعہ اور بھی امور کی شرط لگاتے ہیں جن کے ابطال میں کسی دلیل کی حاجت نہیں۔

ابو جعفر رافضی کی باطل شرائط

ابو جعفر رافضی نے کہا "امام کی کچھ علامات ہیں، کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والا، بردبار، متقی، فیاض، بہادر اور عبادت گزار ہو، وہ سختہ شدہ پاک پیدا ہو اور جس طرح آگے دیکھتا ہے اسی طرح پیچھے دیکھے اور جب ماں کے پیٹ سے زمین پر آئے تو اپنی مٹھیوں کے بل آئے اس حال میں کہ کلہ شہادت کی آواز بلند کرے اور یہ قسم نہ ہو، اس کا دل نہ سوتے، اس پر نبی کریم ﷺ کی ذرہ مکمل پوری آتی ہو، اس کے پاس ذوالفقار کوار اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قرآن ہو۔ یہ وہ صحیفہ ہے جو ائمہ اثنا عشریہ کی مدح میں آسمان سے اتر آتا۔ اس کے پاس ایک ایسا رجز ہو جس میں قیامت تک کے اس کے قبیعین اور مخالفین کے تمام درج ہوں اور اس نے پیشاب و پاخانہ کبھی نہ دیکھا ہو۔ اس کے علاوہ اور بھی باطل باتیں ہیں۔"

چوتھی فصل: انعقاد امامت کے طرق

(یہ چند امور ہیں جو درج ذیل ہیں:)

01: رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نص ہونا۔

02: سابقہ امام سے نص ہونا۔ ان دو شرطوں سے امامت کے حصول میں اجماع ہے۔

03: اہل حل و عقد کا بیعت کرنا، یہ اہل سنت و جماعت، معتزل اور بعض شیعہ کے نزدیک ہے۔ اور اکثر شیعہ کا اختلاف ہے اور اس پر ان کے کچھ شبہات ہیں۔

شہ اول: امامت اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی نیابت ہے تو یہ غیر کے قول سے حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر یہ عبادت ہو تو امام قبیح کا خلیفہ ہوگا نہ کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بیعت امامت کی مظہر اور اس امام کے اللہ و رسول کی طرف سے نائب ہونے کو ظاہر کرنے والی اور اس پر دلیل ہے۔

شہ ثانی: بیعت سے امامت کو ثابت کرنا فتنے کو بھڑکانے کا کیونکہ ممکن ہے کہ ہر فرقہ طلبہ و فتنے کی بیعت کر لے یوں ان کے مابین جنگیں واقع ہوں گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عدم امام کا قتل اس سے بھی اشد ہے۔

شہ ثالث: قضاء ایک چھوٹا معاملہ ہے جو بیعت سے حاصل نہیں ہوتا جبکہ امامت امر عظیم اور متہم بالشان ہے تو یہ اس سے

کیسے حاصل ہوگی؟ جواب یہ ہے کہ ہم بیعت سے قضاء کے منعقد نہ ہونے کو نہیں مانتے اور اگر مان لیں کہ اس سے منعقد نہیں ہوتا تو یہ اس وقت ہے جب امام موجود ہو؛ اگر امام موجود نہ ہو تو احکام کے نقاد کے لیے قاضی کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

شہد صالح: بیعت کرنے والوں کو رعیت پر کوئی اختیار نہیں کہ وہ کسی دوسرے شخص کو ان پر حاکم بنائیں۔ اس کا جواب دیا گیا کہ اہل حل و عقد کا بیعت کرنا اس بات کی علامت ہے کہ یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے منصوص ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے ان کی بیعت و مسلمانوں پر حجت بنایا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کا شہد شاہد سے ٹوٹ جاتا ہے کہ اسے مشہود علیہ پر کوئی تصرف نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود حاکم اپنے حکم کے ذریعے اس کو مشہود علیہ پر تصرف بنا دیتا ہے۔

شہد خاص: بیعت کرے والوں پر بعض شرائط چلی ہوتی ہیں مثلاً افضلیت اور مصمت وغیرہ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ان کا شرط ہوتا ہی نہیں مانتے جیسا کہ گزرا، اگر ان کا شرط ہونا مان لیا جائے تو اس کا نقلی ہونا بمعنی عدم نقل تسلیم نہیں۔

شہد سادس: شیعہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تھوڑی سی مدت کے لیے مدینہ میں حاضر نہ تھے تو اپنا نائب مقرر فرمایا تو ضروری ہے کہ اپنی وفات کے بعد بھی مقرر کیا ہو۔

شہد سابع: امامت، دین کے بڑے امور میں سے ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا: "أَلَيْسَ لَكُمْ مَعَكُمْ وَبَيْنَكُمْ" (الحکمہ 03) (ترجمہ:)" آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا" ایسے لازم ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں خلفاء کو بیان کیا ہو یا رسول اللہ ﷺ نے جان کیا ہو اور نہ دین میں کسی لازم آئے گی اور مذکورہ امامت تو اس کے برعکس ہے۔

پہلے شہد کا جواب تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جانتے تھے کہ صحابہ کرام اس معاملہ میں جلدی کریں گے جیسا کہ من قریب تفصیل آئے گی ان شاء اللہ۔ دوسرے شہد کا جواب یہ ہے کہ اہل حل و عقد کی بیعت؛ اللہ اور اس کے رسول کی نص کی طرح ہے بہذا دین میں کسی لازم نہیں آتی۔

جان لیا جائے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک بیعت میں تمام اہل حل و عقد کا اجماع شرط نہیں بلکہ بعض کے نزدیک پانچ اہل علم اور بعض کے نزدیک چار کافی ہیں اور کہا گیا کہ ایک ہی کافی ہے اور بعض علماء نے کہا یہی اسح ہے۔ بعض نے کہا بیعت علی رکوعی الا شہاد ہونا لازم ہے۔



صحابہ کی مدح میں قصیدہ

یا من ترید نجاتاً من عذاب لظن
اکبر صحابة غیر الخلق و استقم
(ترجمہ:) اے وہ شخص جو بھڑکتی آگ کے عذاب سے نجات چاہتا ہے! خیر الخلق علیہ السلام کے صحابہ کرام کی
عزت کر اور اس پر عظمت قدم رہ۔

انهم الذابین علا دن النبی بهم
و شام نعوذوا من العرب و العجم
(ترجمہ:) یہ وہ ہستیاں ہیں جن کے سبب نبی کریم علیہ السلام کا دین بلند ہوا اور عرب و عجم کے اطراف میں پھیل
گیا۔

و جاهدوا ینالکم الجہد طالبا
و شاء سیدنا راضون بالنتقم
(ترجمہ:) اپنے سردار کی رضا کے طالب ہو کر انہوں نے خود جہاد کیا، اس حال میں کہ وہ تکالیف پر راضی تھے۔
صحابی کون؟

صحابی کی تعریف میں علانے اختلاف کیا ہے۔ (ان میں سے کچھ تعریفات درج ذیل ہیں):
01: کہا گیا جس نے رسول اللہ ﷺ کو صاحبِ ایمان میں دیکھا، اگرچہ ایک نظری ذالی اور ایمان پر فحوت ہو اگرچہ
درمیان میں ارتداد متخلل ہو۔ اس تعریف کے مطابق عبداللہ بن کثوم رضی اللہ عنہ صحابی نہ ہوں گے مگر یہ کہہ دیا جائے کہ
روایت سے مراد اہم ہے بالعمین ہو یا اس کے قائم مقام ہو۔ مثلاً مجلس میں بیٹھنا، کلام کرنا یا سننا۔ بہتر یہ تھا کہ ہوں کہتے
کہ رسول اللہ ﷺ اور جس کے مابین روایت واقع ہوتا کہ یہ اندھے کو بھی شامل ہو جائے۔
02: کہا گیا جس کی صحبت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دراز ہو اور اس نے غزوات میں شرکت کی ہو۔ کہا کم سے کم مدت چھ
ماہ ہو۔ خیریت اور افضلیت مذکورہ صحابہ کی اسی قسم کے ساتھ خاص ہے، عام نہیں ہے۔

صحابی کی مختار تعریف

جمہور کے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ خیریت و افضلیت عام ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے جمال پر ایک نظر ڈالنا، ایک
گھڑی ہم مجلس ہونا اور ان کے کلام مبارک کو سننا ایسی فضیلت و برکت کا موجب ہے جو دوسروں کو مجاہدات، غلوت نشینی اور
چلوں سے بھی نہیں ملتی؛ لہذا یہ درست نہیں کہ غیر صحابی ان کی مثل ہو جائے چہ جائیکہ ان سے افضل ہو۔
اس مسئلہ میں قدوة علماء اللہ شیخ عبدالباقی قدس سرہ المعریز الشریف نے ان (درج ذیل) فرامین سے استدلال کرتے
ہوئے اختلاف کیا۔

01: آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے؛ مظلوم نہیں اس کا اول بہتر ہے یا آخر؟“۔

02: حدیث میں آیا کہ آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ "جو آپ پر ایمان لائے اور آپ کی معیت میں جہاد کرے ان سے کوئی بہتر ہے؟ فرمایا: ہاں! تمہارے بعد ایک قوم ہوگی جو مجھ سے محبت کرے گی اور مجھ پر ایمان لائے گی حالانکہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہوگا"۔^۱

03: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ کا معاملہ آپ کی زیارت کرنے والے پر واضح اور منور ہے اور یہ نبی کریم ﷺ پر غیبت میں ایمان سے افضل نہیں ہے۔^۲

04: حدیث میں آیا ہے کہ "آخری زمانے میں دین و سنت کو تھمنا آگ کے انکارے کو تھامنے کی طرح ہوگا، جو اس زمانے میں سنت کو تھامے گا اسے پچاس غرروں کے برابر ثواب ملے گا"۔ صحابہ نے عرض کی کہ ہمارے پچاس یا ان کے؟ فرمایا: "تم میں سے"۔^۳ اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں۔

ان کا جواب یہ ہے کہ یہاں خیریت ایک جہت سے ہے اور وہ ایمان بالغیب ہے۔ رہا فضل علی تو صحبت والوں کے لیے اس آیات اور احادیث سے ثابت ہے جو ان صحابہ کرام کی فضیلت کے قطعی یقین اور جزم کا قاعدہ دیتی ہیں۔ ابن عبد البر کا یہ اختلاف ان صحابہ کرام کے بارے میں ہے جنہوں نے کھلم کھلا واحد پر استغناء کر لیا اور آپ کی صحبت کے طالب نہ ہوئے، ان سب کے باوجود یہ اختلاف کی حکایت ان کے بارے میں مقبول نہیں ہے! اس کی وجہ ہم نے پہلے ذکر کر دی۔

تیسری فصل: تحقق اجماع میں اختلاف

اجماع کے تحقق میں اختلاف ہے۔ شیعین نے ایک حدیث روایت کی کہ "جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ظاہری ہوئی تو انصار ستیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ یہ ان کی مشاورت کی جگہ تھی۔ کہا گیا کہ انہوں نے سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کی بیعت کا ارادہ کیا کہ شیعین مہاجرین کے ساتھ تشریف لے آئے تو انصار کا خطیب کھڑا ہوا اور کہا اے مہاجر و انصار! ہم اسلام کا جم غفیر ہیں اور تم ہمارا ہی ایک گروہ ہو تم میں سے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے چاہا کہ وہ تنہا خلافت کے مالک ہو جائیں اور ہمیں اس سے الگ تھلک کر دیں۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: "اگر قریشی ہوں گے" تو ایک انصاری نے کہا ایک امیر ہم سے اور ایک تم سے۔ تو اقوال کا اختلاف بڑھ گیا اور آداریں بلند

۱۔ میں نے اس کے الفاظ کو نہیں پایا بلکہ مشدک میں اس کے ہم معنی الفاظ کچھ یوں ہیں: "فقلوا یا رسول اللہ! احد غروبنا استغنا عنك وجاهدنا معك قال نعم قوم یكونون بعضكم یومنون بلی و لہ یروں"۔ (مشرک علی ص ۳۳۳، کتاب معرکہ الجملہ، ذکر فضائل الامۃ الخ ۰۴۷ ص ۹۵)

۲۔ میں اس پر مطلع نہیں ہوں۔

۳۔ میں نے اس کے الفاظ کو نہیں پایا بلکہ سنن ابی داؤد میں اس کے ہم معنی الفاظ کچھ یوں ہیں: "فان وراتکم بامر الصور الصوفیہ مثل قبض حل الجبر، و بامر من مثل اہل عسیر۔ جلا یصلون مثل صلہ قال یا رسول اللہ! اہل عسیر منہم فقال اہل عسیر منکم"۔

(سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ، باب الاطہارۃ، ج ۰۴ ص ۱۲۱)

ہوئیں حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا اپنا ہاتھ بڑھا میں، میں آپ کی بیعت کروں تو مہاجرین نے پھر انصار نے ان کی بیعت کی۔ کہا گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی دن یا اس سے اگلے دن کی اور شیخ عبدالحق دہلوی اور امام سیفی نے کہا یہی صحیح ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت علیؑ زچہ رضی اللہ عنہما نے اسی دن بیعت کی۔

اس حدیث اور بخاری کی ان دو احادیث جس میں ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بیعت کی: ان کی وفات نبی کریم علیہ السلام کی وفات کے چھ ماہ بعد ہوئی، میں موافقت یوں ہوگی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وہ بار بیعت کی، پہلی بار اسی دن جس دن لوگوں نے بیعت کی اور جب حضرت فاطمہ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے مابین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کے سبب کچھ کلام واقع ہوا اور وہ اسی سبب سے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جدا رہا تو آپ نے دوسری بار بیعت کی۔ اسی طرح شارح کرمانی نے شرح صحیح بخاری میں اور صاحب صواعق مرقۃ نے ذکر کیا۔

روایت کیا گیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ امامت کے لیے زیادہ سوزوں ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، انکار کیجی لی اور کہا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم کیا ہے تو کون ہے جو آپ کو سو فر کرے؟ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر وہی بات کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی وہی بات کہی اور کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا پس آپ نے مجھے حکم نہ دیا اور فرمایا: ”ابوبکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں“۔ رہا کچھ صحابہ کا بیعت سے پیچھے رہنا تو اس کے چند جواب ہیں:

- (1) انہوں نے تحری اور اجتہاد کیا اور خوب غور و فکر کیا پس جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حق ہونا واضح ہو گیا تب انہوں نے بیعت کر لی اور آپ کو مسندِ خلافت پر برقرار رکھا۔
- (2) وہ اس بات پر ناراض ہوئے کہ مشاورت میں ان کا بھی حق تھا: ان کا یہ عمل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت یا آپ کی فضیلت کے انکار کی وجہ سے نہ تھا۔ جیسا کہ امام بخاری نے حدیث روایت کی جس میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کے سبب ہمارا بھی مشاورت میں حق تھا؛ سو ہم اس وجہ سے ناراض ہوئے، میں نے بھی آپ کی فضیلت یا خلافت کی حقیقت کا انکار نہیں کیا“۔
- (3) وہ صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سبب غم زدہ تھے اور انہیں علم ہو گیا تھا کہ اہل عل و عقد کی مشاورت سے ہر خلافت مکمل ہو چکا۔

یہاں مزید دو جواب ہیں جو صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جدا رہنے سے متعلق اور خاص ہیں۔

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی ترتیب میں مشغول تھے کہ ابو داؤد نے روایت کیا کہ "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملے تو فرمایا کیا آپ میری امامت کو ناپسند کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواباً کہا نہیں مگر میں نے قسم اٹھائی ہے کہ میں سوائے نماز کے اپنے کندھے سے اس وقت تک چادر نہیں اتاروں گا جب تک قرآن کو جمع نہ کر لوں۔"۔۔۔

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں معروف تھے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اجماع سے ثابت ہے کہ تمام صحابہ کرام نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی صحیح قول کے مطابق اسی دن بیعت کر لی تھی اور اجماع؛ معبودِ قلعی یعنی دلیل ہے۔ علماء کا آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر مزید دوسرے دلائل قائم کرنا نقطہ تاکید اور الزام محکم کے لیے ہے۔ نیز ایک قول یہ ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی تو یہ ضعیف قول ہے سو اجماع قلعی حجت ہے اور جن خبروں سے طہرین آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر طعن کرنے میں استدلال کرتے ہیں وہ سب غلطی ہیں اور غلطی قلعی کے معارض نہیں ہو سکتا۔

چوتھی فصل: خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اثبات

یہ فصل امیر المومنین باطلح حق و صواب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اثبات میں ہے۔ اس کا معاملہ واضح ہے کیونکہ جب واضح ترین دلائل سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت ہو گئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی ثابت ہو گئی؛ کیونکہ انہوں نے ہی اپنے دنیا سے آخرت کی طرف سفر کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کی اور تمام صحابہ کرام اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان کی بیعت کی پس آپ کی خلافت اجماع سے ثابت ہوئی اور آپ عادل، متقی اور پرہیزگار امام تھے۔

پانچویں فصل: خلافت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اثبات

امیر المومنین سعید شہید جامع القرآن کامل الایمان عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ثبوت کا بیان جب امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے امامت کو چھ افراد حضرت عثمان، علی، زبیر، طلحہ، عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کی شوری کے مابین چھوڑا تو ان پانچوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو حکم بنا دیا اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا فیصلہ کر دیا تو ان کی خلافت صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجماع سے ثابت ہو گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ امام عادل تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی اتباع میں رشتہ داروں پر شفیق تھے۔

چھٹی فصل: امیر المومنین امام الامامین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اثبات

خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثبات

جب امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو صحابہ نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا اور ان سے خلافت قبول کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے اسے اختیار کر لیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی بیعت کر لی؛ کیونکہ وہ اپنے زمانے میں سب سے افضل اور خلافت کے مستحق تھے پس ان کی خلافت اجماع سے ثابت ہو گئی۔ یہاں کلام ہے اور وہ یہ کہ دعویٰ اجماع اس قول کی بنا پر ہے کہ ان کے ساتھ مخالفین کا نزاع خلافت کی بابت نہ تھا بلکہ امام عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبہ میں تھا۔ رہا اس شخص کا قول جس نے کہا کہ ان کا نزاع خلافت کے معاملے میں تھا جیسا کہ اس کی طرف قہید کا کلام مشیر ہے تو (دعویٰ اجماع) کی چند وجوہ ہوں گی:

(1) وہ جو تکتازانی نے شرح مقاصد میں کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر شوری کے وقت وہ تمام متفق تھے تو ثابت ہوا کہ اگر عثمان رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ علی ہوتے اور مجتہدین کا اجماع کے بعد مخالفت کرنا اجماع کے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔

(2) اجماع کی تحقیق میں اکثر اہل حل و عقد کا اتفاق کافی ہے۔

رہا یہ جواب دینا کہ "ان کے مخالفین مجتہد نہ تھے تو ان کے اتفاق میں نقصان دہ نہیں" باطل ہے۔ اس سے رفض کی برآئی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے کہ خلافت کے سچے حقدار امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اور ان کے مخالفین باغی، اہل تعدی اور اجتہاد میں خطا کرنے والے تھے۔

ساتویں فصل: خلافت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اثبات

امام سید شہید حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی خلافت کا اثبات

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت اہل حل و عقد کی بیعت اور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے ثابت ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "میرے بعد خلافت تیس برس ہوگی"۔ اس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد تیس سال میں سے چھ ماہ اپنی تھے اور اس میں آپ امام تھے اور آپ رضی اللہ عنہ مستحق خلافت خلیفہ، عادل امام اور متقی تھے حتیٰ کہ آپ نے فتنہ کو دبانے کے لیے خلافت چھوڑ دی اور اپنے قصد و اختیار سے اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا حالانکہ آپ قتل پر قادر تھے۔ اللہ عزوجل ہمیں اپنے فضل اور عظیم کرم سے ان کے مجین میں بنادے۔

آٹھویں فصل: خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اثبات

اب امیر المومنین، خال المسلمین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ثبوت، ان کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

مابین جو ہوا اس کے ذکر اور محمد بن اللہ ان کا پاس کرے، کے اعتراضات کے جوابات کا بیان کیا جائے گا۔ (اللہ عزوجل ہمیں دونوں صحابہ کی محبت عطا فرمائے) جان لو کہ ان کے مابین جو معاملات ہوئے اس کا ذکر ممنوع ہے۔ کیونکہ اس میں بعض صحابہ کی مذمت اور ان پر طعن کا دروازہ کھلتا ہے؛ اسی طرح شہدائے کربلا کے قصہ کو روایت کرنا مطلقاً حرام ہے کیونکہ اس میں ایسے امور کا ذکر ہو گا جو ان کی عظیم بارگاہ کے لائق نہیں۔ لیکن اس میں سے ضروری امور کا ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ دونوں یعنی حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما پر جانوں کے اعتراضات کو دور کیا جاسکے کیونکہ کچھ تاریخ دانوں نے اس میں کچھ ایسے امور بھی لائق کر دیے جو واقع نہ ہوئے اور سہولت قبول سنا نہیں چاہتی نیز ان کی صحت کی کوئی وجہ نہیں۔

پس ہم کہتے ہیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور اسد اللہ الغالب حضرت علی رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے تو حضرت عثمان کے قاتلین (رجوع اور اطاعت کر کے) آپ رضی اللہ عنہ کے لنگر میں شامل ہو گئے؛ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان قاتلین کو ان کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خوب واقف تھے کہ ابھی ان لوگوں کو حوالے کرنا ان کی طرف سے فساد اور بیعت تو ذکر اطاعت سے نکالنے کا باعث ہو گا کیونکہ ان کے قہیے کثیر، ان کا درجہ بلند اور ابھی خلافت کا معاملہ ضبط و اختیار میں نہیں ہے۔ سو آپ نے چاہا کہ جب امامت کا معاملہ مستقیم ہو جائے تو وہ انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں گے۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے موقع پر عداوی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین ان کے لنگر سے نکل جائیں تو انہوں نے اپنی طاقت اور کثرت کے باعث حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خروج کا ارادہ کر لیا۔

کیا مجتہد کا خطا پر مواخذہ ہو گا؟

وہ دونوں مجتہد تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد میں مصیب اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ غلطی تھے۔ اجتہاد میں خطا کرنے والے پر مواخذہ نہیں بلکہ مابور و مغفور ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ایک اجر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دو یا اس اجر ہیں۔ پس جس نے ان میں سے کسی کو بھی برا کہا تو بے شک وہ اسلام کی سرحد میں رخنہ اندازی کا مرتکب ہوا نیز وہ دنیا اور آخرت میں خیر الانام سنی پیغمبر کا دشمن ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "اگر لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قصاص طلب نہ کرتے تو ان پر ضرور آسمان سے پتھر برستے"۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو زبان کو سنبھال کر رکھو"۔ "کہہ گیا کہ ابراہیم علیہ السلام سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: وہ ایسے خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھ سالم رہے تو ہم اپنی زبانوں کو اس سے (کسی گروہ کی برائی

۱۔ البصائر المحرقة، بالنسب للثالث فی ہدایہ آثارہ، ج ۱، ص ۳۲۸

۲۔ المعجم الکبیر، باب المین، ج ۱۰، ص ۱۹۸

۳۔ ہم اجازت روایت من ابراہیم السخلی و لکن وحدت من حسن بن عبد العزیز کمال تناریہ و دمشق لابن عساکر، حرف الیہ، ص ۱۳۳۔ ج ۵، ص ۶۵

کرنے میں) آلودہ نہیں کریں گے۔^۱

جان لیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حیات میں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے امر خلافت پر در کرنے سے قبل خلیفہ نہ تھے بلکہ باغی یعنی اطاعت امام سے خارج تھے۔ پھر یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ان پر باغی کا اطلاق اس وجہ سے ہے کہ ان کا یہ فعل صورتِ عبادت تھا نہ کہ باغی کا اطلاق ایسے ہے جیسے اپنی فاسد نفسانی خواہش کی وجہ سے امام کے خلاف خروج کرنے والے پر کیا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خروج، نفسانی خواہش کی بنا پر نہیں کیا بلکہ اجتہاد کی بنا پر کیا۔

حدیث عمار کا جواب

نبی کریم ﷺ کے اس فرمان میں کہ آپ علیہ السلام نے حضرت عمارؓ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تھے باغی گردہ قتل کرے گا"۔^۲ باغی سے مراد قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا طالب گردہ ہے کیونکہ بغاوت بمعنی طلب کے آتا ہے یا پھر یہاں صورتِ بغاوت مراد ہے۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ ان پر باغی کا اطلاق معنی معروف میں ہے۔^۳ تو بھی ان کو کافر یا فاسق نہیں کہا جاسکتا کیونکہ باغی کافر نہیں ہوتا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا "وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا" (البراءت: 09) (ترجمہ:)"اور اگر مسلمانوں کے دو گردہ آپس میں لڑیں" اللہ عزوجل نے باغی کو مومن کہا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہے شک حسن بن علی رضی اللہ عنہما مسلمانوں کے دو گردہ ہوں کے مابین صلح کروائے گا"۔^۴ اور انہوں نے اپنی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی قوم کے مابین مصالحت کروائی۔ روایت کیا گیا ہے کہ جنگ صفین میں ایک شخص کو قیدی بنا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں لایا گیا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے تھا تو کہنے والے نے کہا سبحان اللہ! یہ پہلے

۱۔ شرح السنہ السنوی، کتاب فضائل اصحابہ، ج ۱، ص ۱۴۲، ص ۱۳۲

۲۔ بعض طائے اس کا یہ جو ب دیا کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بوران کے ساتھیوں کی صراحت نہیں ہے لیکن ہے کہ یہاں دو گردہ ہو جس نے اس پر حملہ کر کے انہیں قتل کیا ہو اور وہ گردہ فخر کا حصہ ہو بہر حال جو حضرت عمار کے قتل پر راضی ہو تو اس کا حکم بھی اسی گردہ والا ہوگا اور یہ بات یقینی ہے کہ تمام فکر والے اس قتل پر راضی نہ تھے مگر معاویہ بن عمرو بن عاص وغیرہ بلکہ تمام لوگ حتیٰ کہ حضرت معاویہ اور عمرو بن عاص حضرت امیر (رضی اللہ عنہم) کے قتل کے منکر تھے۔

۳۔ صحیح مسلم، کتاب القتل و اشرار، باب لا تقوم السلۃ الخ، ج ۴، ص ۲۲۳۵

۴۔ صدر الشریعہ مفتی احمد علی اعظمی فرماتے ہیں "گردہ امیر معاویہ پر حسب اصطلاح شرع اطلاق نہ ہوا ہے مگر اب کہ ہانی بمعنی منہ و معاویہ سرکش ہو گیا اور دشنام سمجھا جاتا ہے اب کسی صحابی پر اس کا اطلاق جائز نہیں"۔ (بہار شریعت، جلد اول، دامت کا بیان، حصہ ۱، نمبر ۱۳، ص ۲۵۰) لہذا علامہ پر ہاروی علیہ الرحمہ کی اس عبارت کو لے کر کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی بھی صحابی پر یہ لفظ استعمال کرے۔

۵۔ صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب قس انہی للفسن الخ، ج ۳، ص ۱۸۶

مسلمان تھا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا کہتا ہے؟ یہ مسلمان ہے، کافر نہیں۔

نیز باغی فاسق نہیں ہوتا کیونکہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما جو مشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور اہل مناقب اور بلند مراتب سے موصوف ہیں، ان پر فسق کے ارتکاب اور عدالت سے خروج کا حکم کیسے صادر ہوگا؟ نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میری سنت میں سب سے پہلے رختہ ڈالنے والا خواہیہ کا ایک شخص ہو گا جسے یہ کہا جائے گا"۔ "تو اس سے ثابت ہوا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رختہ نہ ڈالا اور قصد احق سے خروج نہ کیا۔

مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی کی تو آپ نے اسے کوزوں کی سزا دی۔ "کہا گیا کہ جو حضرت معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی گستاخی کرتے ہوئے کہے کہ "وہ کفر پر تھے تو وہ کافر ہو جائے گا"۔ "تو اسے لوگوں "ان سے اپنی زبان روک لو اور اس کا ذکر صرف بھلائی کے ساتھ ہی کرو کیونکہ یہ خیر کثیر ہے۔ امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچا"۔ "تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو معاملہ کیا اس پر ان کی پکڑ نہیں۔

بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی ان کے ساتھ صلح کے بعد تو ان کی خلافت و امامت حق و صحیح ہے۔ غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی، بہمدی پانہ امام امام ابو ظہور ساجی اور شیخ ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ اسی طرف گئے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا کلام بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ میرے نزدیک یہی پسندیدہ ہے۔ اکثر علماء نے اس سے منع کیا اور ان کا کہنا ہے کہ وہ بادشاہ اور امیر تھے؛ خلفاء اور ائمہ میں سے نہیں تھے۔ انہوں نے دو وجوہ سے استدلال کیا۔

وجہ اول: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی"۔ "اور تیس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد یا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چھ ماہ بعد مکمل ہو گئے۔

وجہ ثانی: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اختیار سے خلافت سہر نہیں کی بلکہ اضطراب کے ساتھ کی لہذا وہ خلیفہ نہیں ہوں گے۔

مکملی وجہ کا جواب: "حدیث میں خلافت سے مراد خلافت کاملہ ہے نہ کہ مطلقاً خلافت، کیا آپ نے اس حدیث کو نہ

۱۔ الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۶۳۳

۲۔ الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۶۳۳

۳۔ مسند احمد (الرسالة)، مسند شاکین بعدہ رحمہ اللہ، ص ۲۸۷، ج ۳، ص ۳۸۳

۴۔ صحیح ابن حبان، کتاب، بخاری علیہ السلام من مناقب اصحابہ، ج ۱، ص ۱۵، ج ۲، ص ۳۹۲

دیکھا جو مختلف طرق سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے“۔ نیز عطاء کا اتفاق ہے کہ ہر زمانے میں امام مقرر کرنا واجب ہے پس اگر خلافت تیس سال میں منحصر ہو جائے تو امت کا امام سے خیالی ہونا لازم آئے گا اور یہ منوع ہے۔ دوسری وجہ کا جواب: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صلح کی خواہش کی اور انہوں نے خلافت ان کے حوالے کر دی حالانکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ عظیم لشکر اور بڑی شوکت والے تھے، ان سے متصور نہیں کہ وہ حق سے سکوت اور باطل پر راضی ہوں۔^۱ نیز آپ رضی اللہ عنہ ان سے مقابلہ کرنے پر قادر تھے۔ عطاء ازیں باطل پر رصاصہ بہت بڑی ذلت ہے، اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر راضی نہ ہوئے اور ان سے لڑال کیا۔ نیز نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”جب تم اس امت کے معاملے کے مالک بنو تو اسے اچھے طریقے سے نبھانا“۔^۲ ترمذی نے روایت کیا کہ آپ علیہ السلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اے اللہ! اسے ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا“۔^۳ پس یہ سب باتیں ان کی اہلیت خلافت اور خلیفہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں، کیونکہ بزور ظلم کرنے والا قاسق ہوتا ہے وہ اس بات کا مستحق نہیں کہ اسے نبی کریم ﷺ خلافت کی بشارت دیں اور انہیں ایسے امر میں احسان کا قلم دیں جس میں ناجائز ظلم ہو بلکہ وہ تو زجر و عقاب کا مستحق ہے۔

اور اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے ان کو خلافت سپرد کرنے کے باوجود وہ امام نہ بنے ہوں تو امام حسن رضی اللہ عنہ کا امت کو بغیر امام کے رکھنا لازم آئے گا: حالانکہ ہم پر نصب امام واجب ہے نیز رعایا پر یہ ظلم ہوگا کیونکہ بکریاں بھیڑے کے حوالے کرنا ظلم ہے۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی حیثیت ظاہر ہو گئی۔ آپ کو اتنا کام ہی کافی ہے اور جس کو فہم و ادراک حاصل ہے اس پر غلی نہیں۔

رضی وہ بات جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر ابن ماس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے جس کا ذکر بھی قبیح ہے: تو ان میں سے بعض صحیح نہیں کیونکہ یہ خبریں نقلی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت قطعی ہے تو نقلی قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی

۱۔ صحیح ابن مایہ، باب تنہد علیہ السلام ما یکن فی امتہ، ج ۱، ص ۴۳

۲۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی رصاصہ سے بیعت کی تھی وہ اس میں قلعہ کسی قسم کا جبر، اضطراب یا گوری کو دخل نہ تھا۔ خود شیعہ کی رجال بھی اس پر گواہ ہے چنانچہ اس میں لکھا ہے ”حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قلعہ کر امام حسن رضی اللہ عنہ، امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو دمشق آنے کی دعوت تھی۔ یہ سب حضرات دمشق تشریف لے گئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے کہا تمہیں اور بیعت کریں تو وہ اٹھے اور انہوں نے بیعت کی پھر امام حسین رضی اللہ عنہ سے یہی فرمایا وہ بھی اٹھے اور انہوں نے بیعت کی“ (رجال بھی، قیس بن سعد بن معاویہ ص ۱۹۳) تو ان سے معلوم ہوا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت اختیاری اور رضا سے تھی۔

۳۔ صواعق محرقہ، الحاشر فی حکم اہل بیت، ج ۲، ص ۶۲۶

۴۔ سنن ترمذی (بیہار)، باب المناقب، باب مناقب معاویہ، ج ۲، ص ۱۶۹

اور جو صحیح ہے تو اس کے مناسب محال اور تاویلات ہیں۔ ان کے باہمی جھگڑوں کا ذکر نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ عزوجل نے ان کے سینے کی کدورتوں کو کھینچ نکالا پس وہ ایک دوسرے کے بھائی ہو کر رو برو تخت نشیں ہیں۔ اس مقام کی صوبت کی وجہ سے بعض لوگوں نے ان جنگوں کا سرے سے انکار کر دیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سینہ زدوں کی اور تواریخ کا انکار ہے۔

نویں فصل: خلافت یزید علیہ ما علیہ کا ابطال

جان لیں کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے یزید مسلمانوں کے اتفاق سے امام بنا اور اس کی اطاعت امیر المومنین حسین بن علی رضی اللہ عنہما پر واجب تھی۔ نعوذ باللہ اس عقیدے سے اللہ کی پناہ!

خلافت یزید پر اتفاق والے قول کا رد

اس کی خلافت پر اتفاق کیسے ہو گیا؟ حالانکہ تمام صحابہ کرام اور ان کی اولاد اس کی اطاعت سے خارج تھے! ہاں! حدیث منورہ کی ایک جماعت کو اس کے پاس زبرتی اور جبراً بھیجا گیا مگر جب انہوں نے اس کا قبیح حال ملاحظہ کیا تو مدینہ واپس آ کر اس کی بیعت توڑ دی اور کہا: وہ اللہ کا دشمن، حرام چیزوں کو حلال سمجھنے والا، شرابی، نماز کو چھوڑنے والا ہے اور اس سے اسکی فتنہ بائیں صادر ہوئی ہیں جو اس سے سوا کسی سے صادر نہیں ہوئیں! اس نے مدینہ مطہرہ کی تخریب کاری کے لیے ایک لشکر بھیجا تھا۔ اس کے علاوہ بھی اس کے جرائم ہیں۔

تیسری فصل: رافضیوں کی خباثتوں کا رد

یہ فصل برے شیعہ کی بے بنیاد اور جھوٹی باتوں کے رد میں ہے۔

پہلا شبہ: ان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق ضائع کیا اور ان پر ظلم کیا اور اسی طرح ان کا صحابہ کرام کی تکفیر کرنا (بھی ان کی خباثتوں میں سے ہیں) اللہ عزوجل ان پر بڑی لعنت کرے۔

اس کا جواب ظاہر ہے کیونکہ آپ علیہ السلام کے تمام صحابہ کا باطل اور کفر پر اتفاق کرنا متصور ہی نہیں: کیونکہ یہ قرآن و حدیث کے منہاج یعنی شریعت کے فساد کو مستحکم ہے۔ اگر یہ جائز ہو تو عقلمند اس سے تمام احکام کو بکھننے سے قاصر ہو جائیں گے! کیونکہ شریعت کا دار و مدار احادیث ہی ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے ہی ان سے روایت کیا تو اگر یہ کافر ہوں یا باطل پر اتفاق کریں تو ان پر اجماع باطل ہو جائے گا جس سے شریعت کا فساد لازم آئے گا نیز قرآن بھی صحابہ کی عدالت اور ان کے اسلام میں پختہ ہونے کی گواہی دیتا ہے! اگر انہوں نے باطل پر اتفاق کیا ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باطل امر پر راضی ہونا لازم آئے گا اور یہ ان کی شان کے لائق نہیں۔ اس کا اور تقیہ کا بطلان ان شاء اللہ جلد آ جائے گا۔

امام عراقی کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی جیوٹی رافضی سے زیادہ عقل مند ہے! کیونکہ اس نے کہا "اذْغَلُوا مَنِيكَتَكُمْ لَا يَطْلُبَنَّكُمُ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ" وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (احمل: 18) ترجمہ: "اے جیوٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں"۔ رہا جان بوجھ کر تو وہ تمہیں تکلیف نہ دیں گے کیونکہ وہ نبی علیہ

السلام کے اصحاب ہیں۔ جب کہ رافضی کہتے ہیں کہ میں نے جہاں بوجہ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق ضائع کیا، جہاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ دین اشراف میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے اصحاب سے افضل ہیں۔ شیعہ کی جہاتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس لیے تکفیر کرتے ہیں کہ وہ باطل پر اور عام کفار پر رافضی رہے۔ اسے عقل و انوار عبادت حاصل کرو اور ان بے وقوف جو پاہوں کی جہالت کو دیکھو۔ تحقیق صحابہ کرام کو برا کہنے سے منع کرنے والی احادیث گزریں اور قرآن ان کی تعریف سے بھرا ہوا ہے نیز تورات و انجیل میں اس کی مدح و شان مذکور ہے۔

دوسرا شبہ: ان کا گمان ہے کہ نعمات پانے والا فرقہ شیعہ ہی ہے جو آقا علیہ السلام کے فرمان "لا واحدۃ" سے مراد ہے۔ کچھ امامی بد بخت شیعوں نے اس پر ہم سے مباحثہ کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گزشتہ اوراق میں گزر چکا کہ فرقہ ناجیہ اشاعرہ ہیں۔

ان کا یہ کہنا غیر معقول ہے کہ "فرقہ ناجیہ کے لیے تمام فرقوں کی مخالفت ضروری ہے (چونکہ شیعہ سب کے مخالف ہیں ہذا یہی ناجی فرقہ ہوا)" بلکہ عاقل پر عقلی نہیں کہ حقیقت امر پر عقائد کی موافقت سے استدلال کیا جاتا ہے علاوہ ازیں ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ شیعہ اعتقادات میں تمام فرقوں کے مخالف ہیں بلکہ وہ تمام اعتقادی مسائل میں معقولہ کی موافقت کرتے ہیں، سوائے امامت ان کچھ مسائل میں جو کہ فردغ سے ہیں۔ کتاب اللہ اور احادیث رسول علیہ السلام میں ایمان کا وصف ظہور، علو اور اظہار بیان کیا گیا؛ جب کہ شیعوں کا تقیہ کو واجب قرار دینا عقلی نہیں اور اپنے مذہب کو اس طرح چھپاتے ہیں جس طرح عورت اپنے خفیہ کو چھپاتی ہے۔ ان کی جہالت پر ایک دلیل یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ خدا تھے، نبی تھے یا نبوت میں شریک تھے۔ (معاذ اللہ) یہ وہ باتیں ہیں جن کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں نیز اسی طرح ان کے اکثر اقوال بلکہ سارے کے سارے قطعی راہین اور مضبوط دلائل سے مردود ہیں۔ کیا لایعنی!

الخصیصہ شیر خدا پر شیعہ کے دلائل اور ان کا رد

تیسرا شبہ: ان کا کہنا ہے کہ امام کا اپنے زمانے میں سب سے افضل ہونا ضروری ہے؛ کیونکہ ان کے گمان میں مظلوم کی امامت عقل طور پر قبیح ہے اور افضل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جس کی چند دلائل (شبہات) ہیں۔

پہلی دلیل: آیت مباہلہ ہے۔ "فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ" پھر اسے محبوب جو تم سے بھیس کے بارے میں بحث کرے" یعنی اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہیوں میں سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ سے جھگڑے اور کہے کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے علاوہ جو وہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت ہو۔ "وَمَنْ يَكْفُرْ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَكْفُرُوا" بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرما دو "آؤا تعالوا" یہاں "هلموا" کے معنی میں ہے یعنی اے عیسائیوں آؤ "فَقَدْ أَهْنَأْنَا وَاهْنَأْنَا كُمْ وَنَسَأْنَا وَنَسَأْنَا كُمْ وَانْفَسْنَا وَانْفَسْنَا كُمْ" ہم تم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں" یعنی ہم میں اور تم میں سے ہر ایک اپنے بیٹوں، عورتوں اور اپنی جانوں کو بلا لیں۔ "ثُمَّ يَنْتَهَلُونَ" پھر

مُبالغہ کریں "یعنی ہم کہیں گے کہ ہم میں اور تم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو حتیٰ کہ جھوٹا ہلاک ہو جائے۔" "البہدۃ" بآکے زبر اور پیش دونوں سے ہے اور اس کا معنی لعنت ہے؛ کہا جاتا ہے: "یہلک اللہ وابعده من رحمته" اجتہال کی اصل یہی ہے؛ پھر اس کا استعمال ہر اس دعا میں ہونے لگا جس میں خوب کوشش کی جائے اگرچہ اس میں لعنت نہ ہو۔ "فَنَقُطِعُ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَنْ الْكَذِبِیْنَ" تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں" (آل عمران: 62)۔ "سمریٰ ہے کہ جب آپ علیہ السلام نے انہیں مہلہ کی دعوت دی تو انہوں نے کہا ہم جا کر سوچیں گے تو ان کے بڑے پادری نے کہا اے گروہ نصاریٰ تم جانتے ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی مرسل ہیں اور وہ تمہارے پاس، تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آئے ہیں اللہ کی قسم کسی قوم نے کسی نبی سے مہلہ نہیں کیا مگر یہ کہ وہ ہلاک و برباد ہو گئی تو تم اپنے طاقتوں کی طرف لوٹ جاؤ۔ پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ نجران کے ہشپ یعنی بڑے پادری نے کہا اے گروہ نصاریٰ! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر اللہ پہ زکوٰۃ کی جگہ سے ہٹا نا چاہے تو ان کی برکت سے ضرور ہٹا دے گا تو وہ کہنے لگے ہم آپ کو آپ کے دین پر برقرار رکھتے ہیں اور ہم اپنے دین پر ثابت قدم ہیں۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اسلام لے آؤ تو انہوں نے انکار کر دیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہم تم سے جنگ کریں گے تو وہ کہنے لگے کہ عربوں سے جنگ کی ہم طاقت نہیں رکھتے مگر اس شرط پر کہ آپ ہم پر حملہ آور نہ ہوں، ہمیں خوف رودہ نہ کریں اور ہمیں ہمارے دین سے نہ ہٹائیں، ہم ہر سال دو ہزار طے، ایک ہزار رجب میں اور ایک ہزار صفر میں اور لوہے کی تیس زرہیں دینے کے بدلے صلح کرتے ہیں۔ پس آپ نے ان سے اس پر صلح کر لی۔" ۱۔

روافض کہتے ہیں کہ اس آیت میں "ہانفسنا" سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں، جیسا کہ مفسرین کی رائے ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے نبی علیہ السلام کا نفس نہیں بلکہ مراد یہاں سوائے نبوت کے بقیہ تمام فضائل میں برابری ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ سے علاوہ نبوت کے بقیہ اوصاف میں افضل ہیں پس حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح ہیں۔

اس کے چند جواب ہیں 1) جامع البیان میں ہے کہ عرب بچا زاد کو بھی نفس کہتے ہیں۔ 2) یہاں مراد محبت اور تقرب ہے جیسا کہ محب کو کہا جاتا ہے تو میری جان ہے، نہ کہ فصل میں مساوات مراد ہے۔ نیز یہ کہنا کہ نبوت مستثنیٰ ہے یہ عقل سے بعید تکلف ہے۔ 3) یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضل و شرف پر دلالت کرتی ہے اور ہم اس کے منکر نہیں، لیکن یہ مطلوب پر دال نہیں کیونکہ مطلوب تو عند اللہ کثرتِ ثواب ہے۔ 4) جب عام کو خاص کر دیا جائے تو وہ صحیح قول پر باقی افراد میں حجت نہیں رہتا۔ 5) یہاں مراد فقط حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ آپ علیہ السلام کے تمام رشتہ دار اور خادمن ہیں۔

دوسری دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر شیعوں جن وجوہ سے استدلال کرتے ہیں ان میں سے دوسری وجہ اللہ عزوجل کے اس فرمان **قَالَ اللَّهُ هُوَ مَوْلَانَا وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ** (آخریم، 04) (ترجمہ) "تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے" سے استدلال ہے کہ یہاں **صَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ** "سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد ہیں جیسا کہ کثیر مفسرین نے اسے نقل کیا ہے اور مولیٰ بمعنی ناصر کے ہے۔ تو آپ علیہ السلام کی وعدہ دہدات میں سے بڑی عہد دہد ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس نصرت سے اختصاص ان کی افضلیت پر دال ہے۔

اس کے چند جوابات ہیں: (1) یہ قول اکثر مفسرین کے موقف کے معارض ہے کہ یہ آیت حضرت علی اور ان کے ملازم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو عام ہے۔ (2) یہاں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما مراد لینے والوں کے بھی یہ قول معارض ہے۔ (3) مقدمہ میں گزر چکا کہ بعض امور میں مفضول کو فضیلت دینا افضلیت کے منافی نہیں۔ (4) جو ابھی گزرا کہ افضلیت سے مراد کثرت ثواب ہے اور یہ آیت تو صرف آپ رضی اللہ عنہ کے اس (جو آیت میں موجود ہے) کمال اور فضیلت کے ساتھ متصف ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہ مطلوب کے منافی نہیں۔

تیسری دلیل: بد بخت شیعوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر نبی کریم ﷺ کے ان دو فرامین سے استدلال کرتے ہیں (1) "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں" اور فرمایا: "تم میں سب سے بڑے قاضی علی ہیں"۔^۱ "افضل اہم ہوتا ہے تو ان کی اہمیت ثابت ہو چکی نیز روایت کیا گیا کہ "اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔^۲ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہا جب آپ نے خالد کو رجم کرنے کا حکم دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ کو اس عورت پر اختیار ہے نہ کہ اس کے پیٹ کے بچے پر"۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے جیہ صحابہ کے مقابل ان کی تعلیم و تربیت میں رجحان رکھی اور رئیس المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کے شاگرد ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہی علم صرف و نحو کی بنیاد رکھی، انہیں پر مشل صوفیہ کا سلسلہ ختمی ہوتا ہے۔ تحقیق انہوں نے اپنا بچپن اور جوانی نبی کریم ﷺ کے ساتھ گزاری؛ جب کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک یا دو مرتبہ حاضر ہوتے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ "اللہ کی قسم! کوئی آیت جو تری یا خشکی، میدان یا پہاڑی علاقہ، آسمان یا زمین، دن یا رات میں نہ اتری مگر میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں اور کس سبب سے اتری"۔^۳ اسی طرح یہ فقہ اور بلاغت میں فائق تھے۔

۱۔ مستدرک علی الصحیحین، کتاب معروف بحدیث، المائتۃ الف واربعمائۃ، الحدیث ۱۰۳۷، ص ۱۳۷

۲۔ حلیۃ الاولیاء و ترتیب الاولاد لابن تیمیہ، ص ۲۷۶

۳۔ الاستیعاب فی معرفۃ الصحاب، ترجمہ حرف الامین، باب علی بن ابی طالب، ص ۱۱۰۳

۴۔ ہم اہل بیت ہمہ دلیکن وحدت بمعناہ فی الاستقلالیات والموضوعات فی کتب التصویر، ص ۵۸ "ولی حلیۃ الاولیاء، البہار من

تیسری دلیل کے جوابات

پہلی حدیث کے چند جواب ہیں: (1) محی المذنب اور ابن جوزی نے کہا یہ حدیث یعنی "انا مدینۃ العلم" موضوع ہے۔ علم حدیث میں ان دونوں کی معرفت خصوصاً محی المذنب کی عقلی نہیں حتیٰ کہ محی المذنب کے بارے میں اہل علم نے کہا کہ "ان کے بعد ان کے بچے کا کوئی نہیں آیا۔" (2) اگر اس کی صحت یا حسن کا حکم لگایا جائے جیسا کہ متاخرین کی رائے ہے تو ہم کہتے ہیں یہ اس صنف مسند فردوس کے معارض ہے جس میں ہے "انا مدینۃ العلم و ابوہریرہ اساسہا و عمر حیطانہا و عثمان سقفہا و علی بابہا"۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ تو یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اہلیت میں صریح ہے کیونکہ وہ اوروں، محبت اور دروازے کی اساس بنیادوں پر ہوتی ہے۔ (3) حدیث میں جو لفظ "علی" ہے اس سے مراد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی نہیں بلکہ یہ معنی نفوی پر محسوس ہے یعنی بلندی والا، یہ اس شخص کی قرأت کے مطابق ہے جس نے "وہذا صراط علی مستقیم" میں "علی" کو رفع کے ساتھ کہا۔ (4) یہ حدیث اہلیت پر دلالت نہیں کرتی بلکہ ان کے علم سے موصوف ہونے پر دال ہے۔

اعتراض: کیسے اہلیت پر دلالت نہیں کرتی؟ حالانکہ (اسی حدیث میں کہا گیا) کہ "جو علم چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ دروازے سے آئے" اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو بھی شہر میں داخل ہو گا وہ دروازے سے ہی ہو گا۔

جواب: لوگ اکثر اوقات غیر علم کا قصد کرتے ہیں، کیونکہ وہ فارغ ہوتا ہے یا اس کا کلام واضح ہوتا ہے۔

حدیث "انصاکم علی" کا جواب: احتمال ہے کہ یہ خطاب صرف بعض صحابہ کو ہو جیسا کہ اس پر اس کا واقعہ دلالت کرتا ہے کہ دو شخص ہاہم جھگڑا کرتے آئے: ان میں سے ایک نے کہا کہ اس کی گائے نے میرے گدھے کو مار ڈالا۔ تو بعض صحابہ نے کہا حیوان پر ضماں نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان دونوں کا فیصلہ کرو۔ انہوں نے ان دونوں کا، چرا اور یافت کیا تو ایک نے کہا اس کی گائے کھلی تھی اور میرا گدھا بندھا ہوا تھا پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا گائے والے پر ضماں ہے۔

"لولا علی لہلک صدر" کے جوابات: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو صحیح مان کر پہلا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے عمل کا معلوم نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ مجتہد عقلی اور مصیب ہوتا ہے اور ایک مجتہد کا دوسرے مجتہد کی عقلی واضح کرنا اس کی اہلیت میں نقصان دہ نہیں، کیا تم نہیں دیکھتے شاگرد بھی استاذ کو خطا پر متنبہ کرتا ہے اور یہ بات اس کے استاذ سے علم ہونے کا فائدہ نہیں دیتی بلکہ اس سے جوابات لازم آتی ہے اس کی غایت شاگرد کی رہانت اور علم ہے۔

بقیہ دلائل کا جواب: کہ یہ سب فضیلت پر دلالت کرتے ہیں نہ کہ افضلیت پر، اس کے ساتھ ساتھ یہ سب دلائل ان احادیث کے معارض ہیں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے تمام صحابہ سے علم ہونے پر دال ہیں۔ پس ہم ان میں سے بعض کو ذکر کرتے ہیں۔

01. ابن عباسؓ نے روایت کی کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے کہا کہ اللہ عزوجل آپ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کریں۔" ۱۔

02: طبرانی سے ایک حدیث روایت کی جس میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "بے شک اللہ عزوجل پسند نہیں فرماتا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ دھوکا کرے۔" ۲۔

03: ربیع اور ابن عباسؓ نے روایت کی کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا کہ میں خوابوں کی تعبیر ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کروں۔" اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے تھے۔ ۳۔

04: نبی کریم ﷺ کی میراث کے بارے میں صحابہ نے اختلاف کیا تو آپ نے یہ حدیث روایت کی: "ہم گروہ نبی کریم کو وارث نہیں بناتے اور ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔" ۴۔

05. آپ علیہ السلام کے دفن میں صحابہ نے اختلاف کیا، کچھ نے کہا انیس مکہ مکرمہ میں دفن کیا جائے کیونکہ آپ کی پیدائش وہاں پرورش ہوئی اور کچھ نے کہا کہ مسجد میں دفن کیا جائے، کچھ نے کہا بیت المقدس میں رکھا جائے اور کچھ نے کہا بیت المقدس سے لے جایا جائے کیونکہ وہاں انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور ہیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ "کسی نبی کی روح قبض نہیں ہوتی مگر وہ اپنی اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اسے موت آئے۔" ۵۔ پس ان تمام دلائل سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام صحابہ سے اعظم ہونا ثابت ہوتا ہے۔

چوتھی دلیل: جن کو شیعہ المصلیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر دلیل بناتے ہیں ان میں سے چوتھی دلیل آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے۔ فرزندان اس پر گواہ ہیں، جیسے غزوہ خیبر و بدر و غیرہ۔ انہوں نے اس پر ایک حدیث بھی گھڑ لی اور وہ یہ کہ "لا یلقی الاہل ولا یسلط الاہل ولا یفقار" یعنی کوئی جو ان نہیں سوائے علی کے اور ان کو انہیں سوائے ذوالفقار کے۔

جواب: حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شہادت ہمارے مطلوب کے لیے معترض نہیں بلکہ ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہاں ابو بکر رضی اللہ عنہ میں ہم شہادت ہمارے لیے معترض ہے اور حقیقت سے ثابت ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شہادت و استقلال والے تھے حتیٰ کہ ان معاملات میں بھی ثابت قدم رہے جن میں لوگوں کو رخصت دی جاتی ہے، انہیں معاملات میں

۱۔ تاریخ دمشق، ج 30، ص 129

۲۔ مسند ابی نعیم الحافظی، ج 1، ص 384

۳۔ مسند ابن جریر، ج 1، ص 87

۴۔ ارشاد ابراہیمی، کتاب الفتن، باب کل کعبہ علی اشراف، ج 6، ص 283

۵۔ تاریخ الفقہاء، الفقہاء، اثر ابن خلدون، ج 1، ص 60

سے نبی کریم ﷺ کی وفات کا دن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی نکل اور نکال لی اور کہا میں اس شخص کو قتل کروں گا جو کہے گا کہ محمد ﷺ فوت ہو گئے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، رسول اللہ کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا اور رو پڑے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جوش کو ٹھنڈا کیا۔ ان مرتد قبیلوں سے جنگ کرنا جو نہ راہ اور رکوع کے منکر ہو گئے تھے آپ کی شجاعت کا حصہ ہے؛ آپ نے سب سے پہلے ان سے جنگ کا ارادہ کیا حالانکہ صحابہ نے آپ کو اس سے منع کرتے ہوئے کہا آپ ان کے دلوں کی تالیف فرمائیں پھر وہ آپ کے ساتھ ہو گئے اور ان منکرین سے جنگ کی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت کا بیان اس روایت میں بھی ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے دیکھا قریش نے رسول اللہ ﷺ کو پکڑ لیا اور آپ علیہ السلام کے ساتھ کرختگی سے پیش آئے تو ہم میں سے کوئی آگے نہ بڑھا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے؛ جنہوں نے ان کفار کو دور کیا اور کہا ”کیا تم ایسے شخص کو مارتا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے؟“ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے کہا آل فرعون کا موئن افضل ہے یا ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ تو سب خاموش رہے پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا جب کہ اس موئن نے پوشیدہ رکھا۔“ اس کو امام احمد، ابی یحییٰ نے روایت کیا اور امام حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ علیہ السلام نے ابوبکر اور ان سے فرمایا: ”تم میں سے ایک کے ساتھ جبریل علیہ السلام ہیں اور دوسرے کے ساتھ میکائیل علیہ السلام ہیں۔“^۱

بعض علما نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ بہادر ہونے پر یہ بات بھی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر دے دی تھی کہ انہیں ابن ملجم شہید کرے گا سو انہیں کسی کی فکر نہ تھی اور وہ دشمن کی صفوں میں بغیر خوف و درہشت کے داخل ہو جاتے کیونکہ انہیں علم تھا کہ ابن ملجم ہی انہیں شہید کرے گا تو وہ جنگ میں بھی ایسے ہی تھے جس طرح سکون سے بستر پر سونے والے ہوں جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایسی کسی بات کی خبر نہ دی گئی پس یہاں خوف و ہلاک کا گمان غالب تھا؛ لہذا ان مواقع ہلاکت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ثابت قدم رہنا ایسی صفت ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ میں نہیں تھی۔

بعض علما نے اپنی تصانیف میں لکھا کہ ”لألفق الاحسن ولا سيف الا ذو الفقار“ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں اور نہ اس پر اعتماد ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ بدر کے دن اسی سے ندا کی گئی۔ اس کے باطل ہونے پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ اسی طرح مروی ہوتی تو صحابہ اور ائمہ اسے ضرور روایت کرتے۔ یہ ان کے کلام کا خلاصہ ہے۔

پانچویں دلیل: الفضلیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بد بخت شیعہ جن سے استدلال کرتے ہیں وہ گھڑی ہوئی احادیث اور بے شمار جھوٹی باتیں ہیں۔ (ان میں چند بطور مشتمل نمونہ از خردار ہے درج دہل ہیں:)

۱۔ مستدرک ابن حزم علی بن ابی طالب، 032، ص 14

۲۔ مستدرک ابن حزم علی بن ابی طالب، 012، ص 283

01: جس کا ذکر گزشتہ دلیل میں ہوا۔

02: (یعنی ان کی دوسری دلیل) تاد علی رضی اللہ عنہ ہے "مظہر الصحابہ تتخذہ ہونا بنت لی السائب کل ہم و ہم" اور "۔"

03: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اے علی! کاغذ روایت لاؤ، تو آپ ﷺ نے اٹھا کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھا اور جبریل علیہ السلام اس پر گواہ بنے پھر وہ کاغذ لپیٹ دیا گیا۔" امام صنعانی نے کہا کہ یہ من گھڑت ہے۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی وہ سب وصایا جو "یا" حرف خدا سے شروع ہوتی ہیں سب موضوع ہیں، سوائے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان "اے علی! تم مجھ سے ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام کا مرتبہ حضرت سوئی علیہ السلام سے تھا مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" اس فقر الہام کہتا ہے کہ آدمی جو اہل سنت اور متعلمین کے نمایاں افراد سے ہیں، کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

04: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انصیت پر "ذو دع احادیث میں ایک وہ ہے جس کے اول میں ہے" اے علی! اللہ کی تین علامات ہیں "اور اس روایت کے "خمس خصوص اوقات میں جماعت سے ممانعت ہے۔"

05: جھوٹی اور گھڑی احادیث میں سے یہ ہے "جس نے میرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین فاصلہ کیا اس پر ایسی ایسی لعنت ہے۔" اس کی کوئی اصل نہیں۔

06: انہیں میں سے امام زاہدی کے نزدیک "یہ حرب کے سردار ہیں" ہے "اس کے تمام شواہد ضعیف ہیں۔ امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے جبکہ شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔ اللہ عزوجل ہی حقیقت حال کو جانتا ہے وہ علام الغیوب ہے اور اگر اس کو صحیح مان لیا جائے، جیسا کہ امام حاکم نے مانا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں سیادت سے مراد بلندی ہے نہ کہ الفضلیت اور یہ ایسی خبر ہے جس میں عموم نہیں یا پھر یہ ضعیف ہے جیسا کہ ابن عساکر نے اسے ان الفاظ سے ذکر کیا "میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ عرب کے ادیز عمر والوں کے سردار ہیں اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عرب کے جوانوں کے سردار ہیں۔" خادم العلماء افضیوں کے مذہب پر مشتمل ایک کتاب پر مطلع ہوا تو اس میں جھوٹ،

۱۔ الاسرار المرفوعہ فی اخبار المرفوعہ، ج ۱، ص 385

۲۔ مرآۃ الصحیح، کتاب القصاص، ج ۱، ص 2267

۳۔ سنن ابن ماجہ، باب فضائل اصحاب رسول اللہ، فضل علی بن ابی طالب، ج ۱، ص 88

۴۔ الموضوعات للعلانی، ص 27

۵۔ مستدرک علی الصحیحین، کتاب معرکہ الجمل، قصۃ اعتزال محمد بن مسلمہ، ج ۱، ص 133

۶۔ تاریخ دمشق، ج ۱، ص 307، ج ۱، ص 182

باطل اور اسکی احادیث پاکیں جن کے بطلان پر گواہیاں قائم ہیں۔

پہلی دلیل: الضعیف علی رضی اللہ عنہ پر شیعوں کی مستدل وجوہ میں سے ایک "ضعیف طبر" ہے کہ "نبی کریم ﷺ کو ایک بھنا ہوا پرندہ ہدیہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے اللہ عزوجل سے عرض کی: اے اللہ عزوجل! اپنی مخلوق میں سے سب سے زیادہ محبوب شخص کو میرے پاس لے آ: تاکہ وہ یہ پرندہ کھائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ وہ پرندہ کھایا۔" ۱۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب مراد نہیں کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ وہ نبی کریم ﷺ سے بھی افضل ہوں بلکہ مراد بعض مخلوق سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

ساتویں دلیل: الضعیف علی رضی اللہ عنہ پر شیعوں کی مستدل وجوہ میں سے نبی کریم ﷺ کا پستان کی طرح ابھار والے کے بارے میں فرمان بھی ہے "اس کو مخلوق میں سب سے بہتر شخص قتل کرے گا" اور اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ اس کا قصہ یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حرور (خوارج کے ایک گروہ) سے جہاد کیا تو ان میں سے یہ شخص نکلا ہوا جس پر پستان کی طرح ابھرا ہوا گوشت تھا۔ ۲۔

اس کے چند جواب ہیں: (1) یہ عام مخصوص عن بعض ہے تو باقی افراد میں جہت نہ رہے گا۔ (2) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے براہ راست خود اسے قتل نہیں کیا تھا بلکہ آپ کے ساتھیوں نے قتل کیا تو یہاں خیریت سے مراد جمیع وجوہ سے خیریت نہیں مگر نہ آپ کے بعض ساتھیوں کی آپ پر اور تمام مخلوق پر فضیلت لازم آئے گی اور یہ اجماعاً باطل ہے۔

احقرض: اگر آپ کہیں حدیث کے الفاظ "قتله علیہ الخلق" یہ "بھی الامور المدینة" کی طرح مجاز ہے اور مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں کہ وہی امیر تھے تو (اس کا جواب یہ ہے کہ) پھر بھی ہمیں معذرتیں کیونکہ اوپر گزر چکا کہ مراد بعض وجوہ سے خیریت ہے۔ (3) اس کے قتل کے زمانے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ خیر المخلوق تھے کیونکہ یہ خلفاء ملاح کے بعد کا واقعہ ہے۔ کہا گیا یہی جواب درست ہے۔

آٹھویں دلیل: الضعیف علی رضی اللہ عنہ پر شیعوں کی مستدل وجوہ سے ایک یہ حدیث ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "میرا بھائی، میرا وزیر، جن کو میں چھوڑ کر جاؤں ان میں میرے بعد سب سے بہتر جو میرا قرض ادا کرے اور میرے وعدے کو پورا کرے وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔" ۳۔

جواب: روایت کو تسلیم کرنے کے بعد (مطلب یہ کہ یہ روایت موضوع ہے اگر صحیح مان لیا جائے تو) اس کا جواب یہ ہے کہ اخوت اور وراثت کی افضلیت پر کوئی دلالت نہیں۔ رہا باقی کلام تو ہم کہتے ہیں کہ "بعض دینی" یہ ترک کا دوسرا مفعول

۱۔ تقریب الایمان فی شرح تصدیق الکلام، الباب السادس فی اسماء، ص 375

۲۔ الضعیف البکری، ذکر ولیدہ، ص 250، الباب اخیر، فی التورج، ص 027، ص 250

۳۔ الموضوعات لابن الجوزی، کتاب فضائل الصحابة، ص 017، ص 347

ہے یا اس کے مفعول سے حال ہے لہذا معنی ہوگا کہ میرے دین کو ادا کرنے اور وعدے کو پورا کرنے میں خیریت کی تمنا کرتا ہوں۔
 نویں دلیل: شیعہ کی مستدل وجود سے نویں وجہ یہ حدیث ہے "جو چاہے کہ علم میں آدم علیہ السلام، تقویٰ میں نوح علیہ السلام، علم میں ابراہیم علیہ السلام، بیت میں موسیٰ علیہ السلام اور عبادت میں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف نظر کرے تو وہ علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے"۔^۱۔ تو نبی کریم ﷺ نے انہیں مذکورہ اہلیا کے برابر قرار دیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ انہی تمام صحابہ سے افضل ہیں تو حضرت علی بھی اسی طرح سب صحابہ سے افضل ہوں گے۔

اس کے چند جوابات ہیں: (1) بعض نے کہا اس حدیث کی صحت میں نظر ہے۔ (2) یہ مشابہت ہے اور اس سے مساوات لازم نہیں۔ (3) اگر ہم مساوات کو مان لیں تو پھر یہ بعض صفات میں مساوات ہے اور اس سے مطلقاً مساوات لازم نہیں آتی۔
 دسویں دلیل: افضلیت پر دسویں دلیل یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے صحابہ کے مابین عقد موائفہ قائم کیا^۲۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا۔^۳ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے افضلیت لازم نہیں آتی، شاید آپ علیہ السلام نے شفقت کیا پھر قرابت اور خدمت کی وجہ سے ایسا کیا ہو۔

گیارہویں دلیل: افضلیت علی پر شیعہ جن وجود سے استدلال کرتے ہیں ان میں سے ہے کہ انہوں نے کبھی بھی نہ اللہ کے ساتھ شرک کیا اور نہ ہی بت کو سجدہ کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے قبل ان تمام صحابہ کی طرح تھے جو اپنے والدین کے تابع تھے۔ یہ جواب اس بنا پر ہے کہ کفار کے بچے مومنین نہیں اور اس میں ملا کا اختلاف ہے۔ پس جواب یہ ہے کہ کافر جب مسلمان ہو جائے تو اس کا سابق کفر معدوم ہو جاتا ہے گویا کہ وہ اس سے پہلے بھی اسلام پر تھا جیسا کہ مسلمان جب مرتد ہو جائے، اللہ کی پناہ تو اس کا سابق اسلام معدوم ہو جاتا ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف نہیں دیکھتے جو ابلیس کے حق میں ہے کہ "وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ" (البقرہ: 34) (ترجمہ:)"اور کافر ہو گیا" لہذا اعتبار خاتمہ کا ہے۔

چوتھا شبہ: "انہیں میں سے ان کا یہ کہنا بھی ہے کہ اہل سنت کہتے ہیں اللہ عزوجل نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا صاحب قرار دیا جہاں اللہ سبحانہ نے فرمایا: "إِذَا يَكُونُ" جب فرماتے تھے "یعنی رسول اللہ ﷺ"، "يُصَاحِبُهُ" "اپنے یار سے" یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ "وَلَا تَخْشَوْنَ" "خوف نہ کھا" آپ علیہ السلام نے انہیں یہ اس وقت کہا جب وہ

۱۔ المصنوعات لابن الجوزی، 017 ج 370، المآل المصنوعہ 012 ج 184

۲۔ یعنی انصار و مہاجرین میں سے ایک ایک کو بھائی بنایا۔

۳۔ فضائل اصحابہ لایم غفائل علی 027 ج 683

۴۔ افضلیت علی رضی اللہ عنہ پر شیعہ کے شبہات مع جوابات مکمل ہوئے، اور یہ بات ابن کی جہول اور گھڑی ہولی باتوں میں سے تیسری تھی۔ اب چھی بات شروع کرتے ہیں جو رد افضل اہل سنت کے خلاف کرتے ہیں۔

دونوں غار میں تھے اور کفار عار کے دہانے پر تھے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خوف نے آیا کہ کفار ان دونوں کو پانہ لیں۔ "إِنَّ اللَّهَ قَبْضٌ" (البقرہ: 40) (ترجمہ:) "بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ تو ہم اس میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کوئی فضیلت یا شرف نہیں پاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ کہف میں یہود اور قُطُرِیّ، جن میں اول دہن ہدایت پر اور دوسرا کافر تھا، کے قصہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "قَالَ" کہا "یہی یہود تھے" "لَقَدْ ضَلَّاهُمْ" "اپنے صاحب کو" "یَحْیٰ قُطُرِیّ" "یَحْیٰ قُطُرِیّ" اور وہ اس سے الٹ پھیر کر رہا تھا "یعنی جھگڑ رہا تھا"۔ "أَكْفَرْتُ بِالْإِذْنِ خَلَقْتُكَ بَيْنَ تَوْبَةٍ" (البقرہ: 37) (ترجمہ:) "کیا تو اس کا منکر ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا" تو اللہ عزوجل نے کافر کے حق میں کہا کہ وہ مومن کا صاحب ہے لہذا اس میں ان کی کوئی مدح نہیں۔

جواب یہ ہے کہ قطعاً محبت شرف میں کافی نہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ محبت جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاصل تھی وہ واضح طور پر اس کے شرف پر دلالت کرتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے مال، وطن چھوڑ کر اللہ کے حبیب اور منتخب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی حالانکہ وہاں بڑا خوف اور عظیم فطرہ بھی تھا۔ نیز انہوں نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں اپنی جان خرچ کر ڈالی اس کے باوجود وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ یہ تمام امور دوستی، محبت اور مودت پر دلائل ہیں۔ نیز اللہ عزوجل کا فرمان (وَهُوَ يُعَاذُكَ) یہ دشمنی اور دوری پر دال ہے اور یہ اس کافر کی خدمت میں نص ہے کیونکہ وہ اس سے جھگڑ رہا ہے جو اسے سیدھے دین کی طرف بلا رہا ہے اور سابقہ آیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے شرف پر دلالت کرتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ محبت بغیر ایمان کے شرف میں کافی ہے حتیٰ کہ ابو طالب سے اعتراض وارد ہو بلکہ ایمان اور محبت شرف کے دلائل میں سے ہے اور ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مابین اسے ثابت کر دیا۔

پانچواں شبہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر فضا اور ناراض ہوئیں اور وفات تک ان سے کلام نہ کیا کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث دینے سے انکار کر دیا۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں یہ بھی وارد ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا "جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا"۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے "جس نے اسے تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی"۔ پس اس سے لازم آتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی اور ناراض کیا۔ قرآن میں ہے: "إِنَّ الَّذِينَ يُؤْخَذُونَ مِنَ اللَّهِ لَعْنَتُهُمْ اللَّهُ فِي الذُّلِّ وَالْأَخْزَةِ" (الاحزاب: 57) (ترجمہ:) "بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اس پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں"۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الطرائف باب قول انبیاء علیہم السلام 149

۲۔ صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی باب مناقب قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 21

۳۔ منہج علی المصیین، کتاب سيرة الصحابة باب مناقب فاطمة زهراء 3-173

اس کے کچھ طریقوں سے جواب دینا

پہلا جواب: رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ جس نے انہیں ناراض کیا اور تکلیف دی ((اپنی خواہش نفس اور دوسرے شیطانی کے سبب))۔ تو اس نے انہیں ناراض کیا اور تکلیف دی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارادہ یہ نہ تھا بلکہ انہوں نے تو انہیں ناراض کرنے کا قصد فرمایا پس وہ بشری تقاضے کے جب ایک گھڑی تھا ہو گئی پھر اس کی یہ ناراضی ختم ہو گئی اور انہوں نے بعد میں ان سے کلام نہ کیا کیونکہ ملاقات نہ ہو سکی یا ان سے کلام کی حاجت نہ رہی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا معنی ہے کہ جس نے بغیر حق کے انہیں ناراض کیا۔

تیسرا یہ کہ آیت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جس نے بھی رسول اللہ ﷺ کو ایذا دی وہ ملعون ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ آپ کی امت کا ارتکاب گناہ کرنا انہیں تکلیف دینا اور ناراض کرنا ہے حالانکہ مرتکب کبیرہ کافریں ہیں جیسا کہ علم کلام میں اس پر دلائل قائم ہو چکے۔

حدیث قرطاس کی بحث

چھٹا شعبہ: شیعہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے روکنے پر بخاری کے باب کتاب العلم کی روایت سے استدعا کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کی تکلیف ایام مرض میں شدت اختیار کر گئی تو آپ نے اپنے اصحاب سے کہا میرے پاس کتابت کا سامان لے آؤ (یعنی لکھنے کے اوقات اور اسباب) کہ میں لکھ دوں (اکتب محروم ہے کہ جواب امر ہے اور اس پر رفع بھی جائز ہے استیفاء کی)۔ یہ مطلب یہ ہے کہ میں لکھنے کا حکم دوں یا ہم کہتے ہیں کہ امی وہ ہوتا ہے جو اچھی طرح نہ لکھ سکتا ہو نہ کہ جو سرے سے لکھ ہی نہ سکے اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ مبارک سے لکھا (تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ) (لا تضلوا) یہ تا کے زیر اور خار کے کسرہ کے ساتھ ہے اور یہ لکھی ہے اور نون اس لیے حذف ہے کہ جواب امر کا بدل ہے اور بعض نے نقد اور جواب امر بغیر عطف کے جائز قرار دیا ہے) اس کے بعد تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا (یعنی وہاں موجود صحابہ کرام کو) کہ نبی کریم ﷺ پر ورد کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے جو ہمیں کافی ہے پس انہوں نے (یعنی صحابہ کرام) نے اختلاف کیا بعض نے لانے کا کہا اور بعض نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کی اور آوازیں بلند ہو گئیں (بلفظ لام کے زیر اور نون کے سکون کے ساتھ ہے اور اس کا معنی آواز ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس سے کھڑے ہو جاؤ (میرے پاس جھگڑا جائز نہیں۔ التنازع یہ یعنی کا قائل ہے) تو امین عباس رضی اللہ عنہ نکلے (یعنی اس جگہ سے جہاں وہ یہ حدیث بیان کر رہے تھے، نہ کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے) یہ کہتے ہوئے کہ بے شک مصیبت ((الدیۃ)) میں راء کے زیر و زاء کے زیر اور اس کے بعد یا ہ سا کنہ پھر امزہ ہے جسے یا ہ میں بدل کر اذغام کر دیا گیا۔) بڑی مصیبت (یہ منصوب ہے اول کی تاکید کے لیے) جو رسول اللہ ﷺ اور

ابن مسعود رضی اللہ عنہما صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کتابت کے مابین حاکم ہوا۔ اسی طرح بخاری نے ”باب مرض رسول اللہ ﷺ و ولاتہ“ میں یہ بھی روایت کیا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا ”مجھے چھوڑ دو پس میں جس حالت و کیفیت میں ہوں یہ بہتر ہے اس سے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔“^۱

یہاں پر شیعوں کے دو شبہات ہیں:

شہاد اول: وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت لکھ دینے کا ارادہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کر دیا کیونکہ اس کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی تھی۔

شہاد ثانی: وہ کہتے ہیں کہ وہ وحی کی کتابت تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر نزول وحی کے سبب اسے لکھوانے کا ارادہ کیا۔ فرمان باری ہے ”وَمَنْ لَّمْ يَخُذْ مِمَّا بَنَّا أَنْزَلْنَا فَادْبِثْ لَهُمُ الْكُفْرَ“ (سورہ ۷۷: ۱۸) (ترجمہ:) ”اور جو اللہ کے انکار پر غم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔“

ان کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کیا لکھوانے کا ارادہ کیا؟^۲ اس میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا انہوں نے خلیفہ کا نام لکھوانے کا ارادہ فرمایا اور دوسرے بعض علما اس طرف گئے کہ آپ علیہ السلام نے شریعت کے بعض احکام لکھوانے کا قصد فرمایا۔

اگر ہم کہیں کہ آپ علیہ السلام نے خلیفہ کا نام لکھوانے کا قصد فرمایا جیسا کہ قسطلانی نے اسی کی تائید کی تاکہ لوگوں میں اختلاف نہ ہو جو انہیں گمراہی کی طرف لے جائے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت لکھوانا چاہتے تھے۔ اس پر دلالت امام مسلم، احمد و غیرہ کی روایت کرتی ہے کہ آپ علیہ السلام نے حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا: ”اے والد اور بھائی کو بلا لاؤ تاکہ میں لکھ دوں کیونکہ مجھے غم ہے کہ تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کہنے والا کہے کہ میں زیادہ دلالت ہوں۔ اللہ اور مومنین انکار کر دیں گے سوائے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے۔“^۳

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا ”میرے پاس عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کو بلا لاؤ کہ میں ایک تحریر لکھ دوں تاکہ میرے بعد اس پر کوئی اختلاف نہ کرے، پھر فرمایا چھوڑو، اللہ کی پناہ کہ مومنین ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اختلاف کریں۔“^۴ آپ علیہ السلام نے لکھوانے کو اس لیے ترک فرمادیا کہ آپ علیہ السلام کو ان کی امانت صبری اور انوکھی تصریحات پر احماد تھا۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کتاب العلم، ۵۱۷، ص ۳۸

۲۔ رشتہ الساری، کتاب الساری، باب مرض النبی، ۵۶۷، ص ۴۶۳

۳۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل اصحاب، باب من فضائل ابی بکر، ۵۴، ص ۱۸۵۷

۴۔ فضائل الفقہاء، رشتہ ابن ابی عمیر، آخر الفضائل ذکر غلو الصدوق، ص ۱۴۱

رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منع کرنا تو اس کی دو وجوہات ہیں، اول یہ کہ انہیں حدیث لاحق ہوا کہ بات بڑھ جائے اور لوگ نبی کریم ﷺ کے لکھے ہوئے کے علاوہ کی تمنا کرنے لگیں، اس حال میں کہ یہ وقت آپ علیہ السلام کے دنیا سے نبی کی طرف متوجہ ہونے کا ہے پس خلافت کے معاملے میں مجادل لائق نہیں کیونکہ اس حالت میں آپ علیہ السلام اسی شخص کی طرح ہوں گے جس کی موت کا وقت قریب ہو اور درماتر کہ کی تقسیم میں مصروف ہو جائیں کیونکہ یہ صورت آپ علیہ السلام کے مرض کو مزید بڑھا دیتی، آپ علیہ السلام اسے قبیح جانتے اور اس سے تنگ دلی، گھبراہٹ ہوتی۔ ثانی یہ ہے کہ انہیں حدیث لاحق ہوا کہ نبی کریم ﷺ ان پر کسی ایسے کو خلیفہ نہ بنادیں جسے بعض صحابہ پسند نہ کریں اور یوں آپ کی تافرمانی کر بیٹھیں اور ان پر عذاب نازل ہو۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے مرض کی گئی کہ آپ ہم پر خلیفہ مقرر فرمادیں تو ارشاد فرمایا "مجھے خوف ہے تم میرے خلیفہ کی تافرمانی کرو اور تم پر عذاب نازل ہو"۔^۱

اگر ہم کہیں کہ آپ نے امت پر شفقت کرتے ہوئے شرعی احکام لکھوانے کا قصد فرمایا اور اس قول کی تائید کرمانی نے کی تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کی کچھ وجوہات ہیں۔

وجہ اول: آپ نے جانا کہ ہم اجتہاد کریں گے اور احکام کا استخراج کریں گے، اگر آپ نے تحریر لکھوا دی تو اجتہاد کا دروازہ بند ہو جائے گا اور علماء کی عوام پر فضیلت باطل ہو جائے گی۔^۲

وجہ ثانی: آپ رضی اللہ عنہ کو خوف ہوا کہ امت آپ ﷺ کے لکھے ہوئے احکام کی مخالفت کرے (اس طرح کہ وہ اس پر عمل سے عاجز آجائیں) اور اس طرح ان پر عذاب اترے۔^۳

وجہ ثالث: آپ کے لیے تمام احکام کا ضبط بغیر تکلف کے میر نہ تھا تو آپ ﷺ کو تکلیف دینا اچھی بات نہ تھی، ہاں جو اس کے کہ اجتہاد جاری ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ فقیہ ہیں کیونکہ انہوں نے کتاب اللہ پر اکتفا کر لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہمیں کتاب اللہ کافی ہے" اللہ عزوجل کے اس فرمان کی بنا پر کہا "مَا فَرَّقَ مَنَالِي الْكِتَابِ مِنْ قَوْلِهِ" (الانعام: 38) (ترجمہ: "ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا")۔

وجہ رابع: اکثر علماء نے نبی کریم ﷺ سے جن میں وحی نازل ہے، اجتہاد کو جائز قرار دیا ہے اور اجتہاد خطا کا احتمال رکھتا ہے نیز اس پر اتفاق ہے کہ آپ علیہ السلام کا اس خطا پر برقرار رہنا جائز نہیں۔ یہاں اب یہی ہے کہ آپ نے اس کے بعد لکھوانے سے اعراض کیا۔

۱۔ مسند بزرگوار مسند حدیث بن حبان، 077: 299

۲۔ شرح ترمذی، باب کتاب اللہ، 027: 127

۳۔ مسند بزرگوار مسند حدیث بن حبان، 077: 299

وجہ خاص: نبی کریم ﷺ اگرچہ کذب سے محصوم ہیں مگر مصائب و تکالیف اور سب سے محصوم نہیں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آپ کو نماز میں سبھ ہوا؟ یہ بات شریعت میں نقص کو مستلزم نہیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خدشہ ہوا کہ آپ سے وہ بات صادر نہ ہو جائے جو مریض کر دیتا ہے اور اس کو یونہی لے کر آپ کا کوئی ارادہ نہ ہو۔ یوں منافقین کو کتاب اللہ کی طرف راول جائے اور وہ اس پر طعن کریں اور شریعت کے معاملہ میں غلط واقع ہو۔ محی السنہ امام نووی قدس سرہ نے یوں ہی فرمایا۔ محلی نہ رہے کہ یہ جواب متکلمین کی اس صراحت کے مخالف ہے کہ نبی پر ان امور میں سبھ حار نہیں جو پہلے احکام سے متعلق ہوں۔

وجہ سادہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خدشہ ہوا کہ اگر آپ کچھ تحریر لکھیں اور بے دین لوگ اس میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہ کر دیں کیونکہ نبی کریم ﷺ اکادکا افراد اور غلوٹ میں ہی لکھواتے۔

رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بے ادبی کا جواب تو عرض ہے کہ امر واجب ہی کے لیے نہیں ہوتا کیونکہ امر میں لحاظ امارات و قرائن پر ہوتا ہے کہ وہ وجوب سے استصحاب و اباحت کی طرف نکل جاتا ہے۔ پس یہ صحیح ہے کہ آپ علیہ السلام نے معاملہ ان کے اختیار کے سپرد کر دیا تو انہوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے جب اس میں اختلاف کیا۔ پس اللہ عزوجل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صواب کی ہدایت دی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر معاملہ نقل رہا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا "ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے اس" "یہ ان لوگوں کا رد ہے جو ان سے منازعت کر رہے تھے نہ کہ رسول اللہ ﷺ پر رد ہے۔

صحابہ کرام اللہ عزوجل کے اوامر میں نبی کریم ﷺ سے مراجعت کیا کرتے تھے جیسا کہ انہوں نے صلح حدیبیہ کے دن مراجعت کی تھی اس معاہدہ کے بارے میں جو آپ علیہ السلام اور قریش کے مابین لکھا گیا۔ ممنوع مراجعت ان اوامر میں ہے جو وجوبی ہوں۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان "امین الخ" کا معنی ہے مجھے چھوڑ دو، بے شک میری دنیا سے آخرت کی طرف متوجہ ہونے کی حالت جس تحریر لکھنے کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو، سے بہتر ہے۔ تو یہ خطاب ان لوگوں کو ہے جو تحریر لکھوانا چاہ رہے ہیں، نہ کہ ان سے جو تحریر سے منع کر رہے ہیں۔ یہ بات دلائل کرتی ہے کہ امر استنباطی ہے وجوبی نہیں کیونکہ اگر وجوبی ہوتا تو آپ علیہ السلام اس کے بعد لکھوادیتے کیونکہ آپ اس واقعہ کے بعد چند دن حیات رہے۔

امر حق سے سکوت جائز نہیں، حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس حاضر نہ تھے اور تقیہ کو ہم نے اس سے پہلے باطل کر دیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حکم صحابہ کرام کے اجتہاد کا امتحان لینے کے لیے ہو۔ یہاں پر ایک اور عمدہ جواب ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اپنے رب سے موافقت کثیر ہے جیسا کہ گزرا اور اس معاملے کو بھی اسی میں سے شمار کیا گیا ہے۔ پس احتمال ہے کہ آپ علیہ السلام کو وحی کی گئی ہو پھر وہ حکم منسوخ کر دیا گیا ہو۔

کہا گیا کہ حق بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مراد معلوم نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ کہ شیعہ کا دعویٰ بلاشبہ باطل ہے۔ ساتواں شبہ: شیعہ کا کہنا ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مابین فداک کے

جواب یہ ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعوت کی ہوئی حدیث سے فیصلہ کیا تو اس حدیث کا مفاد قطعی ہوا۔ اہل ان کے نزدیک یہ حدیث عموم آیت کی غرض سے نہ تھی بلکہ دعوت کی دعوت پر تھی۔ یہ حدیث کو روایت کرنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ منفرد نہیں بلکہ امہات المؤمنین، حضرت عائشہ، حفصہ، زینب، جابر، عبد الرحمن بن عوف، زبیر اور سہرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس حدیث کو روایت کیا جیسا کہ صواعق محرقہ ص ۲۰۰ سے ۲۰۱ تک آپ اولا اس کی روایت میں منفرد تھے پھر سب نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فعل پر ایک دلیل خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فعل ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت کے ایام میں فتنہ میں تہیہ نہ کی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فعل کو برقرار رکھا پس اگر یہ فعل صدیقی حق نہ ہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ حق پر قدرت نہ ہوگی بلکہ خدا لا روم آئے گی۔ دوسری دلیل اس پر یہ ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امہات المؤمنین میں سے کسی کو بھی میراث سے روک دیا تھا پس اگر انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دھنسی کی وجہ سے حق نہ دیا تو اس امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو منع نہ کرتے کہ ان سے دھنسی نہ تھی۔

اعتراض: اگر کہا جائے کہ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے ان دو فرامین کے معارض ہے۔ اول "وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ" (نمل: ۱۶) (ترجمہ: "اور سلیمان داود کا جانشین ہوا" اور ثانی یہ کہ "فَهَبْنِي مِنْ لَدُنْكَ ذِيلاً، يُوْثِقُ" (مریم: ۵۵، ۵۶) (ترجمہ: "تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے ڈال جو میرا کام اٹھالے وہ میرا جانشین ہو" حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام عطا فرمائے۔

جواب: میں جوابا کہوں گا کہ ان کی مراد علم و حکمت کی میراث ہے اور حدیث میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد مال کی میراث ہے۔ نبی سے جو میراث پہنچتی ہے وہ علم ہے۔ کیا آپ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو نہ دیکھا؟ کہ "علماء انبیاء کے وارث ہیں"۔ اگر مان لیا جائے کہ مراد مال ہی ہے تو ہم کہیں گے کہ "نحن معاش الانبياء" میں "الانبياء" سے مراد خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور جمع کا صیغہ تعظیم و تعظیم کے لیے ہے۔

دواں شہنہ شیعہ کا کہنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے آپ کی ملک تھے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو اس سے منع نہ کیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک سے روک دیا تو ان کا امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے حجرے خالی نہ کروانا بڑا علم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حجرے امہات المؤمنین کی ملک تھے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا "وَقُلْنَا لِيٰ يٰمُوسٰى" (احزاب: ۳۳) نیز (ترجمہ: "اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو" احتمال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حجرے اپنی حیات میں ہی ان پر تقسیم کر دیئے ہوں گے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ عدت گزارنے والی کو اس کے زوج کے گھر سے نہیں نکالا جاتا اور

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن آپ علیہ السلام کی معتدات ہیں کیونکہ ان سے نکاح جائز نہیں ہے۔

گیارہواں شہ: اس کا کہنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ام ایمن رضی اللہ عنہا نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نکاح بہ فرمادیا تھا مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی تصدیق نہ کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گواہی کے حساب کے عمل نہ ہونے کی وجہ سے ایسا ہوا نیز یہ بھی کہ بعض علماء اس طرف گئے کہ زوجین میں سے ایک کی دوسرے کے حق میں گواہی قبول نہیں۔

روایت کیا گیا کہ حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نے اس کی گواہی دی۔ اس کا جواب دیا گیا کہ وہ دونوں بچے تھے اور ظاہر یہی ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک اولاد کی والدین میں سے کسی ایک کے حق میں گواہی قبول نہیں۔ نیز یہ وہ ہے کہ ۱۷۱۷ء سے نزدیک حضرت علی، امام حسن اور امام حسین اور ام ایمن رضی اللہ عنہم کی گواہی کا قصہ ثابت نہیں۔

بارہواں شہ: شیعہ کا کہنا ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا معصوم ہیں۔ اس پر دلیل اللہ عزوجل کا فرمان ہے: "رَبَّنَا يُبَيِّنُ اللَّهُ لِيْذِيْكَ عَنَّا الْفِتْنَةَ اِنَّ الْفِتْنَةَ اَكْبَرُ" (الحج ۳۳) (ترجمہ: "اللہ تو یہی چاہتا ہے اسے نبی کے گھر والوں کو تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستمرا کر دے" نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے"۔ "تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب معصوم ہیں تو ان کے جگر کا ٹکڑا بھی معصوم ہوگا جس وہ اپنے میراث کے دعویٰ میں لگی ہیں کیونکہ ان سے جھوٹ کا ظاہر ہونا عصمت کے متافی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عصمت انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے اور رہے غیر انبیاء تو ان کی عصمت کے ثبوت کے لیے دلیل کی حاجت ہے! مگر دلیل نہ پائی۔ رہی مذکورہ آیت کریمہ تو وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عصمت پر دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آیت میں داخل ہیں اور وہ معصوم نہیں، اس پر ہمارا اور شیعہ کا اتفاق ہے۔ توجہ اہل بیت بھی اسی طرح ہیں جیسا کہ شرح مواقف اور صواعق محرقة میں ہے۔ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا آیت میں داخل ہونا ایک تو اس وجہ سے کہ یہ آیت کا سیاق ہے کہ وہ انہیں کی شان میں نازل ہوئی تو ان کو آیت سے خارج کرنا، کلام کو اس کے اصل

۱۔ حدیث کی تحقیق کے مطابق یہاں ایک جواب یہ بھی ہے کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے ان مجرور کو اس لیے خالی نہ کر دیا گیا کہ ظہر پر بنی راجہ کا جو عقد لازم ہوتا ہے اس میں رہائش بھی شامل ہوتی تھی تو یہ بطور رہائش بن کے پاس رہے۔ اس کا استثناء خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا چنانچہ فرمایا: "میری وراثت میں رہتا اور ہم کو تقسیم کیا جائے۔ اپنے اہل اور مال کے عقد کے بعد جو میں ترکہ چھوڑوں وہ صدقہ ہے"۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ ان ازواج کی وفات کے بعد ان کے درجہ نے بطور وراثت انہیں نہیں لیا جس سے پتا چلا کہ ان کے پاس بطور ملک نہ تھے ورنہ ضرور وراثت میں تقسیم ہوتے بلکہ انہیں سہہ نبوی میں شامل کر دیا گیا جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کا حکم اصل تھا یعنی رفاہ عام کے لیے صدقہ ہونا تو مسجد کا نفع بھی

مسئلہ نوں کے لیے عام ہے۔ (محب اللہ شرح صحابی الآجمل، ص 497، ج ۷)

۲۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب مناقب قرآن رسول اللہ ۵۷۲-۵۷۳

سے نکال دے گا۔ دوسری وجہ یہ کہ اس بارے میں احادیث کثرت سے وارد ہیں کہ اصحاب رضی اللہ عنہم اہل بیت میں داخل ہیں اور مذکر کا صیغہ تغلیب کی وجہ سے وارد ہے۔

احتمال ہے آیت کا معنی یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت فرمانے کا ارادہ فرمایا یہ اس کے علاوہ کوئی مناسب معنی ہوگا۔ حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ بجاز ہے اور شفقت و قربت مراد ہے۔ یہ بھی کہ جری کل سے تمام احکام میں مساوات لازم نہیں۔ یہاں اس کا ایک اور جواب ہے وہ یہ کہ اگر ان کی عصمت تسلیم کی جائے تو تمہارا مدعا پھر بھی ثابت نہیں کیونکہ ان کا دعویٰ میراث اجتہادی خطائی اور مجتہد کبھی خطا کر جاتا ہے، چہ معصوم ہو، کیا آپ حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ نہیں جانتے جو یحییٰ اور یسوع کے بارے میں انہوں نے فیصلہ کیا جیسا کہ مافی قدس سرہ نے ذکر کیا۔

عصمت کی بحث

جان میں کہ یہ مقام کلام کی وسعت کا تقاضا کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ عصمت کی تعریف میں علما نے اختلاف کیا ہے۔ اشاعرہ کہتے ہیں کہ "عصمت یہ ہے کہ اللہ عزوجل بندہ میں گناہ کو پیدا ہی نہ کرے"۔ یہ تعریف ان کے اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ "تمام امور ابتداءً ہی اللہ عزوجل کی طرف مستند ہیں، وہ فاعل مختار ہے اور اس پر کچھ واجب نہیں"۔ فلاسفہ کے نزدیک "عصمت ایہ ملک (مہارت) ہے جو اپنے صاحب کو بغور و معاصی سے روکتا ہے"۔ یہ تعریف ان کے قاعدہ کی بنا پر ہے کہ اللہ عزوجل فاعل بالاجاب ہے نیز فلاسفہ قبول کنندہ کی صلاحیتوں کا اعتبار کرتے ہیں۔

احقر اہل اہل بیت کے معصوم نہ ہونے کا قول پہلی تعریف کے مناسب نہیں کیونکہ اس صورت میں غیر معصوم گناہ گار ہوگا کیونکہ عدم غلطی غلط ہے۔ دوسری تعریف تو اس سے عدم عصمت لازم نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ ہم سے گناہ کا صادر نہ ہونا اس ملک کے علاوہ کسی اور سبب سے ہو۔ پس اگر پہلی تعریف لی جائے تو یہ اہل بیت کے بارے میں رافضیوں اور خارجیوں کے اعتراضات کو ابھارنے کا سبب ہوگا۔ اگر دوسری تعریف کو لیا جائے تو ایک تو یہ فلاسفہ کے مذہب پر مبنی ہے اور دوسرا یہ کہ بعض محقق فضلاء نے اپنی تصانیف میں اسے باطل قرار دیا ہے لہذا یہاں اللہ عزوجل کی مدد اور اس کے حاصل لطف سے تشفی بخش بیان ضروری ہے۔

جواب: میں اللہ عزیز سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ عصمت گناہوں سے اجتناب کے ملک کو کہتے ہیں، اس کو اکمل المحققین علامہ سعد المملہ والدین تفتازانی نے شرح مقاصد میں اور صاحب طوابع نے منتخب کیا اور صاحب خیالی نے سعد المملہ کی شرح عقائد مسفیہ کے حاشیہ میں اسے اختیار کیا اور کہا: "عصمت کی حقیقت ملک کے ساتھ تعریف کرنا ہے، دوسری پہلی تعریف تو وہ تعریف بالماصل ہے"۔ اگر اس تعریف کو لیا جائے تو اہل بیت کی طرف عصیان کی نسبت لازم نہیں آتی اور مذکورہ تعریف کا فاعل بالاجاب کے قول پر مبنی ہونا مسلم نہیں؛ کیونکہ شجاع سے جو صادر ہو اس کی اصافۃ ملک شجاعت کی طرف کی جاتی ہے اور جو عالم سے ظاہر ہو اس کی اس کے ملک علم کی طرف کی جاتی ہے۔ اس سے اجتناب لازم نہیں آتا جیسا کہ لطین پر

نکلی نہیں ہے، جاشبہ یہ تو اس وقت لارم آئے جب اس ملک کو دینا اللہ عزوجل کے اختیار میں نہ ہو، نیز یہ ملک مابیت کو لارم امر ہے۔ پس تو انصاف کر جس طرح انصاف کرنے کا حق ہے۔

بہر حال پہلی تعریف تو اگر ان کے قول "غیر نبی معصوم نہیں" میں عدم عصمت سے مراد عصمت کا واجب نہ ہونا ہے تو اہل بیت کی طرف گناہ کی نسبت لارم نہیں آتی کہ اس صورت میں وہ جائز عصمت ہوں گے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے میراث کے دعویٰ میں شیعہ کی جنت لارم نہیں ہوگی کیونکہ یہ دعویٰ تو ان سے گناہ سے معصوم ہونے کو واجب قرار دینے کی نقد پر ہے۔ علاوہ ازیں اس کا وہ جواب بھی ممکن ہے جو کہ مانی قدس سرہ نے دیا جیسا کہ ابھی گزرا۔

بند و حقیر (مصنف) بعض علماء کے رسائل پر مطلع ہوا تو میں نے ان میں پایا جو انہوں نے مادہ اشکال کے بارے میں کہا؛ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ عزوجل کا بندے میں گناہ کو ضروری طور پر معدوم کرنا عصمت ہے۔ پس معصوم سے گناہ صادر نہیں ہو سکتا یعنی اس کا وقوع محال ہے نہ کہ احتمال عقلی ہے کیونکہ طبع سے خالی حکم عقلی، قطع نظر موانع اور عادات خارجہ کے نبی سے گناہ کے صدور کے ممکن ہونے کا حکم لگاتا ہے۔ رہا غیر نبی تو اس سے گناہ کے صدور میں کوئی احتمال نہیں، نہ خارج میں نہ عقل میں کیونکہ دلیل معدوم ہے۔ تو غیر معصوم ماضی اور محفوظ سے اہم ہے کہ غیر معصوم وہ ہے جس سے گناہ کا صادر ہونا ممکن ہو اور اس کا وقوع برابر ہو کہ صادر ہو یا نہ ہو لہذا عصمت کی نفی سے قبائح کے صدور کا دہم نہ کیا جائے جیسا کہ صواعق مخرقہ، تہذیب وغیرہا میں صراحت ہے۔

تیسرا ہاں شبہ: ان شیعہ کا کہنا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بنانے میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی، کیونکہ آپ علیہ السلام نے خلیفہ مقرر نہ کیا اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

اس کے کچھ جواب ہیں، پہلا جواب: رسول اللہ ﷺ نے جب صحابہ کرام کا دین اسلام اور صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنا دیکھا تو یقین فرمایا کہ وہ اپنی خواہشات کے بند نہ ہوں گے اور اجتہاد سے جسے چاہیں گے منتخب کر لیں گے۔ جب کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امت کے احراف کو دیکھا مثلاً بعض کا زکوٰۃ کی ادائیگی سے پھرنا؛ تو انہیں امت میں قتل کا خوف ہوا لہذا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمادیا۔ دوسرا جواب: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا جیسا کہ بعض احادیث میں مروی ہے اور بعض علماء نے اسے اختیار کیا ہے، اگرچہ تحقیق یہی ہے کہ آپ علیہ السلام نے کسی کو مقرر نہ کیا۔ جیسا کہ اس پر بحث گزری۔ تیسرا جواب: مخالفت اس کام کے کرنے کو کہتے ہیں جس سے آپ علیہ السلام نے منع کیا ہو نہ کہ قطعاً وہ کام کرنا جو آپ ﷺ نے نہ کیا ہو۔

چودھواں شبہ: شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیعت کے بعد خطبہ کے لیے منبر پر چڑھے تو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور کہنے لگے کہ یہ ہمارے نانا کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور آپ اس کے اہل نہیں۔ یہ ان دونوں شہزادوں کا ان کی امامت پر طعن تھا۔ اس کا جواب

یہ ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے جیسا کہ شرح تحریر میں ہے۔

پندرہواں شبہ: شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم نے حبش اسامہ کی تیاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مرض جس میں آپ علیہ السلام نے دارالتیمم کی طرف رحلت فرمائی؛ فرمایا تھا کہ ”لشکر اسامہ کی ہم کو انجام دو؛ اللہ کی اس پر لعنت جو اس سے پیچھے رہے“ آپ نے یہ لشکر کفار کی ایک قوم کی طرف بھیجا تھا اور یہ تینوں حضرات اس لشکر میں تھے، انہوں نے شرکت نہ کی کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے کو بھانپ گئے تھے اور انہیں لشکر میں شامل کرنے سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ وہ مدینہ سے دور ہو جائیں تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد امامت پر قبضہ نہ کر لیں اور اسی وجہ سے آپ نے انہیں لشکر میں شامل کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ کیا۔

اس کے کئی جواب ہیں، پہلا جواب شرح تحریر میں ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اس جواب پر یوں منع وارد ہوتی ہے کہ اس کی عدم صحت منوع ہے۔ ”واللہ تعالیٰ اعلم“ دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سکرانہ موت کی حالت میں تھے کبھی آپ پر بے خودی طاری ہوتی اور کبھی اتفاق ہو جاتا؛ آپ کا کلام حلف اضطراب میں یا بغیر سوج و بھار کے غلط ہوتا تھا جیسا کہ اس شخص کا کلام ہوتا ہے جس پر غشی طاری ہو۔ نیز لشکر کا مدینہ سے لگانا مصلحت کے منافی تھا؛ کیونکہ مسئلہ کذاب، طلحہ اسدی، قحاج اور اسود غنسی اپنے ہزاروں کے لشکروں کے ساتھ مدینہ کے گرد اس پر چڑھائی کی تاک میں تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ اس شبہ میں مذکور روایت اہل سنت کی کسی کتاب میں نہیں کہ اس کا جواب دیا جائے۔ شہر تہل نے ”اہل بیت“ میں کہا ”اس روایت میں لعن اللہ من تخلف صحابہ“ کا بعد موضوع اور من گھڑت ہے۔ اس سے روایت ایک اعتبار حدیث کی صحت کا ہے۔ بلا سند حدیث ایسا ہے جیسے شریعہ ہمارے کہ اس پر ہم ہرگز کان نہیں لگاتے۔ باطنی اگر یہ جملہ صحت سے ثابت ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے والد نے مدینہ حارثہ میں اللہ عزوجل کی شہادت کے بدلے کے لیے، کیے چھوڑا اور اس ہم سے بچا حرام ہے۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خدمت امامت پر حاضر ہوئے تو وہ اس سے سبک ہو گئے۔ دوسری عرض یہ ہے کہ اس میں لفظ ”من“ نام ہے جیسا کہ شیعہ بھی اس بات کو ماننے ہیں تو اس صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے سب مسلمان اس امید میں شریک ہوں گے کہ جو اس سب کی طرف سے جواب ہو گا وہی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے جواب ہو گا۔ رہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا شریک۔ ہوتا تو ان کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روک لیا کیونکہ جب مدینہ کے اطراف کے حالات حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے دیکھے تو بارگاہ صدیقی میں عرض کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو آپ اپنے پاس رکھنے کی اجازت دے دیں تاکہ مختلف مدینہ اور صلاح دشمنوں میں شریک رہیں تو امیر لشکر کی اجازت سے یہ وہاں لوٹ آئے۔ اب غور کریں کہ لشکر کے لیے کسی کو مقرر کرنا یا نہ کرنا سیاست مدنی کا معاملہ ہے جو اس وقت کے حاکم کی صواب دہ پر ہوتا ہے نہ کہ احکام منزل من اللہ ہے کہ اس کی عم حدودی نافذ رہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے اپنی صواب دہ کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روک لیا اس سے کسی طرح خلافت رسول لازم نہیں آتی۔ (حدیثا مشر بہ مترجم و ملاحظہ، باب دوم در مطاعن خلفاء و فیر ہم، ص 650)

انیسواں شہ: ان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد امام برحق حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں اور اس مسئلہ میں تمام اہل سنت اور اکثر معتزلہ نے مخالفت کی۔ شیعہ کا اس موقف پر استدلال بے بنیاد و اسی دلائل سے ہے۔ اس شہ۔ اللہ ہم ان میں سے ایک ایک ذکر کر کے ان کا رد کریں گے۔

خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دلائل

رہا ہمارا پہلے مطلوب پر استدلال کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت حق ہے، درج ذیل دلائل کی بنا پر ہے۔
 پہلی دلیل: حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد آیات جن کا بیان گزرا۔
 دوسری دلیل: جو احادیث اس بارے میں گزریں۔

تیسری دلیل: آپ کی خلافت کے حق ہونے پر صحابہ کا اجماع کرنا اور سب کے سب صحابہ کرام کا آپ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرنا خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت سے جو ان کی تعریف و ثناء وارد ہوئی، جس کا بیان گزرا۔
 چوتھی دلیل: رسول اللہ ﷺ کا انہیں نماز کی امامت کا حکم دینا۔

پانچویں دلیل: امت کا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہے اور حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منازعت نہ کی تو اس کی خلافت کا حق ہونا ثابت ہو گیا۔ اگر وہ حق پر نہ ہوتے تو وہ دونوں حضرات ضرور منازعت کرتے جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے منازعت کی۔

شیعہ کے خلافت علی رضی اللہ عنہ پر دلائل

ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل، فرمایا ماری تعالیٰ ہے "إِشَاءُ يَلِيكُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُبَيِّنُونَ السُّلُوكَ وَيُؤْتُونَ الزُّكُوفَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ" (الحج، 55) (ترجمہ: "تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ تمہارا قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔"

استدلال کی تقریریں یہ ہیں کہ یہ آیت اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں اتری جب انہوں نے اپنی انگوٹھی لہڑ کے رکوع کی حالت میں سائل کو دے دی۔ اس پر مفسرین کا اجماع ہے۔ آیت میں کلمہ "انہا" حصر کے لیے ہے۔ ولی سے مراد محب، مددگار یا اولیٰ باقصر ہے۔ اس کے علاوہ قیصر کوئی معنی نہیں اور یہاں پہلے معنی مراد نہیں لیا جاسکتا کہ مدد اور محبت تو مومنین کے مابین عام ہیں تو مذکورہ صفات سے متصف مومنین میں یہ کیسے حصر ہو سکتے ہیں؟ لہذا متعین ہو گیا کہ دوسرا معنی ہی مراد ہے اور وہ امام ہے۔ تو ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد امام حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

اس کے ساتھ جواب ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ مذکورہ مفسرین کے اجماع کا دعویٰ باطل ہے؛ کیونکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ

نے فرمایا یہ آیت تمام مومنین کو شامل ہے اور یہ امام محمد بن باقر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ نیز کہا گیا کہ یہاں مراد عبد اللہ بن سلام اور اس کے ساتھی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مراد عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ہیں۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ان کے بعد ہی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں مراد محبت و مودہ ہے جو مذکورہ معاصات سے موصوفہ مومنین کے ساتھ خاص ہے۔ تیسرا یہ کہ اگر کلام کو تمہارے مرادنی معنی پر محمول کیا جائے تو کلام فصاحت اور سلامتی سے نقل جائے گا کیونکہ یہ آیت اور اس کے مابعد دلی دلوں اس بات میں صریح ہیں کہ ولی بمعنی محبت و نصرت کے ہیں۔ کہ یہ آیت وارد ہوئی "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْمَسَاجِدِ وَالْعِمَارَاتِ وَالْأَسْوَاقِ وَالْأَسْوَاقِ وَالْأَسْوَاقِ وَالْأَسْوَاقِ" (ترجمہ) "اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بنانا" اور اس کا مابعد "وَمَنْ يُشْرِكْهُمُ فَقَدْ كَفَرَ" (مائدہ ۵۱) یہ آیت ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی سابقہ اور لاحقہ آیات ہیں جو تمام دلائل کرتی ہیں کہ ولی بمعنی محب و ناصر کے ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں ہونا اس کے غیر کو شامل ہونے کے منافی نہیں کیونکہ جمع کا صیغہ غیر کے شامل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پانچواں جواب یہ کہ تمہارے استدلال سے تو لازم آئے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہی اولیٰ بالقصر ہوں اور یہ باطل ہے؛ کیونکہ ظاہر آیت مطلقاً فی الحال ثبوت ولایت پر دال ہے۔ اس جواب کا ضعف ظنی نہیں۔ چھٹا جواب یہ ہے کہ ان کی مذکورہ دلیل سے تو لازم آئے گا کہ امامت حضرت علی کریم اللہ وجہ الکریم میں منحصر ہو جائے اور یوں آپ کے بعد امامت کا امامت سے خالی ہونا لازم آئے گا حالانکہ احمد اثنا عشریہ کی امامت تو ان کے نزدیک بھی شغل علیہ ہے۔ ساتواں جواب یہ ہے کہ تمہاری دلیل تو اس وقت تام ہو جب کہ اللہ عزوجل کا فرمان "وَهُمْ يَكْفُرُونَ" (۵۵، ۵۶) اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔۔۔ جمد حایہ ہو یعنی دو نماز کو آتے ہیں اور یہ لازم نہیں بلکہ احتمال ہے کہ یہاں عطف اس معنی میں ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں رکوع کرتے ہیں اور یہود کی طرح نماز نہیں پڑھتے کیونکہ اس کی نماز میں رکوع نہیں نیز رکوع بمعنی خضوع بھی آیا ہے تو اس بنا پر جملہ کی حالت بھی ہمیں معز نہیں۔

دوسری دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلافت کے حقدار ہونے پر ان کا دوسرا شہد اللہ عزوجل کے فرمان سے استدلال ہے "أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَطِيعُوا أَوْلِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ" (انعام ۵۹) (ترجمہ) "اے ایمان والو! تم کو اللہ کا حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں"۔ استدلال کی تقریر یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معصوموں کی اطاعت کا حکم دیا ہے کیونکہ غیر معصوم کو معاملات سپرد کرنا صحیح ہے اور اہل بیت کے علاوہ بالاتفاق کوئی معصوم نہیں ہذا معصوم کی اطاعت کا حکم ہے نہ کہ غیر کا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ غیر معصوم کی امامت جائز ہے جیسا کہ گزشتہ ابکات میں گزرا۔ نیز یہ آیت جنگوں کے بارے میں نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک سر یہ میں بھیجا جس میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی تھے کہ مشرکین میں سے ایک شخص حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور مسلمان ہونے کی شرط پر ایمان چاہی تو انہوں نے

دے دی۔ اس وجہ سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مابین کچھ بات ہو گئی اور یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو آپ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ فرما دیا اور ان کو اس طرح کے فعل سے منع بھی کیا کیونکہ امان دے کا معاملہ امرا کے سپرد ہے نہ کہ قسین کے۔ اور جب عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ خصوصاً مورد کا؛ تو علم نے اس آیت کو تمام امرا کے حق میں عام قرار دیا۔

تیسری دلیل: حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت پر شیعہ حدیث غدیر خم سے استدلال کرتے ہیں جو ان کے ہاں متواتر ہے۔ وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے لوٹتے ہوئے غدیر خم کے مقام پر اترے۔ صحابہ کرام کو جمع کیا اور اونٹوں کے کھادے سے بنے منبر پر چڑھے اور نکرار کے ساتھ یہ سوال کیا "کیا میں تمہاری جانوں سے تمہارے قریب نہیں ہوں؟" سب نے عرض کی کیوں نہیں! پس آپ علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ بلند کیا اور فرمایا "جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی رضی اللہ عنہ مولیٰ ہیں، اے اللہ! اس سے محبت کرنے والے سے محبت فرما، اس سے دشمنی رکھے والے سے دشمنی رکھ، اس سے بغض رکھنے والے سے ناراض ہو جا، اس کی مدد کرنے والے کی مدد فرما اور رخصوا فرما جو اسے بے یار و مددگار چھوڑے، جس طرف یہ پھرے حق کو اسی کے ساتھ پھیر دے۔" شیعہ کہتے ہیں کہ یہاں مولیٰ سے مراد اولیٰ بالتصرف ہے نہ کہ مددگار و اگر نہ تمام صحابہ کرام کو جمع کرنے کی حاجت نہ تھی نیز نہ ہی معنق، حلیف، پڑوسی یا بچپن زاد کے معنی میں ہے کیونکہ ان کا باطل ہونا واضح ہے۔

اس استدلال کے آٹھ جواب ہیں۔ پہلا جواب جو کہا گیا کہ کثیر ائمہ حدیث کے نزدیک اس حدیث میں طعن ہے مثلاً ابو داؤد سجستانی اور ابو حاتم رازی نیز محققین مثلاً امام بخاری، مسلم اور واقفی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی تخریج نہ کی بلکہ حدیث کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھے بلکہ یمن میں تھے پس حدیث صحیح نہیں۔ یہ بھی کہ اس کے اکثر راویوں سے دو مقدمہ جس کو دلیل بنایا گیا یعنی "کیا میں تمہاری جانوں سے تمہارے قریب نہیں ہوں؟" کو روایت ہی نہیں کیا؛ کیونکہ اسی سے دلیل پکڑی گئی کہ مولیٰ بمعنی الاولیٰ بالتصرف ہے، مگر شیخ محقق ابن حجر کی سنے اس بارے میں طویل کلام کیا کہ یہ حدیث بلا شک و شبہ صحیح ہے جسے کثیر ائمہ حدیث سے روایت کیا اور اس کے طرق کثیر ہیں؛ اس کو سول صحابہ کرام نے روایت کیا۔ جس نے یہ کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن میں تھے تو اس کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ یہ ان کے کلام کا حاصل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

دوسرا جواب یہ کہ ہم حدیث کی صحت کو تسلیم کرتے ہیں مگر یہ خبر احاد ہے، متواتر ہرگز نہیں۔ نیز شیعہ کا اتفاق ہے کہ امامت کی احادیث کا متواتر ہونا شرط ہے تو کیا اس حدیث سے استدلال میں تاقص نہیں؟ تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں لفظ مولیٰ کا معنی اولیٰ بالتصرف ہے کہ یہ مذکورہ معانی میں لفظ مشترک ہے اور تمام میں حقیقت ہے۔ ہذا مشترک کی اس کے

معانی میں تعین جائز نہیں ہے خصوصاً مذکورہ جگہ میں کیونکہ معنی اور معنی میں سے ہر ایک مراد لینا مستبعد ہے اور بغیر دلیل کے اس کے بعض معانی کے ساتھ تخصیص بھی مستبعد ہے۔ اب ہم نے اس کے نامزد محب کے معنی مراد ہونے پر دلیل پائی وہ اس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے لوٹے تو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بعض برے امور ذکر کر کے ان کی نسبت امیر المومنین حیدر کرار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کی، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ انہیں ناپسند کرتے تھے۔ "تو آپ علیہ السلام نے ان کے بغض سے روکنے اور ان کی محبت پر مہر لگانے کا ارادہ کیا جیسا کہ حافظ شمس الدین جوزی قدس سرہ نے ذکر کیا۔ نیز نبی کریم ﷺ کے فرمان میں یہ جملہ "اے اللہ! تو خدا فرما اس کی جو اس کی مدد کرے" اس بات پر قرینہ ہے کہ یہاں مراد دعا و دعا اور محب ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ سونی بمعنی اولیٰ معروف نہیں ہے؛ کیونکہ "اولیٰ من کذا" کہا جاتا ہے "صون من کذا" نہیں کہا جاتا۔ شرح تخرید میں اس کا یوں رد کیا گیا کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ سونی اسم تفصیل ہے حتیٰ کہ مذکورہ اعتراض وارد ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ اسم ہے جو اولیٰ کے معنی میں ہے اور یہ عبارت قوم میں شائع ہے جیسا کہ اس کے حاصل پر شاہد ہے۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ اگر مان لیا جائے کہ اس کا استعمال بمعنی اولیٰ کے آیا ہے مگر اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ مراد اولیٰ بالتصرف ہو بلکہ جائز ہے کہ اس کا معنی کسی دوسرے امر میں مقدم ہونا ہے مثلاً اللہ عزوجل کا فرمان ہے "رَبِّ اَوَّلَىٰ شَاطِئِ بِاٰیٰتِہِمْ لَتَذٰبُنَّ اَشْبَعُوْۤا هٰذَا النَّبِیُّ" (آل عمران: 68) (ترجمہ:) "بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ حق دار وہ تھے جو ان کے پیرو ہوئے اور یہ نبی" اسی طرح شاگرد کہتے ہیں "نحن اولیٰ باستاذنا" یعنی ہم اپنے استاذ کے زیادہ قریب ہیں نہ کہ تصرف میں زیادہ ممتاز ہیں۔

چھٹا جواب یہ ہے کہ اگر یہ ان کی خلافت میں نص ہوتا تو ضرور حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بوجہ حاجت اس سے دلیل لاتے مگر ان دونوں کا دلیل نہ لینا ان کے استدلال کے رد کے لیے کافی ہے ورنہ ان کا باطل پر راضی ہونا لازم آئے گا اور یہ رسول اللہ ﷺ کے بڑے صحابہ پر جائز نہیں ہے۔

ساتواں جواب جو کہا گیا کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ان کی خلافت میں نص ہے مگر ہم یہ نہیں مانتے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے فوراً بعد خلیفہ ہوں گے کیونکہ حدیث میں فی الحال خلافت تو مراد ہو نہیں سکتی مگر نہ ان کا نبی کریم ﷺ کی حیات میں ہی اولیٰ بالتصرف ہونا لازم آتا اور اس کا بطلان ظاہر ہے۔ حدیث میں فی الحال خلافت سے تعرض نہیں ہے، بلکہ حدیث ان کی خلافت پر دلالت کرتی ہے جب ان کے لیے بیعت حاصل ہو۔

آٹھواں جواب یہ ہے کہ یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ہی ان کی خلافت پر دال ہے مگر یہ اجماع صحابہ سے

منسوخ ہوگئی۔ یہ جواب انتہائی کمزور ہے جو محمد بن (روافض) کی طرف سے ایمان برپا کرنے میں مدد و معاون ہوگا۔

چوتھی دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر وہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تم مجھ سے ایسے ہی ہو جیسے ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“ استدلال کی تقریر یوں ہے کہ لفظ ”السنة“ اہم شخص ہے جو تمام منازل کو شامل ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہر مرتبہ جو حضرت ہارون علیہ السلام کے لیے ہے تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ہے نبی کریم ﷺ سے ثابت ہوگا اور انہیں مراتب میں خلافت بھی ہے پس اگر حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد زعمہ ہوتے تو ضرور ان کے بعد ان کے خلیفہ ہوتے کیونکہ خلافت سے معزولیت نقص و عیب ہے تو یہ انبیاء عظیم اسلام کے لیے جائز نہیں ہے اور یہ حدیث متواتر ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کے بعد خلیفہ ہونا ثابت ہوا۔

اس کے نو جوابات ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ آدمی نے کہا جو اہل سنت و جماعت کے مشائخ میں سے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ شیعہ شنیعہ تو احادیث امامت میں تواتر کی شرط لگاتے ہیں اور یہ حدیث تو احاد سے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ اجماع قطعی کے مقابل ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں قربت اور اخوت میں تشبیہ ہے۔ یہاں وہ تمام مراتب جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہیں، ان کو حضرت علی کے لیے سید المرسلین ﷺ سے ثابت کرنا مقصود نہیں کیونکہ ان تمام منازل میں سے دونوں کا نبی بھائی اور نبی ہونا ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ اگر ہم مان لیں کہ نبوت سے سوا تمام مراتب ان دونوں کے مابین ثابت ہیں تو پھر بھی ان کا دعویٰ نام نہیں ہوتا کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ نہ تھے بلکہ نبوت میں شریک تھے اور ان کا حضرت ہارون علیہ السلام کو یہ کہنا کہ ”میری قوم میں میرے نائب ہو جائیں“ ہمارے کہ قوم کے معاملات کو قائم کرنے میں مہالک اور اس کی تاکید ہے۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ ہم مان لیتے ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام خلیفہ تھے تو ہم ان کی خلافت کے دوام کو نہیں مانتے بلکہ وہ خلافت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی کی مدت کے لیے عی قحی۔ تو اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی غیر موجودگی کی مدت تک خلیفہ تھے کہ جب آپ غزوہ جہوک میں تھے جیسا کہ بعض احادیث اس پر دال ہیں۔ چھٹا جواب یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا مستقل نبی ہونا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نائب ہونے سے زیادہ کامل شرف ہے لہذا ان کا یہ کہنا باطل ٹھہرا کہ اگر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حیات ہوتے تو ضرور خلیفہ ہوتے ورنہ ان کا نقص لازم آئے گا۔ ساتواں جواب یہ کہ جب یہ عام مخصوص عن بعض ٹھہرا تو باقی میں حجت نہ رہے گا۔

آٹھواں جواب یہ ہے کہ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غیر کی خلافت کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ آپ کی خلافت کی

۱۔ فضائل الخلفاء الراشدين، الخلیفہ لاثی الرضی علی بن ابی طالب، ص 38

۲۔ منازل عام ہیں مگر ان میں سے حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوت اور نبی بھائی ہونے کا مرتبہ مخصوص ہے لہذا یہ عام مخصوص عن بعض ٹھہرا۔

ابیت ثابت ہوتی ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آپ علیہ السلام نے اپنے پیروں میں اس مکتوم رضی اللہ عنہ کو پہنا ہے؟ مقرر کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کا زیادہ حق دار ہونا۔ یہ نہیں آتا۔

نواں جواب یہ ہے کہ اگر اس حدیث میں ان کی صحت پر عمل سوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ صراحتاً اس سے دلیل لاتے۔ مانی تقدیر وسط یعنی مخالف ہے تو اول بھی اسی طرح ہے۔

پانچویں دلیل: شیعہ شیعہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر ان روایات سے استدلال کیا کہ آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ”تم میرے بھائی، میرے خلیفہ، میرے جد میرے دینی کو دیکھنے والے ہو۔“۔ فقہ قاضی صمد کے زیر کے ساتھ ہے۔ دوسرا یہ فرمان کہ ”تم مسلمانوں کے سردار، متقیین کے امام اور روشن اعضاء والوں کے راہنما ہو۔“ تیسری روایت میں ہے ”لوگوں کی امارت علی کے سپرد کرو۔“۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی روایات ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احادیث باطل اور من گھڑت جھوٹ اور جھوٹے بیٹان ہیں۔ اس کے من گھڑت ہونے پر ائمہ حدیث کا اتفاق ہے۔ ان روایات کی صحت کا دعویٰ کرنے والے لوگوں پر تعجب ہے کیونکہ انہوں نے نہ کسی محدث کی مجلس اختیار کی اور نہ وہ محدث کی شرائط میں سے کسی شرط سے معصوف ہیں۔ ان کے قائل کہاں ائمہ سے جانتے ہیں؟

چھٹی دلیل: خلافت شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وجہ انکرام پر شیعہ کا استدلال اس ہے کہ امت نے عین اشخاص ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سے ایک کی خلافت پر اتفاق کیا۔ اب ان میں سے دو حضرت صدیق اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ جہاں کی امامت باطل ہے کیونکہ امام کے لیے صحت کا واجب ہونا اور منصوص علیہ ہونا ضروری ہے اور ان دونوں کی باا اتفاق نہ صحت ضروری نہ ان پر نص سے پس حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی امامت کو ماننا واجب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم صحت اور محکم کے واجب کو نہیں مانتے اور اس پر کلام مقرر چکا۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں محکم نہیں نہ ہوا تسلیم نہیں کرتے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر شیعہ کے اعتراضات

سب سے پہلے: شیعہ کے اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو امیر مقرر کیا جن کا فسق ظاہر تھا تو انہوں نے مسلمانوں سے خیانت کی کیونکہ انہوں نے ولید بن عقبہ کو امیر مقرر کیا اور ان سے شراب پینا ظاہر ہوا اور انہوں نے نشہ کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اسی طرح عبداللہ بن ابی سراح کو مصر کا امیر مقرر کیا تو اس کے سبب وہ ظاہر ہوا جس سے اہل مصر نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شیعہ کیا۔ اسی طرح حضرت سجاد رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر بنایا پھر ان سے ظاہر ہوا جو ظاہر ہوا۔ یہ سب امور اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ خلافت کے اہل نہ تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان افراد کو اپنے حسن ظن سے بھائیوں سمجھا، لیکن یہ رازوں پر اطلاع فقط اللہ عزوجل کو ہی ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جب مہدی بن علیؑ کی تعزیرِ ظلم کو دیکھا تو اسے معزول فرما دیا اور اسے معاویہ رضی اللہ عنہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روکنے سے ہی شام سے کوڑے تھے اور ان سے کوئی لڑائی ظاہر نہیں ہوئی تھی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے زمانہ خلافت میں بھی یہی اجتہاد کیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ظاہر ہوئی۔

انکسواں شبہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں کو اپنے مال سے جدا کر دیا، جبہ رجا پر ترجیح دی تھی کہ مروی ہے کہ ان میں سے چار افراد کو چودہ سو دینار دیے اور یہ بیت المال سے تھے۔ اس کا جواب ہے کہ یہ مال بیت المال سے نہ تھا بلکہ حاکم اپنے ذاتی مال سے دیا۔ نیز آپ کا گھر اور بھاری مشہور ہے اور اپنے ذاتی مال سے رشتہ داروں پر ایثار کرنا شرعاً اور عرفاً مستحسن ہے۔

پانچواں شبہ: شیعہ کا کہنا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام کے حق میں خیر پہنچا، وہ صحابہ صحابہ ہو گئے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اتنا مارا کہ ان کا انتقال ہو گیا اور ان کے مصحف و جلا دیا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مارا تھی کہ ان کو گہرا زخم ہو گیا۔ اسی طرح حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مارا اور انہیں "ربذہ" کی طرف جلا وطن کر دیا تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کے حق میں تو خیر مناقب وارد ہوئے ہیں تو ان کی بے ادبی کرنا دلائل کریمہ کے وہ خلافت کے اہل نہ تھے۔ جواب حضرت عبداللہ بن مسعود کے قصے کی صحت میں تسلیم نہیں مگر ہم اسے صحیح مان لیں تو اس اعتراض کے چند جواب ہیں، پہلا یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام کو ایک مصحف پر جمع کرنے کا ارادہ کیا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کا مصحف مانگا تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا حالانکہ اس میں کی بیشی تھی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی تادیب کی اور ہمیں اس تادیب سے ان کا فوت ہو جانا تسلیم نہیں۔ یہ تادیب ضروری تھی اور غلط نہ رہے کہ یہ تادیب قتل سے کم تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خیر صحابہ کو بطور تادیب قتل کیا۔ دوسرا یہ ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں آئے، بے ادبی کی اور ایسی سختی سے پیش آئے کہ اگر پر اس طرح کی جرات جائز نہیں ہوتی اور امام کی ذمہ داری ہے کہ بے ادبی کرنے والے کو ادب سکھائے تاکہ لوگوں پر اس کی ہیبت واقع ہو کیونکہ ہیبت کے کم ہونے سے فتنہ بڑھک اٹھتا، دشمنوں کو جرات ہوتی اور فساد کی کثرت ہوتی ہے۔

تیسرا یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ لوگوں نے شیخین رضی اللہ عنہما کے بعد ناز و نعم اور تہذیب کھانے انزعاج کر لیے اور یہ لوگوں کے دلوں میں فساد کا موجب ہے۔ نیز ابوذر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو کہا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: یَوْمَ یُخْسِ عَلَیْقَانِی نَارِ جَهَنَّمَ فَتُکْوِی بَہَا جَنَاحَهُمَا وَجُنُوحَهُمَا وَتُفَوِّرُهُمَا - (الحج: 35) (ترجمہ: "جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے دائیں گے ان کی پرشائیاں اور کروٹیں اور قلعیں" بنو

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی تادیب کی اور اس وجہ سے تادیب جائز ہے اگرچہ وہ ہلاکت تک لے جائے، پھر فرمایا: یا تو تم باز آ جاؤ یا پھر تم چلے جاؤ جہاں تمہارا دل کرے تو وہ خود بغیر جلا وطنی کے "ربذہ" کے مقام پر چلے گئے۔ واللہ اعلم!

تیسواں شبہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے قصاص کو ساقط کر دیا جب انہوں نے اہواز کے بادشاہ "ہرمزان" کو قتل کر دیا حالانکہ وہ اہواز کی فتح کے بعد جب قیدی بنا تو اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور قصاص کو ساقط کرنا ترک فرض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اجتہاد کیا اور آپ کی رائے یہ تھی کہ حکم قتل ان پر لازم نہیں۔

چھٹواں شبہ: شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ولید کے شراب پینے کے باوجود اس سے حد کو ساقط کر دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حد اس لیے سوختی تاکہ شراب پینے کی تفتیش ہو سکے اور آپ نے اسے کہا تھا کہ اگر اس کا شراب پینا ثابت ہو گیا تو میں اس پر حد جاری کروں گا۔

بیسواں شبہ: شیعہ کا کہنا ہے کہ صحابہ کرام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد نہ کی اور انہیں وقت شہادت اکیلا چھوڑ دیا نیز امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ نے انہیں قتل کیا" حالانکہ صحابہ ان کا دفاع کرنے پر قادر تھے۔ انہیں تین دن تک دفن نہ کیا گیا تو یہ صحابہ کرام کی ان پر شدید ناراضی کی علامت ہے جس اگر وہ اس کے مستحق نہ ہوتے تو صحابہ کرام ان کی مدد کرنے میں سستی نہ کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام کا بغیر عذر کے ان کی مدد نہ کرنے اور ان کی تدفین کو ترک کرنے کی بات صحیح نہیں کیونکہ یہ تو صحابہ کرام پر ظلم ہے نہ کہ ان پر؛ تو ہم مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم اور خصوصاً حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ ایک مظلوم کی شہادت پر راضی تھے خصوصاً وہ شخص جو رات کی گھنٹوں کو مسجد سے، قیام اور ذکر میں گزارنے والا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں سے انہیں شرف بخشا اور جنت کی خوش خبری دی ہو لیکن ان کی مدد نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کر دیا تھا کہ جنگ کرنے والوں سے لڑائی کریں! اس ڈر سے کہ مسلمانوں کے خون بہیں گے اور آپ تقدیر کے فیصلے پر راضی رہے۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کی وجہ سے اپنی شہادت کا یقین تھا جیسا کہ گزرا۔ علاوہ ازیں مروی ہے کہ صحابہ کرام نے ان بلوائیوں سے لڑنے کی تیاری کر لی تھی تو ان کے پہنچنے سے پہلے ہی انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ باوجود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کے انہوں نے اپنے بیٹوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے بھیجا جیسا کہ ان کی شہادت کے واقعہ میں مذکور ہے۔

چھبیسواں شبہ: ان کا کہنا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوہ بدر، غزوہ احد اور حبشہ رضوان میں حاضر نہ تھے اور یہ ان کے حق میں واضح نقص ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ غزوہ احد میں حاضر تھے مگر (پیچھے سے اچانک حملے کے وقت) ثابت قدم نہ رہ سکے اور اللہ عزوجل نے ان کے اس عمل کو معاف فرمادیا "إِنَّ الْبَيْتَ تَوَلَّوْا وَيُكْفَرُ عَنْكُمْ وَتُنَافِئُ الْفَرَقِ" "إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا" "وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ" (آل عمران: 155) (ترجمہ: "بے شک وہ جو تم میں سے پھر

گئے جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں انہیں شیطان عی نے لغزش دی ان کے بعض اعمال کے باعث اور ہے شک اللہ نے انہیں معاف فرمادیا۔ "غزوہ بدر میں حاضر نہ ہونے کی وجہ یہی کہ آپ کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہا بیمار تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا "تمہارے لیے بدر میں شریک ہونے والے ایک شخص کے برابر اجر ہے اور مال قیمت سے حصہ ہے" پس وہ گئے اور ان کو آپ علیہ السلام نے ایک حصہ عطا فرمایا پس وہ بلا شک و شبہ بدری ہیں۔ اس وجہ سے امام رئیس الحدیث محمد بن اسماعیل بخاری نے انہیں بدری صحابہ کرام میں شمار فرمایا ہے۔ معجب رضوان میں یہ حاضر نہ تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مکہ سفیر بنا کر بھیجا تھا پس جب آپ علیہ السلام سے صحابہ کرام نے معجب رضوان کی تو آپ علیہ السلام نے اپنا ایک ہاتھ لے کر دوسرے پر رکھا اور کہا یہ عثمان کا ہاتھ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے خود ان صحابہ کے اپنے ہاتھوں سے بھرتھا۔ یہ تین سوالات مکمل اور ان کے جوابات عثمان بن عبد اللہ بن مویب کی حدیث میں مذکور ہیں: جس کو امام بخاری نے روایت کیا۔ "اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مصری شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہی تین سوال پوچھے اور انہوں نے وہی جواب دیے جو ہم نے ذکر کیے تو مذکورہ سوالات مکمل طور پر دور ہو گئے۔

ساتھ ہی سوالیہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان بن حکم کو مدینہ مقدسہ مطہرہ سے نکال دیا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں واپس بلا لیا اور پھر اس سے بڑے فتنے ظاہر ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے مدینہ میں ان کو داخل ہونے سے نفی ایک دقیقہ معین سے متعید ہو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس وقت کی اطلاع ہو یا یہ نفی ان میں صلاح کے عدم ظہور سے متعید ہو اور جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس کا ظاہر صلاح سے مزین ہے تو اسے مدینہ میں داخل کر دیا اور انہیں آئندہ اس سے ظاہر ہونے والے امور پر اطلاع نہ تھی۔ اللہ عی بہتر جانتا ہے اور اسی کی طرف رجوع اور لوٹنا ہے۔

تقیہ کا رد

اٹھائیسواں شبہ: شیعہ کی خرافات میں سے ہے کہ وہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم پر تقیہ کو واجب کرتے ہیں۔ یہ ان کے بڑے بنیادی اصول میں سے ہے اور اس پر وہ کثیر امور متفرع کرتے ہیں۔ (ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:)

پہلا امر یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم نہ دیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ دوسرا یہ کہ حضرت علی کا حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے اپنا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق طلب نہ کرنا۔ تیسرا یہ ہے کہ خلفاء ثلاثہ کے حق میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اہل بیت

کی طرف سے جو تعریف و ثنا اور ان کے فضائل کا ذکر و درود ہوا۔ جو تھا میرے ہے کہ اہل بیت سے وہ امور ظاہر نہ ہوا جو روافض نے ظاہر کیے۔ پانچویں یہ ہے کہ قل کے خوف سے نبی کریم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کفر کے اظہار کو جائز قرار دیتا۔ ان بے شرموں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھا اور کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ ”تقیہ میرا اور میرے آبا کا دین ہے“ اور اللہ عزوجل کے فرمان ”إِنَّا أَلَيْنَاكَ جُنْدًا أَفِيَّا أَتَيْتُكَ“ (احزاب: 13) (ترجمہ: ”بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت و جود وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے“) کی تفسیر ان اتحاد سے کرتے ہیں کہ مطلب تم میں جو زیادہ تقیہ کرنے والا ہو لوگوں سے شدید خوف کھانے والا ہو۔ روافض کے فقہاء میں سے ایک نے روایت کی کہ ”حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاں خاص خلوت میں رات گزاری، اس طرح کہ وہاں میا کوئی نہ تھا جس کے رافضی ہونے میں شک کیا جا سکے۔ پس آپ نماز تہجد کے لیے اٹھے، وضو کیا، اپنے کانوں کا مسک کیا، اپنے پاؤں دھوئے، اپنے ہاتھ باندھ کر نماز ادا کی، سجدہ کیا حتیٰ کہ ہم نے ایک جھجکتی کہ ہانک ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے آپ کو ان کے قدموں پر گرایا ہوا ہے اور روتے ہوئے ان سے معذرت کر رہا ہے۔ ہم نے اس کا جنازہ اور پافٹ کیا تو اس نے کہا ”غلیظہ وقت اور اس کے درباری آپ کے بارے میں شک میں مبتلا تھے اور میں بھی انہیں میں شامل تھا۔ تو میں گھر میں داخل ہوا اور اپنے آپ کو اس طرح چھپایا کہ مجھ پر کوئی مطلع نہ تھا۔ پس تعریف ہے اس رب کی جس نے مجھ سے میرے برے گمان کو دور کر دیا اور اسے رسول اللہ ﷺ کی جنتی کے شہر دے! آپ کے بارے میں میرا اعتقاد اچھا ہو گیا۔ وہی کہتا ہے کہ“ آپ کا یہ عمل تقیہ تھا اور ہم نے جان لیا کہ اللہ عزوجل مصومہ سے کچھ پوشیدہ نہیں رکھتا۔“ (مسئمتی!)

((اس کے کلی جوابات ہیں، ان میں سے پہلا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے جرات و شجاعت اور حق گوئی کا مطالبہ کیا ہے۔ چنانچہ اپنے محبوب بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَلَا يَخَافُونَ تَوْبَةَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (الاحزاب: 54) (ترجمہ: ”اور کسی طاقت کرنے والے کی طاقت کا اندیشہ نہ کریں گے“ نیز اپنے انبیاء کرام کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا: الَّذِينَ يَتْلُونَ رَسُولَ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَ اللَّهَ وَلَا يَخْشَوْنَ لِمَنْ إِلَّا لِلَّهِ“ (تغیٰ پاشاہ: 39) (ترجمہ: ”وہ جو اللہ کے پیام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ کرتے اور اللہ ہی (کافی) ہے حساب لینے والا۔“ ان فرامین سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام فریضہ رسالت کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے نیز اس بات پر بھی دلالت ہے کہ انبیاء کرام کا احکامات الہی کی ادائیگی میں تقیہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ لہذا شیخ کا یہ اصول اسلامی تعلیمات کے سرسری حلقہ اور باطل ہے کیونکہ اگر نبی کریم ﷺ ہی تقیہ فرمائیں تو لوگوں میں حق کو کون واضح کرے گا؟ انبیاء کرام کی بعثت ہی احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے ہوتی ہے۔ ایک کامل مومن سے اسلام کا بھی تقاضا ہے کہ وہ علی الاعلان اپنے عقیدے کا اظہار کرے۔ اسلامی تاریخ رسالت و عزیمت اختیار کرنے والوں کی لازوال شجاعتوں کے تذکروں سے بھری پڑی ہے خصوصاً

امام حسین رضی اللہ عنہ تاجِ قیامت راہِ عزیمت اختیار کرنے والوں کے لیے اسوہ کاملہ ہیں۔

اگر تقیہ جائز ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی غرور کے بھرے دربار میں اعلانِ حق فرما کر آگ میں نہ کودتے بلکہ تقیہ کر لیتے، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کو نہ لٹکارتے، حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام حق بات کا اعلان کرتے ہوئے اپنی جان قربان نہ کرتے، اسی طرح حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ چلچلاتی دھوپ میں تپتی ریت پر ایک بھاری پتھر کے نیچے بیٹ کر احد احد نہ پکارتے اور حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا بے پناہ ظلم سہتے ہوئے شہید نہ ہوتے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں تمام مروجہ اسلامیہ کا عقیدہ ہے کہ سوائے حالتِ اضطرار کے، اسلام کے منافی اور حق کے خلاف کوئی قول یا فعل اختیار کرنا ہرگز حلال نہیں۔ جب ایسا فعل کسی عام مسلمان سے متصور نہیں تو اہل بیت کرام اور خصوصاً شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ سے کیسے متصور ہو سکتا ہے؟ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے کتمانِ حق کو بہت بڑا جرم قرار دیا ہے اور حق چھپانے والوں کے متعلق فرمایا: **إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِمَّا نُفَصِّلُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۖ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ الْمَلَائِكَةُ ۚ** (البقرہ 159) (ترجمہ: "بے شک وہ جو ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ لوگوں کے لیے ہم اسے کتاب میں واضح فرما چکے ان پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی لعنت"۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کتمانِ حق بڑا جرم اور لعنت کا مستوجب ہے۔ مگر ان ردوائف کی بدخلقی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے تقیہ کے فضائل تک گھڑ لیے اور ستم بالائے ستم یہ کہ ایسی روایات کو ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا۔ بظاہر ردوائف نے اپنے باطل مذہب کو ثابت کرنے کے لیے یہ عقیدہ گھڑا ہے مگر اس سے ائمہ اہل بیت کی شکایت پر ایسے ایسے اعتراضات اٹھا دیئے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ ہم یہاں ان کے عقیدہ و تقیہ کے تناظر میں چند سوالات قائم کرتے ہیں۔

(01) کیا تقیہ جزأت و بے باکی کے منافی نہیں؟

(02) تقیہ اور جھوٹ میں کیا فرق ہوگا؟

(03) اہل عزیمت کا کیا حکم ہوگا جنہوں نے اپنی جان کی بازی لگادی اور آپ کے مطابق دین کے اہم ستون یعنی تقیہ کا سہارا نہ لیا؟

(04) کیا تقیہ مسلمانوں کی صداقت کو مجروح نہ کرے گا؟

(05) اہل تقیہ کی کس بات پر اعتبار ہوگا؟

ان سوالات کی روشنی میں قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ تقیہ کو اصل دین کہنے والے یہ لوگ کس طرح غیر مسلموں کے سامنے دین کو صداقت و حق گوئی سے محروم کر کے پیش کر رہے ہیں؟ اور محبتِ اہل بیت کی آڑ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر اہل بیت کی شجاعت و بہادری کا کس طرح انکار کر رہے ہیں۔

شیخ محقق مبدلِ حق محدث دہلوی اپنی کتاب "تکمیل الایمان و تقویۃ الایمان" میں لکھتے ہیں "شیعہ حضرات تو پیغمبرانِ خدا

کو بھی تقیہ کی زد میں لے آئے اور یہاں تک کہ جاتے ہیں کہ خوف کے وقت ان کے لیے کفر کا اظہار کرنا جائز ہے۔ پھر ان کی جرات یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے دل میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنا چاہتے تھے مگر خوف کے مارے اس کا اظہار نہ کیا۔ جب یہ لوگ اس قسم کے احتمالات کو حضور نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنے سے گریز نہیں کرتے تو دوسروں کے معاملات میں کیا کچھ نہیں کہیں گے؟ اللہ ان کا ستیاس کرے کتنے جاہل لوگ ہیں! اور ان کے عقیدے کتنے گندے ہیں! اگر انبیاء کرام علیہم السلام حق کو چھپانے لگ جائیں تو اظہار حق کیسے ہو گا؟ ((آپ کے علم میں ہو گی قوم غرور کی سرکشی، قوم فرعون کا تکبر، قوم نوح کی ہمت دھری اور قریش کا نبی کریم ﷺ کو ایذا دینا اور وہ کفار تھے اللہ انہیں رسوا کرے اور مارے، حتیٰ کہ بعض اقوام نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کر دیا مگر اس کے باوجود ان انبیاء میں سے کسی نے کفر کا اظہار نہ کیا بلکہ ان کی تکالیف جتنی بڑھیں تو ان کا اظہار اسلام اور اسلام کی دعوت بھی بڑھ جاتی تھی۔ کیا آپ کے علم میں نہیں؟ کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کو اتنی تکالیف دی گئیں کہ ان کی مثل کسی نبی کو تکالیف نہ دی گئیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے مدینہ مقدسہ کی طرف ہجرت فرمائی مگر تقیہ نہ کیا، باوجود اس کے کہ انہوں نے اس طرف انہیں مجبور کر دیا اور کہا اسلام سے رجوع کر لیں ورنہ ہم ضرور آپ کو قتل کر دیں گے۔ بعض اقوام نے اپنے نبی کو کہا اگر تم باز نہ آئے تو ہم آپ کو رجم کریں گے مگر وہ پھر بھی دعوت اسلام سے نہ رکے۔ اس کے علاوہ اور بھی واقعات ہیں جیسا کہ کتب سیرت و تاریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے تو لازم آئے گا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ائمہ کرام سے اعتماد اٹھ جائے کیونکہ وہ جب بھی کوئی بات کریں گے تو اس میں احتمال ہو گا کہ انہوں نے خوف اور تقیہ کے طور پر کہی ہو اور وہ سچ اور حق نہ ہو۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات شہرت و تواتر سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر حق کے اظہار میں کوتاہی کرنے والے اور اس کے اعلان میں مددگار برتنے والے نہ تھے، کیونکہ وہ اللہ غالب کے شیر ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ بہادر، با رعب اور عظیم شوکت کے مالک ہیں۔ مردی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اس ذات کی قسم جو دانوں کو اگانے والی اور جانوں کو عدم سے وجود میں لانے والی ہے، اگر رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کا حکم نہ دیا ہوتا تو میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے محمد مصطفیٰ ﷺ کے منبر کے مرتبوں میں سے تھوڑا سا مرتبہ بھی نہ چھوڑتا لیکن نبی کریم ﷺ نے جب انہیں ہمارے دینی معاملے کے لیے جن کو نماز کا حکم دیا حالانکہ میں وہاں حاضر تھا تو وہ ہمارے دنیاوی امر کے لیے زیادہ حق دار تھے، تو ان سے جھگڑے کی مجھ میں مجال نہیں۔"

۱۔ حشیل الامان لہدیٰ میں 139-140۔

۲۔ اصل مخطوط میں اس مقام سے عبارت مضاف ہے مصنف نے اس شبہ کے 6 جواب دیے ہیں جن میں سے 5 جواب محل ہیں مگر پہلا جواب محل نہیں بلکہ جواب کا آخری حصہ موجود ہے۔ ہم نے جواب کا ابتدائی حصہ اپنی طرف سے شامل کیا تاکہ 6 ہی کارہا برقرار رہے۔

اور مروی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مدت تاخیر میں فرمایا: ”تم اپنا ہاتھ بڑھاؤ کہ میں تمہاری بیعت کروں حتیٰ کہ لوگ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا نے اپنے بیٹے کی بیعت کر لی“۔ اور حضرت سفیان اموی رضی اللہ عنہ نے کہا، حالانکہ زمانہ جاہلیت میں اور زمانہ اسلام میں ہوامیہ سے بڑھ کر بہادر کوئی قبیلہ نہ تھا، ”اے عہد مناف! کیا تم اس پر راضی ہو گئے کہ تم پر تہی حاکم ہو؟“ (ان کا اشارہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف تھا کیونکہ وہ بنو تمیم سے تھے جو کمزور قبائل میں سے تھا۔) اگر تم مجھے دعوت دو تو میں اس وادی کو گھڑ سواروں اور پیدل فوج سے بھر دوں“ تو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے انہیں منع کر دیا اور کہا ”اے مسلمانوں کے عہد! کیا تم فتنہ چاہتے ہو؟“۔^۱

نیز بنو ہاشم اپنی طاقت و شوکت کے ساتھ ساتھ ان کے بھائی تھے اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام مخلوق میں پسندیدہ تھے، ان کے بیٹے تھے۔

مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عمار بن یاسر، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو صحابہ کرام کی موجودگی میں بلایا پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ دیا پھر کہا ”یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں میں نے پسند کرتا ہوں کہ یہ میری بیعت کریں، جب تم کسی دوسرے امام کو تقرر کے لیے جن لوگوں سے پہلے اس کی بیعت کروں گا“ تو انہوں نے کہا کہ ”ہم آپ سے بڑھ کر کسی کو خلافت کا حق دار نہیں گردانتے“ انہیں انہوں نے بیعت کر لی۔ شیعوں پر تعجب ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اسد اللہ کہتے ہیں اور ان کی طرف بزدلی کو منسوب بھی کرتے ہیں حالانکہ اعلاء کلمۃ اللہ میں وہ مضبوط شخصیت کے مالک اور مدلول سے بری تھے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے مروی ہے کہ وہ تقیہ سے بری ہیں۔ جیسا کہ امام باقر رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی کہ آپ شیعیان رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ تو فرمایا ”میں ان سے لوٹ کر محبت کرتا

۱۔ رسالہ فی رد الروافضی لاہور طبع ۱۳۵۵ھ ص ۱۱

۲۔ صحابہ کرام علیہم السلام انہیں میں ایسے الفاظ کا استعمال بھی کہا کر لیتے تھے جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر اہل بیت کو طلب فرمائی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مباحث کی گردن نہ مار دوں۔۔۔؟ اسی طرح ایک شخص کے گھر میں رات کے وقت دو در پہلاٹک کر گئے اور اسے خطاب کیا کہ اے دشمن خدا! کیا تجھے گمان تھا کہ تجھے کوئی دیکھنے والا نہیں؟ یہاں عہدے اہل اسلام کہا حقیقت میں اسلام کا دشمن مراد لیا نہیں ہے کیونکہ اس رات میں مسلمانوں کی خیر خواہی نہ تھی بلکہ ایک طرح کا خاموشی نصیب تھا اور یہ بات واقعی ان لوگوں کے لیے حیران کن تھی وہ بڑے قبیلے جو دنیاوی سیاست یا روحانی سیاست رکھتے تھے ان کو چھوڑ کر ایک چھوٹے قبیلے کا فرد بن کر ان میں جاتے۔ حضرت علی مرتضیٰ شہر خدا کے اس ارشاد میں اس جانب اشارہ ہے ”اب سکران کا انتخاب پر اسے طریقے پر نہیں بلکہ اسلام کے سپار پر ہوگا اور اسی میں اہل اسلام کی خیر خواہی ہے۔“

۳۔ ان الفاظ سے تو ہمیں یہ روایت نہیں ملی لیکن ”تاریخ دمشق“ میں ص ۲۸۲ ”خبر اللہ“ میں ابن جریر بن ابی عمیر ج ۲ ص ۲۳۱ میں اس کے ہم معنی ملی ہے، اس میں ”یا عہد اہل الاسلام“ کے الفاظ نہیں ہیں۔ اللہ اعلم!

ہوں۔" عرض کی گئی کہ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ یہ بطور تقیہ کے فرماتے ہیں تو کہا "خوف زندوں سے ہوتا ہے نہ کہ فوت شدہ افراد سے، پھر انہوں نے ہشام بن عبد الملک کی مذمت اور برائی کرنا شروع کر دی جو اس وقت بادشاہ تھا۔ اس سے انہوں نے اس طرف اشارہ کیا کہ ہم منافقین سے نہیں کہ دل میں برائی رکھیں اور ظاہر اس کے خلاف کریں اور ہم سوائے اللہ عزوجل کے کسی سے نہیں ڈرتے اور لوگوں کے خوف سے حق بات نہیں چھپاتے۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خوف اور تقیہ کی وجہ سے خلافت کا دعویٰ نہیں کیا تو ان پر لازم آتا ہے کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی جنگ نہ فرماتے جس پر یہ دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حق پر تھے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے جھگڑا نہ کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایسے امر کا دعویٰ کیا جو ان کے لیے مناسب نہ تھا تو ان کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ نے لال فرمایا حالانکہ بنو امیہ دور جاہلیت اور اسلام دونوں میں قریش کے قبائل میں سے تعداد میں کثیر اور خوب سخت تھے۔

چھٹا جواب یہ ہے کہ اظہار حق واجب ہے اور باطل پر رضامندی گناہ ہے تو حق کو بطور تقیہ پوشیدہ رکھنا کیسے جائز ہوگا؟ جب کہ اظہار پر قدرت ہو نیز لوگوں سے ڈرنا اور اللہ عزوجل کے حکم کی نافرمانی کرنا کیسے جائز ہوگا؟ حالانکہ اللہ عزوجل نے فرمایا: فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِی (آئہ ۴۴: ۲۱) (ترجمہ: "لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو۔" ۱۔

بارہ اماموں والی حدیث کی بحث

ابھیسواں شبہ: شیعہ امامت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں منحصر کرتے ہیں۔ ان کے بعض حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں اور بعض ائمہ اثنا عشریہ میں حصر کرتے ہیں۔ بہر حال ان کا امام کو اولادِ اہل میں منحصر کرنا دعویٰ بلا دلیل ہے۔
 ۱۔ "اسی وجہ سے ایک طبقہ نے کہا "گستاخ نبی کی توہین قول ہے اور شیعیں کے گستاخ کی توہین قول نہیں کیونکہ نبی کی گستاخی کسی کا مذہب نہیں جب کہ شیعیں کی گستاخی تو مذہب ہے حتیٰ کہ رافضی ان دونوں کی گستاخی کو مذہب سمجھتے ہیں۔ اللہ کی ان پر لعنت ہو، اللہ انہیں رسوا کرے اور بھونکنے والے کتوں جیسی جزا دے۔ علاوہ ازیں نبی کی گستاخی اگر کسی سے ظاہر ہوگی تو وہ فیصہ کی حالت میں ہوگی اور یہ بات واضح ہے کہ حالت غضب میں انسان سے ایسی بات بھی صادر ہو جاتی ہے جو اس کے اختیار میں نہیں ہوتی پھر وہ اس حالت میں لپٹے کیے پر مایوس بھی ہوتا ہے جس اس کی توہین قول ہوگی کیونکہ اس کا یہ فعل اس شخص کے فعل کی طرح ہے جو بے اختیار ہو اور یہ توہینِ فصوص اور منافقت سے پاک ہوگی۔ برخلاف شیعیں کی گستاخی کرنے والا کہ جو نبی سے کلمہ کے اظہار کو جائز قرار دے بلکہ اس پر تقیہ کو واجب کرے تو کیسے قتل کے خوف سے اس سے توہین ظاہر نہ ہوگی؟ کیونکہ یہ تو لپٹے اوپر اس کام کو واجب سمجھتا ہے اور ممکن ہے کہ اس کا باطن خالق سے میرا ہو۔" (مخطوط کے صفحہ 77 پر حاشیہ میں یہ عبارت موجود ہے اور یہ عبارت مصنف کی معلوم ہوتی ہے اور اس پر دو تفسیریں ہیں: پہلا یہ ہے کہ اسی صفحہ پر موجود مسئلہ سے مطابقت ہے اور دوسرا یہ ہے کہ جس طرح مخطوط میں بہت سے مقامات پر تقدیم و تاخیر اور حذف و سقوط موجود ہے تو ممکن ہے کہ اس مقام پر بھی تاخیر سے یہ عبارت رہ گئی ہو جو اس نے حاشیہ میں شامل کر دی ہو نیز کتاب میں کسی اور مقام پر حواشی کا اہتمام نہیں اگر یہ کسی اور کا حاشیہ ہوتا تو ضرور دیگر مقامات پر بھی حواشی موجود ہوتے۔)

اور رہا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں منحصر کرنا تو وہ اس وجہ سے کہ بقول ان کے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنی کوئی اولاد نہ چھوڑی اور یوں ان کی نسل ختم ہو گئی اور اس پر ان کا اجماع ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس کو ثابت کرنا کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ ان میں سے بعض کا دعویٰ ہے کہ حجاج بن یوسف نے ان کی اولاد کو قتل کر دیا تھا۔ اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ یہ تو اتر کا انکار ہے پس اس کا باطل ہونا ظاہر ہے۔ رہا ان کا بارہ اماموں میں انحصار تو اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کا دعویٰ ہے کہ امامت کے لیے نص ضروری ہے نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دین قائم رہے گا جب تک بارہ خلفاء ہوں گے"۔ جواب یہ ہے کہ ان کا امامت کو طوالت یا حسینیہ میں منحصر کرنا تو دعویٰ بلا دلیل ہے جیسا کہ ابھی گزرا۔ ابوداؤد اور ان کے علاوہ نے ذکر کیا کہ "امام مہدی رضی اللہ عنہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے"۔ رہا ان کا حدیث سے بارہ اماموں پر استدلال تو یہ باطل ہے کیونکہ حدیث میں بارہ سے مراد یہ حضرات کریمہ نہیں ہیں کیونکہ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے۔ ان میں سے بعض ہم ذکر کرتے ہیں۔ ابوداؤد نے روایت کی "اس دین کا معاملہ قائم رہے گا جب تک بارہ خلیفہ ہوں گے، ان تمام پر امت کا اتفاق ہوگا"۔ اور ترمذی نے روایت کیا "میرے بعد بارہ امیر ہوں گے"۔ بغوی نے تخریج کی کہ "میرے پیچھے بارہ خلفاء ہوں گے"۔ ائمہ حدیث کا کہنا ہے کہ اس حدیث کی صحت متعلق طبع ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ان شیعہ کے مذکور قول پر حدیث کو محمول کرنا ہرگز صحیح نہیں ہے اور اس کی کچھ وجوہات ہیں۔

وجہ اول یہ ہے کہ اس حدیث کے ایک طریقہ میں لفظ امیر وارد ہے اور اس لفظ کو جب بولا جائے تو تہادر ذاتی فوراً اس ظاہری امارت کی طرف جاتا ہے جس کا صاحب تگوار والا اور احکام کو نافذ کرنے والا ہو اور اس کی تائید ان الفاظ سے ہوتی ہے جو بعض روایات میں وارد ہوئے ہیں کہ "یہ معاملہ جاری رہے گا جب تک بارہ امیر قائم نہ ہو جائیں"۔ اور شیعہ دینی سب کا اس پر اتفاق ہے کہ اس صفت سے سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کوئی موصوف نہیں۔ پس حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اس کا کچھ حصہ ملا۔

وجہ ثانی یہ ہے کہ بعض روایات کے الفاظ یہ ہیں کہ "جو اس امت کے امور کا حاکم ہوگا"۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو یہ وصف نہ ملا کیونکہ یہ لفظ ظاہری سلطنت میں استعمال ہوتا ہے جس کا صاحب وہ ہے اور اوامر و نواہی کو جاری کرنے وغیرہ کے معاملات پر قدرت رکھتا ہے۔

۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب النہی، ۵۴۷، ص ۳۰۶

۲۔ سنن ترمذی (بخاری) باب النہی، باب اجابہ فی اللغات، ۵۴۷، ص ۷۱

۳۔ شرح السنن للہندی، کتاب النہی، باب اشرار النہی، ۱۵۷، ص ۳۰

۴۔ مسند احمد، ج ۱، اول مسند ابی ہریرہ، حدیث جابر بن عمر، ۲۳۷، ص ۳۹۸

۵۔ المعجم الکبیر، باب النہی، ۱۰۲، ص ۱۵۷

وجہ ثالث یہ ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ "اس تمام پر امت کا اتفاق ہوگا" اور امت کا ان بارہ اماموں میں سے سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کسی پر اتفاق نہیں ہوا۔

وجہ رابع یہ ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس میں داخل ہیں اور اس پر بغوی کی روایت دلیل ہے تو ان شیعہ کا دعویٰ باطل ہو گیا۔

کچھ لوگوں نے کہا کہ ابو جعفر اٹھی نے کچھ احادیث کی تخریج کی ہے جو اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ اس حدیث میں مراد وہی بارہ مشہور ائمہ ہیں اور یہ شیعہ کے شیوخ میں سے ہے جس سے امام بخاری نے بھی استشہاد کیا ہے۔ اس کا رد کیا گیا کہ وہ حتی جس کے بارے میں کہا گیا کہ امام بخاری نے اس سے استشہاد کیا ہے وہ ابوالحسن یعقوب بن عبد اللہ ہے جو سنی ہے۔ رہا ابو جعفر حتی تو یہ گمراہ شیعوں کی پیداوار ہے جس نے من گھڑت اور باطل روایات کی ہیں، جن میں سے کچھ شرائط امامت میں گزر چکیں، تو اس طرف رجوع کریں۔

احقر عرض: اگر آپ کہیں کہ پھر حدیث میں بارہ خلفاء سے کیا مراد ہے؟ جواب: تو میں کہوں گا کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ پہلا قول یہ ہے کہ بعض نے کہا مراد ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور وہ ہیں جن پر لوگوں کا اتفاق ہو اور انہیں غلبہ، قوت اور استقرار ملا اور وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، یزید، عبد الملک، اس کے چار بیٹے ولید، سلیمان، یزید اور ہشام اور عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد اسلامی مملکت میں کمزوری ظاہر ہوئی حتیٰ کہ ابھی تک باقی ہے اور اس کے بعد فتوں کی وجہ سے لوگ کسی خلیفہ پر متفق نہ ہو سکے۔ اور ان بارہ کی حکومت میں اسلام قوی تھا اور یہ پوری مملکت اسلامیہ کے حاکم تھے کہ ان کے لشکروں میں سے ایک اندلس کو فتح کر رہا تھا تو دوسرا ترکیوں سے برسر پیکار تھا اور تیسرا سندھ کے علاقوں میں تو چوتھا روم کے شہروں میں لڑ رہا تھا۔ یہ قول قاضی عیاض کا پسندیدہ ہے اور فتح الہاری شرح صحیح بخاری میں شیخ الاسلام نے اس کی تحسین کی اور فرمایا "قاضی کا کلام عمدہ ہے جس کی تائید نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے ہوتی ہے کہ "ان تمام پر لوگ متفق ہوں گے" یعنی ان کے تابع ہوں گے۔ اس بات کو جان لینا ضروری ہے کہ یہاں خلیفہ سے مراد وہ ہے جو لوگوں پر حاکم ہو، برابر ہے کہ نیک ہو یا ظالم، جیسا کہ بعض فضلاء نے ذکر کیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ بارہ خلفاء سے مراد قیامت تک مکمل زمانے میں ان کا پایا جانا ہے جو حق پر عمل کریں گے اگرچہ گناہ نہ ہوں۔ اس قول کی تائید بعض کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ "میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے جو سب قریش سے ہوں گے پھر ہرج ہوگا۔" ہرج سے مراد بڑے فتنے ہیں جیسے دجال کا نکلنا وغیرہ۔ اس قول کے مطابق بارہ خلفاء، خلفاء اربعہ، حضرت حسن، امیر معاویہ، ابن زبیر، عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہم، عباسی خلیفہ مہدی اور ظاہر عباسی ہیں۔ باقی دو رہتے ہیں جن کا انتظار ہے۔ بعض نے آخری دو عباسی خلیفوں کا ذکر نہیں کیا اور کہا چار باقی ہیں جن کا انتظار ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہاں وہ خلفاء مراد ہیں جو امام مہدی کی وفات کے بعد چھ امام حسن رضی اللہ عنہ اور پانچ امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے اور ان میں سے ایک اس کے علاوہ سے ہوگا۔ فتح الباری اور الصواعق المحرقة میں ہے کہ یہ روایت شدید ضعیف اور بے کار ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

چوتھا قول یہ ہے کہ بعض نے کہا مراد وہ خلفاء ہیں جو ایک ہی زمانے میں ظاہر ہوں گے۔ اس کے باطل ہونے میں شک نہیں کیونکہ یہ قند کو بھرنے کا موجب ہوگا اور فتح الباری میں ہے حدیث صحیح کا یہ فرمان ”ان قوم پر لوگ متفق ہوں گے“ اس قائل کا رد کر رہا ہے۔ بعض نے کہا بغیر دلیل کے ہی کریم سلجیچہ کے فرمان کی مراد کو متعین کرنا کذب کی ایک قسم ہے۔ واللہ اعلم، حاصل کلام یہ کہ شیعہ کا دعویٰ عقد اور عقد باطل ہے۔

تیسویں شبہ: شیعہ کے اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نسبت فاحش کی طرف کرتے ہیں۔ معاذ اللہ، جن کی طہارت پر قرآن اترا ہے اور یہ قرآن کا انکار اور کفر ہے۔ سورہ نور کی ابتدا کی کثیر آیات آپ رضی اللہ عنہا کی براءت میں نازل ہوئی ہیں۔ عبدالرزاق، احمد، عبد بن حمید، بخاری، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی، سعید بن منصور، بزار اور طبرانی نے روایت کیا کہ ”ان آیات سے مراد پاک بی بی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں“ نیز یہی بات عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، طاہر بن دقاس، عمرو بن ہشام، عبد الرحمن، عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم، ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن حوف، قاسم بن محمد بن ابی بکر، اسود بن یزید اور عباد بن عبد اللہ بن زبیر سے مروی ہے۔ ابن عساکر نے نبی کریم سلجیچہ سے روایت کیا کہ ”کسی نبی کی نبوی نے کبھی جھوٹ نہیں کیا“۔ نیز اس بات سے لازم آئے گا کہ لوگ نبی کریم سلجیچہ کی لہانت اور ان سے نفرت کریں حالانکہ نبی کریم سلجیچہ نفرت کو ثابت کرنے والے امور سے پاک ہیں خصوصاً جو ازدواج مطہرات سے ہوں۔ نیز اس سے تو شہ ہوگا کہ معاذ اللہ آپ کی اولاد حلالی نہ ہو اور یہ بات کینگی اور گھٹیا بن کو ثابت کرے گی جبکہ نبی تو اپنی قوم کے استہائی با عزت قبیلے سے سبوت ہوتا ہے۔

اعتراض: اگر کہا جائے کہ یہ اللہ عزوجل کے اس فرمان: ﴿كَذَّبُوا اللَّهَ مُشَاقَّةً لِّبَدَنِهِمْ﴾ (ترجمہ: 10) ”اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح کی عورت اور لوط کی عورت وہ ہمارے بندوں میں دوسرا اور قریب (مقرب) بندوں کے نکاح میں تھیں پھر انہوں نے ان سے دغا کی“ کے مخالف ہے تو میں کہوں گا کہ عبدالرزاق، فریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے روایت کیا کہ ”ان دونوں نے زمانہ میں کیا بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کی زوجہ کی خیانت یہ تھی کہ وہ لوگوں کو کہا کرتی کہ یہ مجنون ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی زوجہ کی خیانت یہ تھی کہ وہ کفار کو آنے والے مہمانوں پر راہ دکھاتی تھی“۔^۱

۱۔ جامع دمشق ص ۱۱۱ عساکر ج ۱ ص ۲۸۵، ۲۸۶

۲۔ تفسیر ابن ابی حاتم سورۃ التحریم آیت ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والا کا حکم

کہا گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر یہ تہمت لگانا کفر اور ارتداد ہے اور قضا کوڑے مارنے پر اکتفا نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ قرآن کی سترہ آیات کو جھٹلا رہا ہے۔ رہا نبی کریم ﷺ کا اس تہمت لگانے والوں کو صرف کوڑے مارنے پر اکتفا کر لیا تو وہ اس وجہ سے تھا کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں قرآن کا نزول نہیں ہوا تھا سو اس میں قرآن کی تکذیب نہیں تھی اور جب کتاب اللہ کی آیات کا ان کی طہارت پر نزول ہو چکا تو اب تہمت لگانا ارتداد ہے۔

الحمد للہ عزوجل اس کتاب کے ترجمہ کی ابتداء ۱۷ منورہ زادہ اللہ شرفاً و تعظیماً کی مسجد نبوی میں گنبد خضرا کے سامنے میں جمعہ المبارک کے دن کی برکات لیتے ہوئے بعد نماز عصر کی اور یہ 16 جمادی الاولیٰ 1445ھ بمطابق 01 دسمبر 2023 کی تاریخ تھی۔ اس سے فراغت مع نظر عالی و صحیح 01 رجب المرجب 1446ھ بروز جمعرات کو ہوئی۔

ابو محمد علامہ عبد الواحد کبیری

مدنی جامعۃ المدینہ فیضان ۷ مدینہ منورہ

یکم رجب المرجب 1446ھ



علامہ پرہاروی کے حالات و افکار

نام و نسب:

حضرت علامہ اپنی کتاب "التبہیہ فی التتہیم" کے آخر میں اپنا نام و نسب یوں تحریر فرماتے ہیں: قال المؤلف عبد العزیز بن احمد بن حامد احسن اللہ الہم۔

تاریخ ولادت:

اس میں مورخین کا اختلاف ہے بعض نے 1206 ہجری بمطابق 1792 اور بعض نے 1207 ہجری ذکر کیا اور ایک قول 1209 ہجری کا بھی ہے۔ آپ کی جائے پیدائش کوٹ اودھم کے قریب "پرہار" نامی بستی ہے۔

حفظ قرآن

علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ نے قرآن پاک کیسے حفظ کیا؟ تو اس بارے میں دو روایتیں ہیں۔

(1) آپ نے اپنے والد صاحب سے باقاعدہ حفظ کیا۔

(2) مقامیں الجالس المعروف "اشارات فریدی" جو خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے مخطوطات کا مجموعہ ہے اور ان کو لکھنے والے ان کے خلیفہ مولانا رکن الدین ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ خواجہ صاحب نے فرمایا "مولوی عبد العزیز پرہاروی جو حضرت صاحب حافظ جمال ملکانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے، کا حافظہ بھی بہت قوی تھا۔ ایک دفعہ وہ حافظ جو رمضان شریف میں قرآن مجید سنایا کرتا تھا بیمار ہو گیا اور باوجود رمضان سر پر آگیا۔ مولوی صاحب نے علم نجوم کے ذریعے پہلے رمضان شریف کے دن معلوم کیے۔ ان کو معلوم ہوا کہ تیس دن کا عید ہے۔ پس وہ ہر روز ایک سہارہ یاد کرتے تھے اور رات کو تراویح میں پڑھتے تھے۔"۔

تحصیل علم:

علامہ کے بچپن کے حالات اور تحصیل علم سے متعلق تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے البتہ آپ کے اساتذہ میں یہ نام ملتے ہیں۔

01: ان کے والد محترم احمد بن حامد رحمۃ اللہ علیہ جن سے انہوں نے بعض ابتدائی کتب اور علم الحساب پڑھا۔

02: حافظ جمال اللہ ملکانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ التبیہ ص 133 مخطوطہ

۲۔ اشارات فریدی، ج ۲، ص 259

03: حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوری رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے بھائی بھی تھے۔ ان کو علامہ کے اساتذہ میں ڈاکٹر شریف سیالوی نے "الیا قوت" پر اپنے مقالے میں ذکر کیا ہے۔

04: حضرت سید زین العابدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ان کو علامہ کے اساتذہ میں رائے عمر کمال نے "فقہائے ملتان" میں درج کیا ہے۔

تلاذہ:

آپ کے شاگردوں میں تین افراد کے نام ملتے ہیں جن کا ذکر تین کاشمیری صاحب نے "احوال و آثار" کیا ہے۔ جو درج ذیل ہیں:

01: رائے پر ہوت پڑھاروی یہ اسی بستی کے رہنے والے تھے اور ان کی قبر بھی علامہ کے قریب ہی ہے۔ ان کی اولاد اور اولاد ابھی بھی اس بستی میں موجود ہے۔

02: سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ان کی بڑی عمر تھی حتیٰ کہ علامہ احمد سعید کاظمی شاہ صاحب نے ان کی زیارت بھی کی۔

03: شاہ نواز خان جو ملتان کے آخری مسلمان حاکم مظفر خان سدوزئی شہید کے فرزند تھے۔ ان کا ذکر علامہ نے اپنی کتاب المصصام، زمرد اخضر اور کوثر اقبیٰ میں کیا ہے۔

04: حضرت سید سلطان احمد ہاشمی ان کا ذکر علامہ نے ایمان کامل میں کیا ہے اور یہ کتاب انیس کے لیے علامہ نے لکھی ہے۔
تصانیف:

علامہ نے کئی علوم و فنون میں تالیفات کیں ہیں۔ آپ علوم ظاہری و باطنی میں یکساں تھے۔ آپ نے تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف میں بھی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے مگر آپ کی اکثر کتب پردہ خفا میں چلی گئیں۔ اس کی ایک وجہ تو حوادث زمانہ ہیں۔ دوسری وجہ ان کو ایسے شاگرد مل سکے جو ان کے علوم کو آگے پھیلاتے۔ تیسری وجہ ان کی اولاد نہ تھی جو ان کے علوم کی وارث ہوتی اور ان کی علمی تراث کی محافظ و ناشر بنتی۔ ایک بڑی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ موصوف کے علاقے میں ان کے حامدین اور دشمن ان کی تصانیف کے ضیاع کا سبب بنے۔ آج ہمیں ان کی چند تصانیف کا پتہ چلا ہے چند ایک مطلوبہ ہیں۔ اور اکثر مخطوط ہیں۔ کچھ کا ذکر میں کرتا ہوں جو میرے علم میں آئیں۔ ان تصانیف کو دیکھ کر جہاں علامہ کے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے وہیں اس بات کا بھی پتا چلا ہے کہ اگر ان کی تمام تصانیف منظر عام پر ہوتیں تو علمی دنیا میں ان کا مقام اس سے بھی بلند ہوتا جو آج ہے۔

1- السلسلہ فی تفسیر التزیل:

یہ تفسیر عربی زبان میں تفسیر جلالین کی طرز پر: ایک مختصر تفسیر ہے اس کے دو نسخے ملتے ہیں۔ ایک اتیس پاروں تک ہے جب کہ دوسرا مکمل قرآن کی تفسیر پر مشتمل ہے یہ تفسیر ایجاز و اختصار کا مرقع ہے۔ اس میں مشکلات کی وضاحت ہے اور جو

آسان آیات ہیں ان کی تفسیر نہیں کی گئی اور احکام کی آیات کی تفسیر مصنف نے مذہب فنی کے مطابق فرمائی ہے۔
2۔ سدرۃ المنتہی:

یہ کتاب فارسی میں ہے۔ اس کے موضوع کا پتہ نہ چل سکا۔ علامہ نے اپنی آخری تصنیف "الہر اس" میں پانچ مقامات پر اس کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر جزء لا تقوی کے عدم ثبوت پر دلائل ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں "وقد استقصینا ابھاثہا لی کتابنا سدرۃ المنتہی"۔ "پھر دوسرا مقام افعال مہادی بحث میں اشعرہ اور مستزہ کے دلائل ذکر کر کے فرماتے ہیں: "استقصاء ہذا المباحث لی کتابنا سدرۃ المنتہی"۔ "پھر تیسرا مقام قضاء و قدر کی بحث ذکر فرما کر رقم طراز ہیں: "ولعلک تجد لی سدرۃ المنتہی اہبط منها"۔ "پھر چوتھا مقام توبہ کی بحث ذکر کر کے فرماتے ہیں: "واستيفاء مباحث التوبہ لی کتابنا سدرۃ المنتہی"۔ "اور پانچواں مقام اعجاز قرآن کے حوالے سے تفصیلی بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "ویطلب تمام ہذا المباحث من کتابنا سدرۃ المنتہی"۔ "اسان مہارات سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب علم کلام پر ہی علامہ کی کوئی تصنیف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

3۔ مرام الکلام:

یہ کتاب عقائد پر ہے اور مکتبہ حنائیہ ملتان سے چھپی ہے علامہ نے اس کا ذکر بھی اپنی آخری کتاب خبر اس میں دو مقام پر کیا ہے۔ روایت باری تعالیٰ کی بحث ذکر کر کے فرماتے ہیں: "وقد فصلنا ہذا فی مرام الکلام فراہجہ واللہ اعلم"۔ "دوسرا مقام حضرت خضر علیہ السلام کا ذکر خیر کر کے فرماتے ہیں: "و ذکرنا فی مرام الکلام اہبط منه"۔ "یہ کتاب اردو ترجمہ کے ساتھ فرید بک سٹال سے شائع ہو چکی ہے۔

4۔ سر السماء:

یہ کتاب علم فلکیات اور زائچہ سے متعلق ہے راقم کے پاس اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔ اس کی ابتدا کچھ یوں ہوتی ہے: "یارب العرش الکریم صل وسلم علی النور العظیم و علی الاکل والاصحاب ہدہ ما احسن امر الکتاب اما بعد فہذا سر

۱۔ الہر اس ص 85

۲۔ الہر اس ص 177

۳۔ الہر اس ص 194

۴۔ الہر اس ص 233

۵۔ ایضاً ص 233

۶۔ ایضاً ص 170

۷۔ ایضاً ص 315

السلام و صلخص رصد الحکماء المودع المسائل مجروداً عن الدلائل۔^۱ علامہ نے اپنی آخری تصنیف نبراس میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔ چاند گرہن سے متعلق کلام کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”وتسامر بسط الکلام فی مؤلفاتنا ککتا ہنام السلام۔“^۲

یہی وہ کتاب ہے جس کی تلاش شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کو بھی تھی۔ ڈاکٹر اقبال نے اپنے ایک دوست کو ایک مکتوب میں لکھا: ”سمخہ دی جناب میر صاحب السلام علیکم! ایک بزرگ علامہ عبدالعزیز پرہاروی تھے۔ جن کا انتقال 1239 ہجری میں ہوا۔ انہوں نے ایک رسالہ مرآۃ السام نام کا لکھا تھا جس کی تلاش مجھے ایک مدت سے ہے تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ علامہ موصوف کا کتب خانہ ایک بزرگ مولوی شمس الدین بہادرپوری کے قبضہ میں چلا گیا تھا شاید مولوی شمس الدین ان کے کوئی عزیز تھے یا کیا؟ بہر حال اس عریضے کا مقصد یہ ہے ازراہ محتایت آپ مذکورہ بالا رسالے۔۔۔ قابل دریافت امر یہ ہے کہ کیا علامہ عبدالعزیز مرحوم کا کتب خانہ بہادرپور میں محفوظ ہے؟ ممکن ہے مولوی شمس الدین صاحب کے خاندان میں اس کتب خانے کی کتابیں محفوظ ہوں اگر مولوی شمس الدین صاحب کے خاندان میں وہ کتابیں محفوظ ہیں تو مذکورہ بالا۔۔۔ ان کتب میں مل جائے آپ مہربانی کر کے اپنے اثر و رسوخ کو اس مقصد کے لیے کام میں لائیں جس کے۔۔۔ ممنون ہوں گا اس کے علاوہ جو مقصد میرے زیر نظر ہے وہ قوی ہے نظر اوی نہیں۔۔۔ اس خط کے جواب کا انتظار رہے گا۔ (مکتب محمد اقبال دہرہ سرائہ)

5۔ ماضیہ:

علامہ نے حکمت ریاضیہ میں یہ کتاب تصنیف فرمائی۔ نبراس میں اس کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ”وتسامر بسط الکلام فی مؤلفاتنا الرياضیة ککتا ہنام ماضیہ و رسائلنا فی معرفة الخسوف و الکسوف۔“^۳

6۔ المہطاسیہ فی علوم الخلفہ:

الہیات کے موضوع پر کتاب ہے۔ نیز اس کے علاوہ فقہ علوم فلسفہ، کیمیا، طبیعیات پر بھی بحث کی گئی ہے۔ اس کا نسخہ بھی فقیر کے پاس موجود ہے اور اس پر کام جاری ہے۔ جس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے: ”صدیق اصحاب النواہیس و کذب اتہام ارسطاطالیس ولا کتہ الا شرا تم الاسلام والعلوم الاول دیننا علیہ السلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ سائر المنسوبین الیہ۔۔۔ الخ“^۴ علامہ نے نبراس میں جزء لاجزائی کے عدم ثبوت پر دلائل ذکر کرتے ہوئے اس کا ذکر

۱۔ مرآۃ السام ص ۱، خطوط

۲۔ نبراس ص ۴۴

۳۔ اس خط کی تصویر نیت پر موجود ہے اور اسلامیہ یونیورسٹی کی لائبریری میں اس کا کس موجود ہے۔

۴۔ ایضاً ص ۴۴

۵۔ المہطاسیہ ص ۱، خطوط

فرمایا چنانچہ لکھتے ہیں: "وقد استقمینا ابحاثہا لی کتابنا ہطاسیا"۔^۱

7- التمزین فی الشیخ:

یہ کتاب علامہ نے فلسفہ یونان کے موقف کی تنقیح میں لکھی درست کی تائید اور غلط فقرات و سلت کے خلاف کار فرمایا۔ آپ نے افراط و تفریط سے ہٹ کر راہ اعتدال کو اپنایا ہے۔ علامہ نے نہ اس کے ایک مقام پر اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: "ان علوم الحکمة الموجوداتی زمانتنا مشتملة علی حق و باطل وقد الفت کتبا جليلة القدر لی استیلاء حقہا عن باطلہا"۔^۲ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مع اردو ترجمہ فرید بک سٹال سے شائع ہو چکا ہے۔

8- الیاقوت:

یہ عربی زبان میں فلسفہ کے موضوع پر اہم کتاب ہے۔ تین جلدوں میں ہے۔ علوم قدیمہ و جدیدہ کا جامع تعارف ہے۔ اس پر ڈاکٹر محمد شریف سیالوی نے پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے مقالہ تحریر فرمایا۔ علامہ نے نہ اس میں اس کا ذکر ایک مقام پر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں: "وَأَمَّا مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ بَعْضُ الشَّاعِرِينَ مِنْ إِبْطَالِ عُلُومِ الْفَلَسَفَةِ كُلِّهَا وَتَحْرِيمِ الْإِسْتِغْلَالِ بِهَا فَتَعْصِبُ وَمِنْ نَظَرٍ مُقَدِّمَةٍ كِتَابِنَا الْمَسِّي بِالْهَاتُوتِ قَهْرٌ عَلَيْهِ الْحَقُّ اللَّهُ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ"۔^۳

9- الناصیہ عن ذم معاویہ

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب پر عربی زبان میں ایک محققانہ کتاب ہے۔ جس کے کئی اردو تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ یہ کتاب ایک مقدمہ اور سترہ فصول پر مشتمل ہے۔ اس میں احادیث، صحابہ، تابعین، فقہاء اور محدثین کے اقوال کی روشنی میں صحابی رسول سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب ذکر کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب ترکی استنبول سے بھی چھپی ہے۔ علامہ نے نہ اس میں ایک مقام پر اس کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں: "وقد الغنائی هذا الباب رسالة وسمیناھا الناصیة من ذم معاویہ"۔^۴

10- کوثر النبی:

کتاب کا مکمل نام "کوثر النبی و ذلال حوضہ النور" ہے۔ علامہ "انہر اس" میں خبر واحد کے قبول کی شرائط کا ذکر کر کے فرماتے ہیں: "ومعل استحصائھا کتابنا کوثر النبی"۔^۵ سمجھا کہ خود اس کتاب کے شروع میں فرماتے ہیں: "اما

۱۔ انہر اس، ص 85

۲۔ انہر اس، ص 22

۳۔ ایضاً، ص 22

۴۔ انہر اس، ص 330

۵۔ انہر اس، ص 282

بعد فہذا کوشر النبی و ذلال حوضہ الروی اطیب من البنت الا ذفر واحد من العسل و السكر۔^۱ اس کا موضوع اصول حدیث ہے یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے، پہلا حصہ مصطلحات فن، دوسرا مختلف احادیث پر حکیم اور تیسرا اسما الرجال کی بحث پر مشتمل ہے۔ اس کے مختلف نسخے کچھ ناقص اور کچھ کامل ملتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

01: جمعیت اشاعت اہل سنت کراچی کی لائبریری میں موجود نسخہ جو مکمل نہیں۔ اس میں روایات والا حصہ نہیں۔

02: انجیری کتب خانہ چوک فوارہ ملتان کے قریب غلام محمد نظامی سے خرید کیا گیا مخطوط؛ جو پانچ اجزاء پر مشتمل اور مکمل ہے۔

03: مکتبہ الشیخ زین گل خان کوئٹہ کانسو جو مکمل ہے۔

04: سندھ آرکائیو کلفٹن راجی کانسو یہ مکمل نہیں ہے۔ ابتدا کے کچھ صفحات نہیں نیز روایات پر کلام والا حصہ نہیں۔

اس کتاب کا صرف اول حصہ مصطلحات والا ہی مطبوع ہوا ہے، سب سے پہلے مکتبہ قاسمیہ ملتان نے ماضی بعید میں اسے شائع کیا جو باغ لاگے خان لائبریری ملتان میں موجود ہے۔ پھر اس کے بعد ماضی قریب میں مکتبہ حقانیہ ٹی بی روڈ ملتان نے شائع کیا ہے۔

اس پر منہاج القرآن یونیورسٹی میں ایم فل مقالے کے سلسلے میں کافی حوصلہ لگایا گیا ہے۔ یہ کام تین طلباء میں صفحات تقسیم کر کے کروایا گیا اور تینوں نے تین مقالوں کی صورت میں اس پر کام کیا۔ یہ کام منہاج القرآن کی لائبریری میں موجود تھا۔

11۔ السرا لکتوم مما اخفاء المستدھمون:

عربی زبان میں علم کبیر و جفر سے متعلق کتاب ہے۔ مطبوعہ ہے اور اردو ترجمہ بھی ملتا ہے اس کا عربی نسخہ فقیر کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے: ”یا اللہ المحمودی کل افعالہ صل علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ مقتبس انوار جمالہ و بعد فہذا الادراک اشقیبثہا من الرسائل المکتونہ والکتب المخزونہ“۔^۲

12۔ زمرہ المختصر:

علم طب سے متعلق یہ اہم کتاب ہے۔ نواب شاہ نواز خان کی فرمائش پر تصنیف فرمائی۔ اس کے فارسی اور اردو میں تراجم بھی ہوئے ہیں۔ علامہ پرہاروی کو علم طب میں یدِ طولی حاصل تھا۔ آپ نواب مظفر خان کے شاہی طبیب تھے۔ آپ انسانی صحت کے حوالے سے مفید مشوروں سے نوازتے تھے۔ وہ مشورے آج کے حفظانِ صحت کے جدید اصولوں سے ہم آہنگ ہیں۔

۱۔ کراچی میں ۱۹ مخطوط

۲۔ السرا لکتوم میں ۱۹ مخطوط

13- مشک غنبر:

اس کے مختلف نام ہیں۔ المعبر، مشک غنبر، منبر الاشعب، مشک الاخر وغیرہ۔ یہ بھی علم طب پر بنیادی کتاب ہے۔ اس میں تین باب ہیں۔ پہلا باب نظریات و کلیات کی بحث پر مشتمل ہے۔ دوسرا معالجات کے متعلق ہے۔ اور تیسرا باب ادویات کے بارے میں ہے۔ یہ رسالہ طب کی مبادیات پر مشتمل ہے۔ مراد المعبر اور مشک غنبر ان دونوں کتابوں کا ترجمہ اردو زبان میں مظفر گڑھ کے عالم حکیم محمد یار خاں سعیدی صاحب نے کیا ہے۔

14- التریاق:

یہ بھی علم طب کے موضوع پر علامہ پر ہادی کی عمدہ تصنیف ہے اور دو جلدوں میں ہے۔ اس کا ترجمہ بھی حکیم محمد یار خاں سعیدی مظفر گڑھی نے کیا ہے جو انہوں نے مکتبہ انبیا لاہور کو تمام حقوق کے ساتھ دے دی ہے۔

15- ایمان کامل:

یہ فارسی زبان میں منظوم علم کلام ہے۔ اس کے ایک سو دس اشعار ہیں۔ یہ رسالہ مطبوع ہے اس کا ترجمہ مولانا غلام محمد ولد مولوی فقیر بخش صاحب نے 1416ھ میں اور دوسرا ترجمہ مولانا محمود حسن سعیدی رضوی نے 1445ھ میں کیا ہے۔

16- البیر اس شرح شرح العقائد:

عقائد نسفیہ کی شرح جو مسعود بن مرتضیٰ نے کی ہے علامہ نے اس کی شرح فرمائی ہے۔ یہ علامہ کی سب سے مشہور اور مشہور اول کتاب ہے۔ یہ کتاب انتہائی مفید اور علمی نکات پر مشتمل ہے۔ علامہ کی سب سے آخری تصنیف بھی ہے۔ یہ کتاب مصر سے شائع ہوئی ہے۔ پاکستان میں کئی مکاتب نے اس کو شائع کیا ہے۔ 1977ء میں مکتبہ قادریہ لاہور نے اس کو شائع کیا اور 1988ء میں عبدالحق محدث دہلوی اکیڈمی بنڈیال سرگودھا نے شائع کیا۔ اس پر مولانا محمد برغزوار نے حاشیہ لکھا۔ اس میں ص 2 پر لکھتے ہیں: "وَأَلَّفَ هَذَا الْكِتَابَ النَّوَّاسُ لِي 1239 هـ وَخَاشَ بَعْدَهُ قَلِيلًا رَحِمَهُ اللَّهُ" اس کی وجہ تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ نے لکھا: "وَسَيِّئُهُ نَوَّاسٌ أَدُوهُ نَوَّاسٌ لِي الْبَيْتَةُ الظُّلُمَاءُ يَهْدِي وَيُصِلُ"۔

علامہ فضل اس کتاب سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں۔ اس کتاب کے شروع میں علامہ نے منظوم مقدمہ لکھا جس میں اس شرح کے لکھنے کی وجہ اور طرز تحریر کو بیان کیا۔ اسی طرح کتاب کے آخر میں بھی اشعار لکھے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

17- المعصم فی اصول تفسیر:

یہ مختصر رسالہ اصول تفسیر سے متعلق ہے یہ رسالہ مکمل دستیاب نہ ہو سکا۔ یہ بھی اردو ترجمہ کے ساتھ فرید بک سنال سے شائع ہو چکا ہے۔

18۔ نعم الوجیز فی اعجاز القرآن العزیز:

علوم بلاغت پر عمدہ متن ہے۔ علامہ نے علم معانی، بیان، بدیع کی اصطلاحات کی امثلہ قرآن کریم سے بیان فرمائی ہیں۔ یہ بھی اردو ترجمہ کے ساتھ قرید بک مثال سے شائع ہو چکا ہے۔

19۔ گزار جمالیہ:

اس کتاب میں علامہ نے اپنے شیخ مرشد اور استاد حافظ جمال اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے احوال، اقوال اور مناقب ذکر کیے ہیں۔ اس کا علامہ نے کوئی نام نہ رکھا بلکہ اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے: ”ہذه الخصال الرضیة والشیال السنیہ مولانا و مرشدنا و ہا دینا قدس سرہ العزیز“۔ لیکن یہ رسالہ انوار جمالیہ، اسرار جمالیہ، گزار جمالیہ، خصائل رضیہ مختلف ناموں سے ملتا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ قرید بک مثال سے شائع ہو چکا۔

20۔ عالم المثال:

علامہ پر ہاروی کا یہ مختصر رسالہ عالم مثال کے ثبوت پر ہے، صوفیاء کے نزدیک اس عالم رنگ و بو کے علاوہ ایک اور عالم ہے جس میں اس عالم کے تمام جواہر و اعراض کی مثال موجود ہے علامہ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کے ثبوت پر شواہد پیش کیے ہیں اس لی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے ”یا من لا المثل الاعلی ولا مثال لذاتہ العلیا“ اور اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے: ”قال المؤلف المحتصم باللہ الواحد عبد العزیز بن احمد بن حامد، هذا ما تيسر لي في هذا الوضمان، بعون الواحد العنان العنان“۔ یہ رسالہ انہوں نے یکم ربیع الاول 1233ھ میں تحریر کیا۔

21۔ الالهامیہ:

چالیس صفحات پر مشتمل یہ رسالہ علامہ کا یہ رسالہ کسوف اور خسوف سے متعلق ہے اس کا پورا نام ”الالهامیہ فی الکسوف والخسوف“ ہے۔

22۔ الاکسیر:

علامہ کی یہ کتب علم طب کے موضوع پر ہے جو انتہائی ضخیم ہے کیا جاتا ہے کہ یہ تین جلدوں پر مشتمل تھی جس کے ایک حصے کا ترجمہ ”عزیز سلیمانی“ کے نام سے حکیم مولوی خس الدین بہاولپوری صاحب نے کیا، اس کا ایک ایڈیشن ملتان سے پھر انڈیا سے دوسرا ایڈیشن ماہ شعبان 1308ھ مطبع غشی نولکھو رانڈیا سے شائع ہوا۔

23۔ مجموعہ رسائل:

اس مجموعہ میں علامہ کے چار رسائل شامل ہیں، رسالہ علم الحروف، رسالہ علم الرمل، رسالہ علم الوقوف اور رسالہ حکمت الاشراف شامل ہیں۔ ان کے موضوعات ناموں سے ہی ظاہر ہیں۔

یہ علامہ کی 23 کتب کا اجمالی تعارف ہے۔ علامہ کی تصانیف کی تعداد کافی ہے۔ "احوال و آثار علامہ پر ہاروی" میں متین کاشمیری نے علامہ کی 126 تصانیف کا نام ذکر کیا ہے۔ علامہ کی سوانح پر متین کاشمیری کی یہ کتاب جامع ترین اور بنیادی ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔ ہر آنے والا سوانح اور علامہ پر کسی جہت سے بھی کام کرنے والا اس کتاب سے مستفنی نہیں ہو سکتا۔ اس کتاب سے استفادہ کئے بغیر علامہ کی سیرت پر خاطر خواہ روشنی ڈالنا قریب بحال ہے۔ اللہ عزوجل متین کاشمیری کو اس کی اچھی جزا عطا کرے۔

آج کل اہل علم اور اہل تحقیق علامہ کی تالیفات کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اس کے نتیجے میں ادھر ادھر سے متعدد کتب دستیاب ہو چکی ہیں۔ ملتان، بہاولپور، کوٹ اود اور ڈیرہ غازی خان کے اطراف سے لوگوں کی ذاتی لائبریریوں، گھریلو کتب خانوں اسی طرح سرکاری لائبریریوں، خانقاہوں اور بعض مساجد و مدارس سے کتابیں ملی ہیں۔ چونکہ علامہ کی کتب مختلف مقامات پر بکھری ہوئی ہیں اور اکثر کتب گردش زمانہ سے معدوم ہو گئی ہیں۔ اسی لیے ہم صرف ان کے ناموں سے واقف ہیں۔

علامہ پر ہاروی کا مسلک و مذہب:

علامہ پر ہاروی مذہبِ سنی مسلکِ حنفی اور شرعاً چشتی تھے۔ آپ حافظ جمال اللہ ملتان کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور وہ قبلہ عالم نور محمد ہاروی کے مرید و خلیفہ تھے۔ علامہ کے عقائد و مسلک کے حوالے سے بعض لوگوں نے شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ہندو ہوں کا یہ دھیرہ رہا ہے کہ وہ جب کسی صاحبِ علم کو اپنے حلقے میں ڈالنا چاہتے ہیں تو ان کی تحریرات میں تحریف و تبدیل کا گھناؤنا عمل شروع کر دیتے ہیں۔ یا غلط باتیں اس شخصیت کے نام سے منسوب کر دیتے ہیں۔ ایک اور حربہ یہ ہے کہ اہل حق کے مصنفین کے نام اڑا کر ان کی کتب کو پھاپ دیتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو یہ گمان ہو کہ مصنفین اسی ناشر کی جماعت سے ہوں گے۔ درسیات کے ساتھ ہی آخری حربہ زیادہ استعمال کیا گیا اور اس کو اپنے طبقہ کی علمی و دینی خدمت کے روپ میں شہرت دینا اور یہ پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا کہ درسیات کی تحریر و اشاعت کے کام کا سہرا صرف انہیں کے سر ہے۔ اہل حق کا اس میدان میں کوئی حصہ نہیں۔ اس مسلسل پروپیگنڈے کے باعث اہل حق کے طلباء اور عام قارئین غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں۔

کتب میں تحریف کے حوالے سے ماضی میں غنیۃ الطالبین، روح المعانی اور فتح اکبر کی کتب فتوحات و فصوص خصوصاً قابلِ غور ہیں۔ اسی طرح علامہ عبدالعزیز پر ہاروی کے ساتھ بھی ہوا اور یہ باور کروانے کی کوشش کی گئی کہ علامہ ہماری جماعت کے عالم ہیں ان پر ہمارا حق ہے اور بعض نے تو ان کے فقہی مسلک پر بھی ہاتھ ڈالا اور اپنے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کی حالانکہ علامہ کی تصانیف خصوصاً ان کی زندگی کی آخری تصنیف اخیر اس ان کے سنی اور حنفی ہونے کا بیاں تک دہل اعلان کر رہی ہیں کہ ان کے عقائد وہی ہیں جو اہل حق کے ہیں۔ ہم قارئین کے سامنے ان کی کتابوں سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں جس

سے ثابت ہوگا کہ علامہ سہکے سنی، عاشق رسول و عاشق صحابہ و اہل بیت ہیں۔ امام اعظم کے مداحوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔
علامہ پرہاروی اور عقیدہ توحید و صفات:

علامہ عبدالعزیز پرہاروی اللہ عزوجل کی توحید و صفات سے متعلق وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو اہل سنت کا ہے۔ آپ کی آخری کتاب النبر اس پر شاہد عدل ہے۔ آپ نے اس کتاب میں معتزلہ اور دور حاضر کے گمراہ فرقوں کا خوب رد فرماتے ہوئے شرک کے اصل مفہوم سے روشناس کیا ہے۔ نبر اس میں الہیات کی بحث میں جا بجا ان کے اعتراضات اور دلائل کا رد فرمایا اور ذات و صفات کے مسئلہ کو مبرا بن فرمایا ہے۔

علامہ پرہاروی اور مسئلہ امکان کذب:

وہابیوں میں سے بعض لوگوں نے کذب باری تعالیٰ کو ممکن بالذات اور محال بالغیر قرار دیا۔ جیسا کہ اسماعیل دہلوی اور رشید احمد گنگوہی بلکہ ثانی الذکر نے تو وقوع کذب کا قول کیا۔^۱ علامہ نے نبر اس میں صفت کلام پر بحث کرتے ہوئے فرمایا: "وعدم ان اهل الملل اجمعوا على ان الكذب من الله سبحانه محال مستحيل بوجوده اعلم"۔^۲ جان بڑھ کر اویان کا اجماع ہے کہ اللہ عزوجل سے کذب محال ہے۔ پھر اس کے بعد آپ نے پانچ دلائل ذکر فرمائے جو قہری دلیل ہوں ذکر کرتے ہیں: "لو کذب لکان کذبہ قدیمًا لہیستم علیہ الصدق لان القدیم لا ینعدم"۔^۳ یعنی اگر اللہ عزوجل سے کذب کا صدور ہو تو اس کا کذب قدیم ہوگا تو صدق اس پر مستح ہو جائے گا کیونکہ قدیم منہدم نہیں ہوتا۔

۱۔ یہ قول گنگوہی نے اپنے ایک تحریری فتویٰ میں کیا تھا۔ وہ اصل فتویٰ مولانا نذیر احمد راجپوری کے پاس تھا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا کہ یہ فتویٰ میرے پاس ہے۔ بعد ازاں اس کی منقول تیار ہو گئی۔ مولانا نذیر احمد راجپوری (جو حامی لدہ اللہ ماہر ترقی کے غلیظ ہیں) نے اپنی کتاب "سار الحق" اور "اسیف المسلمین" میں اس فتویٰ کا رد کیا۔ ہندوستان کے بہت سے طاہرہ سال تک اس کا رد کرتے رہے مگر نہ تو گنگوہی صاحب نے اس فتویٰ کے جعلی ہونے یا اپنی طرف منسوب ہونے کا کبھی انکار کیا اور نہ ہی اس کا جواب دیا۔ پھر مولوی رفیق حسن کو کہا گیا کہ تم ۱۲ اور فتویٰ محمد کچھ لو، ہم دکھا دیجئے ہیں مگر وہ کرکھ اور کہا کہ میں بریلی جاؤں اور میں فتویٰ دیکھ لوں مگر یہ کیسے پتا چلے گا کہ یہ فتویٰ اصلی ہے؟ بہر حال آج ان کے قسبیں اس کا انکار کرتے ہیں مگر ہمارا یہی سوال ہے کہ اگر یہ فتویٰ جعلی تھا تو گنگوہی صاحب کو کبھی چراغ قہی کہ وہ اس سے انکار نہ کر سکے؟ ۲۴۲۔ یہ فتویٰ ان کے خود ساختہ اصول کے مطابق بھی ہے۔ وہ اس طرح کہ دو بندہ غلب و مجہد کے وقوع کے قائل ہیں اور امکان کذب کو اس کی فرع مانتے ہیں تو اگر غلب و مجہد کا وقوع ہو سکتا ہے تو امکان کذب اس کی فرع ہے تو اس کا وقوع کیوں نہیں ہو سکتا؟ یہی استدلال غلام دھیمہ قصوری نے نقد میں انوکھل میں کیا ہے۔ فقیر ایک اور بات عرض کرتا ہے کہ وقوع کذب یہ امکان کذب کی فرع ہے اور جب اصل جائز ہے تو فرع میں کیا ہر گھل گیا کہ وہ واقع نہ ہو سکے؟ اسی وجہ سے گنگوہی نے کہا وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے، انصوة بالشفہ من ظلمات!

وہابی باری تعالیٰ کے امکان کذب پر لوگوں کے دلوں میں جو دوسرے ڈالتے ہیں وہ مخالف علامۃ الورد سے ہے کہ اگر اللہ عزوجل کذب پر قادر نہ ہو تو انسان کی قدرت بڑھ جائے گی۔ علامہ نے خیر اس میں اس کا بھی رد فرمایا۔ آپ رقم طراز ہیں کہ محال تحت قدرت نہیں ہوتا۔ پھر اس مخالف کا یوں رد فرماتے ہیں: ”والعامة اذا سبوا ذلك انكروا انكارا عظيما راعين نه مستلزم المعجز حتى سبوا بعض الموسومين بالعدم يقول هو قادر على خلق شريكه وهكذا كمن يصر صرا وهدم صبرا اذا بطل التوحيد اندي هو اعظم اصول الاسلام بمراعاة القدرة على سب وهدم الفاسد وانت تعلم ان تصديق ارادة الله سبحانه بالتحال محال والعجز انما يلد من قسین اراد ولم يستعمل لملاحظه“۔¹

یعنی عوام جب یہ مسئلہ (کہ محال تحت قدرت نہیں) سنتے ہیں تو اس کا بڑا انکار کرتے ہیں۔ یہ گمان کرتے ہوئے کہ چوتھ بجز کو مستلزم ہے۔ حتیٰ کہ میں نے بعض نام نہاد عالموں کو سنا کہ اللہ اپنے شریک کو پیدا کرنے پر قادر ہے اور ان کی مثال ایسی ہے جو محل بنائے اور پھرے شہر کو گرا دے تو اس صورت میں اسلام کا سب سے بڑا اصول توحید ان کے گمان قاسد کے مطابق قدرت کی رعایت میں باطل ہو گیا حالانکہ تو جانتا ہے کہ محال کے ساتھ اللہ عزوجل کے ارادے کا متعلق ہونا ہی محال ہے اور بجز توبہ لازم آتا کہ وہ ارادہ فرماتا اور کرنے کی استطاعت نہ رکھتا۔ تو اسے محفوظ کر لے۔

نوٹ: امکان کذب باری تعالیٰ کے رد پر مکمل دلائل اور تفصیل کے لیے علامہ زماں مصمم رابع فی المنطق والخصفہ علامہ فضل حق خیر آبادی کی کتاب مستطاب ”امتناع الظہیر“ اور امام اہل سنت مجدد دین و ملت علامہ الشیخ احمد رضا خاں قادری کی کتاب ”سبحان السہوم من حجب کذب مقہوم“ جو تالیف رضویہ جلد 15 میں شامل ہے؛ کا مطالعہ کیا جائے۔
علامہ پر ہاروی اور مسئلہ علم غیب:

بعض لوگ علامہ پر ہاروی کو اپنے کھاتے میں ڈالنے کے لیے ”مراۃ الکلام“ کی ایک عبارت سے استدلال کرتے ہوئے یہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ علامہ انبیاء اولیاء کے لیے علم غیب کے قائل نہیں تھے اور ان کا وہی موقف تھا جو وہابیہ کا ہے اس پر وہ مراۃ الکلام کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں کہ علامہ پر ہاروی علم غیب کے عنوان کے تحت قرآنی آیت قل لا یغنی عنہ فی السموت و الارضی الغیب الا اللہ (اہل 65) ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ ”و هو ما اجمعت علیہ المسلمون“۔²
 مراۃ الکلام کی جس عبارت سے انہوں نے استدلال کیا اس میں یہ خیانت کی کہ ”لا تغنیہا الضلوة“ بیان کر دیا اور ”و انعم علیہ“ کو چھوڑ دیا حالانکہ آگے کی مکمل بحث انہما اور اولیاء کے لیے علم غیب پر دلالت کرتی ہے اس کو سرے سے ذکر ہی نہیں کرتے۔ علامہ پر ہاروی نے سورہ نمل کی جو آیت ذکر کی تو علامہ کے نزدیک بھی یہاں علم غیب ذاتی ہے اور اس کے اللہ کریم کے ساتھ خاص ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اس پر دلیل ان کا اٹھا کلام ہے، فرماتے ہیں: ”فاحدها اخبار الانبیاء

المطبوعات و العمل انہا مستفادۃ من الوسع او مشاہدۃ النور " یعنی انبیاء کرام نے جو غیب کی خبریں دیں تو وہ وحی سے یا لوح محفوظ کے مشاہدہ سے دی ہیں۔ نیز لکھتے ہیں: "و ثانیہا اخبار الاولیاء بہا" یعنی دوسرا امر اولیاء کرام کا غیب کی خبر دینا۔ پس جی کیا یہ علم غیب عطائی کا ثبوت نہیں؟ کیا علم غیب کے ذاتی اور عطائی ہونے پر اہل سنت کا اتفاق نہیں؟

علامہ پرہاروی اور عصمت انبیاء:

علامہ پرہاروی عصمت انبیاء کے حوالے سے اہل سنت و جماعت کے مطابق عقیدے پر کار بند تھے۔ آپ نے نبیوں میں واشکاف الفاظ میں اس عقیدہ کو مبرہن فرمایا ہے اور علمہ متکلمین نے جو تحقیق اور اقسام بنا کر اس مسئلہ کو ذکر کیا؛ جس کا علامہ نے علامہ نے اس کا رد فرمایا۔ نبیوں میں مسعود بن عمر تکتاری علیہ الرحمہ کے کلام کی شرح فرما کر لکھتے ہیں: "ہاں مہنا تنبیہان، التنبیہ الاول المذکور فی کلام الشارح ہو مذهب عامۃ المتکلمین و مخالفہم جمہور جمیع من العلماء فذهبوا الی العصیۃ عن الصفات و الکبائر قبل الوسع و بعدہ" وہو مختار آپ المنتہی الشارح الفقہ الاکبر و الشیخ عبد الحق السعدی الدہلوی "۔^۱ یعنی یہاں پر دو تنبیہات باقی ہیں، پہلی تنبیہ یہ ہے کہ شارح کے کلام میں جو مذکور ہے یہ عام متکلمین کا مذہب ہے اور جمہور علماء کی ایک جماعت نے ان کی مخالفت فرمائی ہے اور ان کا موقف یہ ہے کہ انبیاء وحی سے پہلے اور بعد قلم صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں اور یہ مذہب ابو النعمانی شارح فقہ اکبر اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا عقار ہے۔ اس کے بعد علامہ نے اس مذہب عقار پر 9 مختلف مشائخ مثلاً ابو منصور ماتریدی، علامہ قاضی عیاض ماکن اور علامہ نسفی کے اقوال ذکر فرمائے اور دوسری تنبیہ میں علامہ نے امام رازی سے استفادہ کرتے ہوئے عصمت انبیاء پر دس (10) دلائل ذکر فرمائے۔

علامہ پرہاروی اور شفاعت مصطفیٰ ﷺ:

علامہ پرہاروی سرکارِ مصلحین، انبیاء کرام، اولیاء و علماء کرام کے لیے بروز قیامت ثبوت شفاعت پر بھی یقین رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی کتاب "الہجر اس" میں تفصیلاً دلائل کے ساتھ اس مسئلہ کا اثبات فرمایا اور وہابیوں کے نظریات کو دلائل سے رد فرمایا۔ تفصیل کے لیے ہر اس کا وہی مقام ملاحظہ کریں۔^۲

علامہ پرہاروی اور مسئلہ ایصال ثواب:

علامہ ایصال ثواب کے قائل ہیں آپ نے الہجر اس میں اپنے عقیدے کا اظہار دلائل سے فرمایا۔ احادیث و آثار کی روشنی میں مسئلہ کی کامل وضاحت فرمائی اور منکرین کے دلائل کا رد بھی ذکر کیا۔ مثلاً ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ قضا و قدر میں تہدیل نہیں ہوتی اس کا رد کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں اس کے دو جواب ہیں، پہلا جواب یہ ہے کہ شارح نے ایصال ثواب

کے نفع دینے کی خبر دی ہے تو اس پر ایمان لانا واجب ہے اگرچہ عقل قضا و قدر کے رازوں سے عاجز ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر قضا اسباب کو باطل قرار دے تو زندگی کے تمام اسباب کو ترک کرنا لازم آئے گا۔ جیسے ذراعت، تجارت، سانچوں، درختوں سے حفاظت، جنگوں میں اسلحہ اور لوہے کے لباس اور علاج وغیرہ سب ترک کر دیئے جائیں۔^۱ حاصل کلام یہ ہے کہ علامہ نے اس مسئلہ کو عقلی و نقلی دلائل سے مزین کر کے اپنے عقیدے کا خوب اظہار فرمایا۔

علامہ پر ہاروی اور مسئلہ عذابِ قبر:

آج کے دور میں منکرینِ حدیث عذابِ قبر کو تسلیم نہیں کرتے اور اس کا انکار کرتے ہیں جبکہ علامہ نے اس مسئلہ کو بھی آیات و احادیث سے مبرہن فرمایا ہے۔ آپ نے نہر اس میں عذابِ قبر پر قرآن و حدیث سے استدلال کر کے لکھا ”پھر عذابِ قبر اور سوالاتِ قبر کے بارے میں احادیث صحابہ کی ایک عظیم جماعت سے مروی ہیں اس کے بعد آپ نے انہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اسامہا ذکر کیے اور فرمایا: پھر ان انہیں سے کئی قوموں نے روایت کیا جن کی تعداد کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ جلال الدین السیوطی نے احوالِ قبر و آخرت کے بارے میں دو کتابیں تالیف فرمائی ”شہام الصدور ہلحوال القبور، البہودر السافر فی احوال الاخرۃ“ جو ان دو کتابوں کو دیکھے گا تو وہ عجائبات کو پائے گا۔^۲

علامہ پر ہاروی اور ایمانِ البرہین کریمین:

علامہ پر ہاروی نے اس مسئلہ میں بھی جمہور اہل سنت کے موافق اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے اور دلائل سے اس کو مبرہن فرمایا چنانچہ جانیین کے موقف کو تحریر کر کے لکھتے ہیں علامہ سیوطی نے سرکارِ مہنچہم کے والدین کریمین کے اور نبی کریم ﷺ کے حضرت آدم علیہ السلام تک تمام آبا و اجداد کے ایمان میں چھ رسائل تالیف فرمائے اور علی بن سلطان قاری نے ان کا معارضہ کیا۔ اور اس کے برعکس موقف اپنایا تو ملاحظہ قاری کے استاد نے خواب دیکھا کہ علی قاری چھت سے گر گئے اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی کسی کہنے والے نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کی ہانت کی جزا ہے! جو خواب دیکھا گیا دیا ہی واقع ہوا۔ جو شخص اس مسئلہ کے مشکلات کے کشف کا ارادہ رکھتا ہے وہ علامہ سیوطی کے رسائل کو دیکھے۔^۳

نوٹ: اس مسئلہ کی تفصیل اور ایمانِ افروز دلائل کے لیے مجددِ دین و ملت علامہ مفتی احمد رضا خان کی تصنیف ”شمول الاسلام لاصول الرسول اکرام“ جو فتاویٰ رضویہ جلد 30 میں شامل ہے کا مطالعہ مفید ہے۔

علامہ پر ہاروی اور ایمانِ الہی طالب:

علامہ کے نام نہاد خیر خواہ اور نام لیواؤں نے زبردستی ان کو اپنے کھاتے میں ڈالنے کے لیے ان کی کتب میں تحریف

۱۔ اہر اس میں 348

۲۔ اہر اس میں 208

۳۔ اہر اس میں 316

وتہمیل کے گناہ نے جرم کا ارتکاب بھی کیا مگر وہ حقیقت کو چھپائے نہ چھپا سکتے تھے۔ صرف علامہ پرہاروی ہی کے ساتھ ایسا نہیں ہوا بلکہ اس طرح کی مذموم کوششیں عرصہ دراز سے علامہ ملت کے ساتھ جاری ہیں علامہ محمود آلوی کی ”روح المعانی“، حضور غوث اعظم کی ”غنیۃ الطالبین“، محی الدین ابن عربی کی فتوحات وغیرہ اور خصوصاً شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتب میں تحریف اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ باطل اور جھوٹے شخصوں سے حق کے چہرے کو داغدار کرنے کی مذموم کوشش کرتا رہتا ہے مگر ”إِنَّ النَّاجِلَ كَانَ مُؤَقًّا“ (یعنی اسرائیل، 81) کا فرمان صادق ہے۔

شاہ ولی اللہ کے عقائد حق پر پردہ ڈالنے کے لیے اس کی سیرت پر لکھی گئی کتاب ”القول الجہد فی شمار البول“ کو مارکیٹ سے ہی عرصہ دراز تک پر اسرار طریقے سے غائب کر دیا گیا۔ بہر حال علامہ پرہاروی کے ساتھ بھی کچھ ایسا کرنے کی کوشش کی گئی علامہ نے اپنی تصنیف ”مراۃ الکلام فی عقائد الاسلام“ میں ایمان الہی طالب کے حوالے سے بحثیں کے اقوال کو ذکر فرمایا تو اس مقام سے اس بحث کو ہی حذف کر دیا گیا۔ اب مراۃ الکلام کے تمام دستیاب نسخوں میں اس جگہ بچاؤ ہے۔

ہم علامہ کی زندگی کی آخری کتاب البصر اس سے علامہ کے موقف کو واضح کرتے ہیں۔ شرح عقائد میں وارد آیت ”إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ“ (القصص، 56) پر بحث کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ یہ آیت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ جو نبی کریم ﷺ کے چچا ہیں۔ سرکارِ مہدیؑ ان کے مسلمان ہو جانے کو محبوب رکھتے تھے۔ ابو طالب نے یمن میں آپ کی پرورش کی تھی اور نبوت کے اعلان کے بعد قریش کی تکالیف سے آپ کی حفاظت کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی مدح میں ان کے قصائد بھی ہیں اور آپ کی نبوت کا اعتراف بھی ہے لیکن ان سے تسلیم و اذعان اور کفر کو ترک کرنا نہیں پایا گیا، وہ کہا کرتے تھے! اے نبیؐ تم سچے نبی ہو لیکن میں نے عار پر تار کو اختیار کر لیا۔ یوں ہی ایک سے زائد مفسرین اور مؤرخین نے ذکر کیا ہے۔^۱

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ”ابو طالب والدِ صلّی اللہ علیہ وسلم کان یحب النبی ﷺ و یحفظہ ولیکن مات علی الکفر کما فی صحیح البخاری و مسلم خلافاً للشیعۃ“۔ ”یعنی ابو طالب یہ حضرت علی کے والد ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے محبت کرتے اور آپ کی حفاظت فرماتے تھے۔ لیکن کفر پر مرسے جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ہے اور شیعہ کا اس میں اختلاف ہے۔“

علامہ پرہاروی اور صحابہ و اہل بیت:

اہل سنت و جماعت کا مسلک، مسلک حق ہے۔ ہم اہل بیت اور صحابہ کرام علیہم الرضوان تمام کا ادب اور ان سے محبت کو جزا ایمان جانتے ہیں۔ افراط و تفریط سے بچتے ہوئے، نفی و نصب سے منہ موڑتے ہوئے ان میں سے کسی کی شان میں

تستقیص تو ہیں کو قابل تعزیر جرم جانتے اور قتل بال ایمان جانتے ہیں ان دونوں سے محبت علامت ایمان اور ان سے بغض نفق کی نشانی ہے۔ یہی مسلک حق و معتدل و مستقیم ہے۔ علامہ کی تصانیف خصوصاً اخیر اس میں اسی کی جھلک دکھائی دیتی ہے جب امامت کی بحث میں مسعود بن عمر قناری ائمہ اہل بیت کا نام ذکر کرتے ہیں تو علامہ پر ہاروی ان میں سے ہر ایک کی سیرت پر سیر حاصل کلام فرماتے ہیں اور جہاں خلفائے راشدین کا ذکر خیر آتا ہے تو محبت بھرے انداز میں علامہ ان کا ذکر اور فضائل تحریر فرماتے ہیں اور پھر جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر آتا ہے تو علامہ اس کے فضائل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ علامہ گفتارانی کو بھی آڑے ہاتھوں لیتے ہیں اور حضرت امیر معاویہ کے فضائل ذکر نہ کرنے پر بارہا رضی کا اظہار فرماتے اور اس کو علامہ گفتارانی کی تعمیر شمار کرتے ہیں۔ طوالت کے خوف سے ہم مکمل عبارت پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ آپ خبر اس کے صفو نمبر 330 سے امامت کی بحث کو مکمل پڑھیں آپ پر واضح ہوگا کہ علامہ کس مسلک کے علمبردار ہیں۔ آپ نے جہاں شیعہ کا رد و تبلیغ فرمایا وہاں باہمیہ و خارجیت کو بھی خوب سبق سکھایا اور مسئلہ خلافت، مشاجرات صحابہ نیز محبت صحابہ و اہل بیت کو خوب واضح فرمایا۔

علامہ پر ہاروی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام:

سرکارِ مکیؑ کی آباد اجداد کے حوالے سے جمہور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک تمام مومن دعوہ تھے۔ آپ کا نور پاک پشتوں سے پاک رگوں میں منتقل ہوتا آیا۔ وہ تمام شرک کی آلودگی سے پاک تھے۔ اس پر بظاہر قرآن کریم کی اس آیت سے اعتراض ہوتا ہے جس میں آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا "اب" کہا گیا حالانکہ وہ مشرک تھا تو جمہور نے اس کا جواب دیا کہ یہاں "اب" سے مراد والد نہیں بلکہ چچا ہے یہی موقف علامہ پر ہاروی کا بھی ہے چنانچہ آپ اپنی تفسیر السلسل میں سورۃ انعام کی آیت نمبر 74 "وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبْنَيْهِ لَاؤَنَّا" میں لفظ آزر کے تحت لکھتے ہیں: "عَلَّمَ إِبْرَاهِيمَ عَلَى الصَّبِيحِ عِنْدَ السَّيْوَلِ" اسی طرح فہم الوجہ میں تواریخ کا بیان کرتے ہوئے آپ نے لکھا: "وَقَدْ يَكُونُ الْبَدَلُ لِلْمَلَائِكَةِ نَعْرًا إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبْنَيْهِ لَاؤَنَّا" پھر لکھتے ہیں: "وَالْحَقُّ أَنَّهُ عَلَيْهِ فَتَعْمُونَ الْإِسْلَامَ"۔ علامہ پر ہاروی اور کرامات اولیا:

علامہ نے کرامات اولیا کے حوالے سے وہی روش اپنائی جو اہل حق کا حصہ ہے آپ نے اس مسئلہ میں بھی اہل حق کی تائید اور وہابیوں کی بیخ کنی فرمائی ہے آپ کی کتاب اخیر اس میں اگرچہ صراحت کلام وہابیوں کی طرف راہِ حق نہیں مگر علامہ نے جو رد معقولہ کا کیا وہی ان کا بھی ہوگا کیونکہ کرامات کے معاملہ میں بلکہ اکثر عقائد مثل شفاعت، استمداد، ایصالِ ثواب و رؤیت باری تعالیٰ وغیرہ میں یہ لوگ انہیں معقولہ و غیرہا فرق باطلہ کے فضلہ خواہ ہیں۔ علامہ کے نام نہاد نام لیوا اور ان کو اپنے کھاتے میں ڈالنے کے شوقین فقط ان کی کتاب خبر اس کو ہی غور سے پڑھ لیں تو کافی ہے۔ یا ایمان لے آئیں گے ورنہ لاخوں پڑھتے

ہوئے ان سے بھی برات کا اعلان کریں گے۔ آپ سے کرامات الٰہیہ کی بحث کے تحت اس کا خوب اثبات فرمایا چنانچہ ایک مقام پر تحریر کرتے ہیں: "قد اجہد المحققون من اهل السنة على حقيقة الكرامات"۔^۱ یعنی اہل سنت کے محققین کا کرامات کی حقیقت پر اجماع ہے۔ پھر لکھتے ہیں: "قال الشيخ ابو عبد الله الباقی امام مکتبہ ابن الشیخ: کن الدین اہل الحق والبر علی السلف والشیخ منصور الدین سراج دہلوی یصلی علیہ السلام فی المسجد الحرام وروایا لہ فی تواریکہ الشیخ اکثر من اربعین"۔^۲ یعنی شیخ ابو عبد اللہ یاضی جو مکہ میں امام ہیں فرماتے ہیں شیخ رکن الدین ابو الفتح قرشی مکی "ابن نصیر اللہ بن چراغ" ہادی مسجد حرام میں نماز پڑھتے ہیں اور شیخ کی تواریک میں اس طرح کی کرامات بے شمار ہیں۔

علامہ پرہاروی اور محبت صوفیہ وادلیا:

وہابیوں کو صوفیہ وادلیا سے اللہ واسطے کا جبر ہے وہ صوفیہ کے سخت منکر اور ان کے اقوال و احوال پر طعن کرنے والے ہیں جب کہ علامہ صوفیہ کے مدافع خواں ان سے حسن اعتقاد رکھنے والے اور اس کی کرامات کے معتقد نظر آتے ہیں اور سب سے بڑی قیامت تو یہ ہے کہ علامہ خود ایک صوفی بزرگ اور ولی اللہ حافظ جمال الدین مکی کے مرید صادق و خلیفہ ہیں اور وہ قبلہ عالم نور محمد مہاروی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے تو علامہ نہ صرف صوفیہ کا دفاع کرتے ہیں بلکہ اس کا ذکر احسن انداز میں کرتے اور ان کی رائے کو اختیار بھی فرماتے ہیں۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں: "اصصام" میں صوفیہ کے تفسیری نکات کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اشارات الصوفیہ وہی مخصوصہ باهل الکاشفۃ والسوہۃ کالشیخ الصادق علیہ السلام ابن عربی و ابن عبد الرحمن السلسی صاحب المقائق وینکر علیہ کثور من الصلحاء لخصا منه انہ صرف لظاہر من ظاہرہا کما یفعلہ الباطنیۃ الملاحدۃ و هذا ظن السوء بھؤلاء الاحلام الکرام فانہم اعتقدوا الالفاظ علی ظاہرہا و انتہوا من باطنہا نکاتاً خود مطافۃ للشرم"۔^۳ یعنی صوفیہ کے اشارات الٰہی کشف کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسے شیخ محمد بن ابن عربی اور ابو عبد الرحمن السلسی اور اس پر کثیر علانیہ یہ گمان کرتے ہوئے اعتراض کیا کہ یہ تو الفاظ کو ان کے ظاہر سے بھرتا ہے۔ جیسے کہ فرقہ باطنیہ کرتا ہے۔ یہ ان عزت والے اعلام پر سوسے عین ہے کیونکہ وہ الفاظ کے ظاہر پر ہی اعتقاد کرتے ہیں اور ان کے باطن سے ایسے نکات نکالتے ہیں جو شرع کے خلاف نہیں ہوتے۔

یوں ہی علامہ فہم الوجیز میں علم بدیع کی ایک صنعت "انکسین" کی تعریف اور مثال دے کر لکھتے ہیں: "والصوفیۃ الصافیۃ ید طولہ وہیوان الشیخ عقیب التلمیذان والحافظ الشوری ذی الخلق لہذا الصنعۃ"۔^۴ علامہ نے اپنی

۱۔ ابن عربی ص 296

۲۔ ابن عربی ص 297

۳۔ اصصام ص 3

۴۔ فہم الوجیز ص 30

کتاب "اتمیز" میں کئی مقامات پر صوفیہ اہل کشف کے اقوال کو نہ صرف پیش کرتے بلکہ ان کی تائید بھی فرماتے ہیں۔ مثلاً عالم مثال کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اصحاب مکتلہ کے نزدیک یہ عالم، عالم اجساد اور عالم ارواح سے زیادہ لطیف ہے۔" ۱۔ "ستاروں کے احکام کو تفصیل ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: "جب تو اعمال و وظائف کی کتب جیسے جملہ، عکسیر، اوقات، اسما الحسی، آیات متبرکہ اور ادویہ ماثورہ کو دیکھے گا مثلاً امام ابو العباس احمد کی جو اہر غمہ وغیرہ تو، تو جان لے گا۔ جو آثار اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ان ستاروں میں ہیں بلکہ یہ عظیم اعمال ان ستاروں کے اوقات کی رعایت کے بغیر صحیح نہیں ہو سکتے۔" ۲۔

علامہ پرہاروی کا فقہی مسلک:

علامہ پرہاروی خلی بزرگ ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ کے سچے پیروکار ہیں۔ آپ فقہ پر یقین رکھتے اور اس پر عامل تھے۔ آپ کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ نے فقہ حنفی کی بھرپور ترویج کی اور اس کے مطابق فقہی احکام کو بیان فرمایا۔ بعض لوگوں نے علامہ کو غیر مقلدین میں شامل کرنے کی کوشش کی اور یہ الزام عائد کیا کہ آپ فقہ چھوڑ کر غیر مقلد ہو گئے تھے۔ یہ رائے عبدالحی ندوی نے اپنی کتاب "نزعہ الخواطر" میں قائم کی چنانچہ لکھتے ہیں: "وكان شديد الميل ان اتباع السنة النبوية ورفض التقليد" ۳۔ یعنی علامہ پرہاروی روشن سنت کی اتباع کی طرف خوب مائل تھے اور آپ نے فقہ کو ترک کر دیا۔ مگر یہ رائے درست نہیں ہے ہم یہاں پر اس رائے کا تجزیہ کرتے ہوئے آپ کے مقلد خلی ہونے کے دلائل بھی ذکر کریں گے۔

عبدالحی ندوی نے علامہ کی چند مہارت کو دلیل بتایا ہے۔ ان میں سے ایک مہارت یہ ہے "اعتطف الفقہاء بعد البعد حدیثاً صحیحاً یخالف فتویٰ امامہ فعن ابی یوسف موصول عن العاصم الصریف الذی لا یعرف معنی الحدیث وعن ابی حنیفۃ لیل لہ اذا قلت لولاء وغیر الرسول یخالفہ قال اترکوا قول بغیر الرسول وشدہ صاحب الفتوحات المکیہ عن من یترک الحدیث بقول امامہ وقال هذا نسلم الشریعۃ بالہوی مع ان صاحب مذهب قال اذا عارض الغیر کلامی فخذوا بالغیر"۔ یعنی مقلد جب اپنے امام کے فتویٰ کے خلاف حدیث صحیح پائے تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ یہ مای پر محمول ہے جو معنی حدیث کی معرفت نہیں رکھتا اور امام اعظم ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ ان سے عرض کی گئی جب آپ ایک فتویٰ دیں پھر خبر رسول اس کے خلاف ہو؟ تو آپ نے فرمایا خبر رسول کے مقابل میرے قول کو چھوڑ دو۔ صاحب فتوحات مکیہ نے اس شخص کی خدمت کی جو اپنے امام کے قول کے مقابل حدیث کو ترک کر دے اور فرمایا یہ شریعت کو خواہش

۱۔ اتمیز ص 15

۲۔ اتمیز ص 81

۳۔ نزعہ الخواطر۔ ج ۷، ص 284

سے منسوخ کرنا ہے حالانکہ صاحب مذہب کا فرمان تو یہ ہے کہ جب خبر میرے کلام کے معارض آجائے تو خبر کو لو۔

عبداللہ ندوی کا اس عبارت سے ترک تقلید پر استدلال درست نہیں کیونکہ علامہ پر ہاروی نے اس عبارت میں تقلید سے برأت کا کوئی اظہار نہیں کیا۔ بلکہ آپ نے ایک مسئلہ میں دو اقوال پیش کیے اور وہ بھی امام ابو یوسف اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہما کے ہوران میں سے امام اعظم کے قول کو ترجیح دے کر اپنے مقلد ہونے پر صراحت فرمائی اگر اس عبارت سے تقلید کو چھوڑنا لازم آئے تو "عن ابن حنیفہ" کا کیا محمل ہوگا؟ عبداللہ ندوی نے دوسری عبارت کوثر القبی کی لے کر اس کو مستدل بتایا ہے ہم طوائف کے خوف سے صرف اس کا ترجمہ ذکر کرتے ہیں۔ علامہ پر ہاروی فرماتے ہیں "اللہ ہی کی بارگاہ میں معاصرین اور متعصب قاصر علامہ کی شکایت ہے جنہوں نے علم حدیث کو پیٹھ دے دی اور تخریج کو نسیا منسیا کر دیا ان میں سب سے زیادہ علم دی ہے جو ترغیب وترہیب میں زیادہ کاذب ہے اور یہ پہلا برتن نہیں جو اسلام میں ٹوٹا بلکہ گزشتہ ایام سے یہ برائی بہت قدیم ہے شیاطین نے وضع حدیث اور جھوٹ کے ذریعے فساد پھیلایا۔" اس عبارت میں سے کہیں بھی یہ بات مترشح نہیں ہوتی کہ آپ نے تقلید کو غیر آباد کر دیا بلکہ علامہ یہاں پر علم کی علم حدیث سے عدم توجہی کا رونا روز ہے جس کے جنہوں نے علم حدیث کو پس پشت ڈال دیا اور ترغیب وترہیب کے لیے من گھڑت احادیث کو بیان کرتے ہیں اس میں فقہ حنفی سے بے راہی کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

علامہ پر ہاروی کے مقلد ہونے پر چھ دلائل

پہلی دلیل:

علامہ اپنی زندگی کی آخری تصنیف البحر اس میں تقلید پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں "جو مجتہد نہ ہو اس پر اللہ تعالیٰ کے فرمان "فَسَتَكُونُوا أَهْلًا يَذْكُرُونَ" (۱۸۱: ۷) اور اسلاف کے اجماع کی وجہ سے مجتہد کی اتباع واجب ہے اور اس اتباع کو تقلید سے موسوم کیا جاتا ہے علامہ اس پر اتفاق ہے کہ مقلد پر ایک مجتہد کی اتباع لازم ہے۔" اس عبارت کو پڑھ کر کیا اب بھی علامہ پر تقلید کے چھوڑنے کا حکم لگایا جاسکتا ہے؟ جبکہ آپ برطانیق نص قرآنی اور اجماع سلف کے مقتدا پر ایک مجتہد کی تقلید کو واجب قرار دے رہے ہیں۔

دوسری دلیل:

علامہ نے علم کلام پر اپنی دوسری کتاب "مراۃ الکلام فی عقائد الاسلام" میں مذاہب اربعہ پر بحث کرتے ہوئے تقلید مجتہدین پر اجماع کو نقل فرمایا اور اسے برقرار رکھا چنانچہ لکھتے ہیں "ولی فتاح الرشید شرح جوہرۃ التوحید ان عقد الاجماع ایوم علی امتناع الخلفاء عن المذاهب الاربعہ"۔ "یعنی" فتح الرشید شرح جوہرۃ التوحید" میں ہے کہ ہمارے زمانے

۱۔ کوثر القبی ص ۱، خطوط

۲۔ البحر اس ص ۷۲

۳۔ مراۃ الکلام ص ۱۱۲

میں مذاہب اربعہ سے فروع کے ممنوع ہونے پر اجماع مقلدہ ہوا۔
تیسری دلیل:

علامہ مقلدہ کی تعریف کرتے ہوئے نیراس میں لکھتے ہیں: "والفقد من لم يتبدل حال الحكمه ولكن يعتقد انها لمن يحسن الظن به كاتبا حال الفقه انها حبيطة". یعنی مقلدہ وہ جو حکم شرعی پر استدلال نہ کرے لیکن اس حکم کے درست ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو اس کی اتباع میں جس سے وہ جس عمل رکھتا ہے جیسے امارۃ میں ابو حنیفہ کی اتباع کرے۔ اس سے بڑھ کر علامہ پر ہاروی کے نفی اور مقلدہ ہونے پر کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ علامہ نے خود صراحتاً اتباع امام کا اقرار فرمایا ہے۔
چوتھی دلیل:

علامہ کی تمام کتب کو دیکھ لیں آپ کو جہاں موقع ملے امام اعظم ابو حنیفہ کے مذہب کو نہ صرف بیان کیا بلکہ اس کو ترجیح بھی دی اور آپ کو امامنا اعظم امامنا ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔ نیراس کے 23 سے زائد مقامات راقم کی نظر میں ہیں جہاں حضرت نے امام اعظم کو "امامنا" فرمایا۔ اسی طرح "الناحية من ذم امور معاوية، كوشا البی صلی اللہ علیہ وسلم، موار الکلام" کی کئی عبارات اس حوالے سے پیش کی جاسکتی ہیں مگر طوالت کے خوف سے ہم اس کا ذکر نہیں کرتے۔
پانچویں دلیل:

غیر مقلدہ بن اولیاء، صوفیاء اور طریقت کے سلاسل کو ناجائز و شرک کہتے ہیں جبکہ ہم دیکھتے ہیں علامہ خود سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے جلیل القدر مبلغ ہیں آپ حافظ جمال اللہ دہلوی علیہ الرحمہ کے شاگرد و مرید اور خلیفہ ہیں۔ جو قبلہ عالم نور محمد ہاروی علیہ الرحمہ کے خلیفہ ہیں۔ نیز علامہ صوفیاء اور اولیاء کے مراح ہیں جس کی تفصیل عقائد کے حوالے سے بحث میں اوپر گزری۔
چھٹی دلیل:

غیر مقلدہ بن امام اعظم ابو حنیفہ کی تابعیت کا انکار کرتے ہیں جبکہ علامہ ان کی تابعیت کے قائل ہیں وہ امام اعظم کو برا بھلا کہتے ہیں جبکہ آپ ان کے مراح ہیں وہ کہتے ہیں امام اعظم کو سترہ حدیثیں یاد تھیں اور علامہ کے نزدیک آپ کثیر الحدیث ہیں علامہ نے اظہر اس میں امام اعظم کے مناقب کو یوں بیان کیا ہے۔ "ابو حنیفہ امام اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کوفہ میں 80 ہجری میں پیدا ہوئے اور 150 ہجری میں وفات پائی۔ آپ کے تابعی ہونے میں اختلاف ہے اور صحیح تابعی ہونا ہے کشف النار میں ہے آپ نے چھ صحابہ سے ملاقات کی انس بن مالک، عبداللہ بن حارث، عبداللہ بن انیس، عبداللہ بن ابی اوفی، والدہ بن اسقع اور معقل بن یسار رضی اللہ عنہم اجمعین اور جابر بن عبداللہ سے ملاقات میں اختلاف ہے۔ عبادت، تقویٰ، علم اور اجتہاد میں آپ کے مناقب بے شمار ہیں امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا خدا میں تمام لوگ امام اعظم کے عیال ہیں شیخ عبدالوہاب شمرانی شافعی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ انہوں نے اپنے مکاشفات میں سے ایک کشف میں ایک سند رد کیا جس سے کئی نہریں

پھوٹ رہی ہیں انہوں نے اس کے بارے میں سوال کیا تو کہا گیا یہ شریعت کا مسدود ہے اور نہ اس کے مذاہب اور سب سے بڑی نہر ابو حنیفہ کا مذہب ہے آپ کے بارے میں جو یہ مشہور ہے کہ آپ صاحب رائے تھے اور امام شافعی رحمہ اللہ کی طرح عامل حدیث نہ تھے تو یہ افتراء ہے بلکہ آپ امام شافعی رحمہ اللہ سے زیادہ قبیح حدیث تھے جیسا کہ اصول فقہ سے یہ بات ظاہر ہے۔ "حاصل کلام یہ ہے کہ ان تمام دلائل کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ علامہ پر ہاروی اور غیر متقدمین میں نسبت تہا این ہے۔ آپ پر ترک تقلید کا الزام درست نہیں ہے۔

وفات و تدفین:

1239ھ ہجری بمطابق 1824ء میں بستی پر ہاڑ میں ہی علامہ کا وصال ہوا عمر شریف صرف 33 برس تھی آپ کو اسی مسجد و مدرسہ کے احاطہ میں دفن کیا گیا جہاں آپ طلباء کو درس دیتے تھے آپ کی قبر منور غیر پختہ حالت میں موجود ہے۔ علامہ عہد العزیز پر ہاروی علیہ الرحمہ کی سن وفات میں اختلاف ہے نیز ان کی وفات کس ماہ اور تاریخ کو ہوئی اس حوالے سے بھی سیرت نگاروں نے کچھ نہیں لکھا۔ البتہ ان کا عرس مبارک 8 اور 9 ذوالحجہ کو ہوتا ہے مگر اس سے ان کی وفات کی تاریخ اور ماہ کی تعیین نہیں ہوتی کیونکہ بقول متین کاٹھیری صاحب کے: بعد میں کسی نے اپنی طرف سے مقرر کی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ "آج سے تقریباً تیس سال پہلے رائے اللہ بخش پر ہاڑ صاحب مجھے مولانا صاحب کے مزار اقدس پر لے گئے اور فرمایا کہ یہ جو آٹھ ذوالحجہ کو عرس ہوتا ہے یہ ہمارے بزرگوں نے مخصوص کیا ہے پہلے عرس میں قرآن خوانی ہوتی تھی اور اب غزالی زماں علیہ الرحمہ کے کسی شاگرد کے مدرسے میں ہا قاعدہ عرس ہوتا ہے؛ جس کی تشہیر کے لیے اشتہارات بھی لگائے جاتے ہیں اور یہ بھی بتایا کہ ان کی نماز جنازہ ان کے استاد محترم خواجہ خدا بخش خیر پوری علیہ الرحمہ نے پڑھائی تھی جو کہ ان کے پیر بھائی بھی تھے۔"

مزید فرماتے ہیں کہ میں جب 1995 میں: میں وہاں گیا تو میں نے عرس کے اشتہار لگے دیکھے تھے، وہ 176 واں عرس تھا۔ (اس اشتہار کی ایک تصویر بھی کاٹھیری صاحب نے فقیر کو دی تھی) اس تصویر کے مطابق عرس کا اہتمام قریب ہی ایک مدرسہ دارالعلوم سعید یہ سلیمانہ عزیز المدارس میں کیا گیا تھا جو زیر صدارت رائے احمد رمضان پر ہاڑ صاحب کے منعقد ہو رہا تھا۔ علامہ پر ہاروی کی قبر انور پر جو کتبہ لگا ہوا ہے وہ بقول متین کاٹھیری کے سب سے پہلے میں نے لگایا ہے مگر بعد میں وہاں کے لوگوں نے اس میں رد و بدل کیا ہے۔

ابو محمد عبد الواحد کبیری مدنی

مدرس: جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ مٹان



الذرائع فضل الصحابة واهل البيت

عربی متن

مصنف: عمدة الحکماء علامہ عبدالعزیز قراوی رحمہ اللہ

درسہ و تحقیق: ابو محمد عبدالواحد کبیری مدنی

عملنا في هذا الكتاب

الحمد لله قد اجتهدنا في اخراج النص على اقرب صورة وضعها المصنف ليسهل قراته ويمكن فهمه بغير الزلة والخطأ

- ✽ هكذا عرضنا الآيات القرآنية والأحاديث النبوية ليسهل قراتها دون تحنة
- ✽ قلنا بتعريض الآيات القرآنية من نسخة القرآن بالحاسوب.
- ✽ قلنا بتعريض الأحاديث المباركة من مصادرهما من الصحاح الستة وغيرها.
- ✽ قد التزمنا خط العربي الجديد وأوردنا علامات الترقيم لتسهيل العبارة.
- ✽ قد قلنا بتقسيم المتن إلى الفقرات والأبحاث بوضع العناوين مشيرة إلى أغراض المصنف وانتقاله من بحث إلى بحث آخر.

✽ اضفنا في آخر الكتاب فهرس الموضوعات.

✽ اضعنا الحواشي المفيدة فيه.

✽ اردفنا بفهارس المصادر والمراجع

وما نيزه نفوسنا عن الخطأ والنسيان والرجو من الاحياء المكرمين ان يخطوه بجلاب
الاصلاح والاحسان اللهم اجعل هذا العمل خالصاً لوجهك الكريم واجعله نافعا
مقبلاً للطالبين اللهم احسن ختامنا وارحم زلاتنا واغفر حوالاتنا اللهم يا كريم يا
رحيم اغفر لنا ولوالدينا ولجميع المسلمين وصل الله وسلم على نبينا محمد
ﷺ وعلى آله وصحبه اجمعين.

آمين بحالة خاتم النبيين صلى الله عليه وسلم



خطبة الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

حمدا ارشدنا الى مذهب الشريعة السوية واسألونها وشكرا لمن ابعدنا عن عياب بدعة
سيئة و غرابيتها وعظمت نعيانها فلا يحصرها عدد وعمت الاؤة فلا يدركها عدد وزخرت بحار
افضاله فسقى مرابيتها وانابيتها بلطفه العليم وظهرت انوار جلالة فيحرق صواعقها و
بوارقها^١ بظهر عظيم^٢ المومن يريد فضله و رحمته و يعتب من يشاء بعلمه و
سطوته عليم يعلم الغيوب و الخفايا حليم يغفر الذنوب و الخطايا لا ابتداء لوجوده و
لا انتهاء لوجوده وله الاشكال في عجائب مصانعه وله الانظار في غرائب بدايعه هام من راح
يصف^٣ بصفاته غوى من سعى ان يصرف الى كنه ذاته طرب العقلاء في طلب ما همته
اكباد مطايا العقول فاعتزلوا من غير الوصول اليها بزوايا الخمول موصوف بصفات العلو و
الكمال منزلة عن سمات النقص و الزوال تعانى من ان يكون جاهلا او نسيا حاشا من ان
يفعل قبيحا او فريبا هو الذى اصطفى لنا ديننا زكيا والالسلكتنا في ظلم الضلال غيا
هدانا بفضل العليم صراطا سويا و ارتضى لنا ملة بيضاء و امر ارضيا ارسل اليها سراجا و
نورا عليا حببه محمد المصطفى رسولا و نبيا شفيعا للمؤمنين شفيعا حقيقا المؤيد باسطع
البهنيات و او كدها المحمد يرفع الصفات و اعجدها علا برفعة انوار الهداية و الكمال. عني
بسطوته آثار الغواية و الضلال كأنها كواكب^٤ فغابت بعظمة لمعات نوره اوقطع الشبح
فذاهب برفعة شمس^٥ ظهوره وهو الذى احق الحق بلاربيب و عوج و فاق الخلق بمعجزاته و
جمع و نور سناء القرى و البلاد و اكثر نوره الهدى و الرشاد لا تهلى دينه بمرور الايام و

١- وفي الاصل لم يذكر معقول يحرق ولذا لم يعمهم معناه تمامه

٢- وفي الاصل "بظهر العظيم" باضافه موصوف الى صفة والقياس عبر اضافة ولد حذفت اللام من "العظيم".

٣- وفي الاصل "يصفه" والاولى حلف ضمير المنصوب

٤- وفي الاصل "كواكب" والقياس "كواكب" لانه مشبه والله "آثار الغواية والضلال"

٥- وفي الاصل "الشمس" باللام والقياس حذفه لانه مضاف الى ما بعده

الشهور ولا تفتي بمرور الأزمنة والدهور

عليه أركى التحية والسلام أبدا مستمرا الى يوم القيام مساء اليالي وصباح الايام صلوة
بريئة عن الانكسار بعيدة عن الانتهاء والانصرام عندما احصاه علم الله العلامة وعلى آله
العظام قوى التقدير العظيم الفخام المصطفين على جميع الانام المحربين بالتعظيم و
الاكرام وعلى اصحابه العظام هم الذين اتدوا بالاسلام حتى صار متعال الاعلام بعد
النبي ﷺ افضل^١ الخواص والعوام رضى الله تعالى عنهم اجمعين وجعلنا بركاتهم من
الصالحين آمين يا رب العالمين

بيان سبب التأليف

وبعد فان افضل ما لهم الى واجل ما انعم على هو العلم المرجو منه الصلاح والاعمال
عاجلا والفلاح من الوبال اجلا وبه الفوز بالسعادة في الدنيا والاخرة وهو سيد الاوصاف
الفاخرة والعش بالنواجز في تحصيل العلوم المنقولة والكشف عن الساق في تكميل
الرسوم المعقولة^٢ - حتى كاتي ما رأيت على صفحة الايام الا الكتاب وما وقع بصري الا
عليه حيث اصاب لفظت الكلام البعز الفصح وحصلت شرح المواقف والتلويح و
تفكرت في التواريخ والعمليات والدواوين والاشعار فقدرت على اخراج دررها من بحر
الفكر يشط الالظهار فعزمت على ان اصنف كتابا وابته به^٣ - فصولا وابوابا واورد فيه
ما يستخرج بمأطري القاصر وادرج فيه ما يظهر على ذهني القاص لما كنت ذات يوم انظر في
نفعات الانس للفاضل الجامي قدس سره العزيز^٤ - على ذكر الامام الهمام المقام حجة
الدين والاسلام الامام الغزالي اسكنه الله بدار السلام فوجدت انه قال رأيت في المنام
اشرف الخلق عليه افضل التحية والسلام وحوله عباد امته ابقاهم الله تعالى في الاسلام
في ايديهم كتب مجلدة كتبت فيها عفائهم وخالقون بين يدي رسول الله ﷺ مقاصدهم
فاذا جاء رافعي في يده عبدة من الاوراق مملوءة مما اخترعونه من عندهم بالاختلاق فاحذوه و

١- هكذا في الاصل ولم يهـ.

٢- "العش والكشف الخ كيتاد من كثرة السحر.

٣- هكذا في الاصل ولعل الصواب "توبه".

٤- في هذا التقديم لم يوضح لنا من الخطوط.

ضربوه مقبوحاً وحزقوا ما أتى به مطروحاً فدنوت من غير البرية عليه اكمل الصلوة والتحية
لاصح ما عندي من العقائد الدينية واحقق ما هم من المقاصد اليقينية وفي يدي كتاب
صنف - في عدم الاعتقاد فسألني عليه الصلوة والسلام (اي كتاب هذا) - فقلت هذا
الكتاب صنفه الغزالي ياخير الخلائق فقال من الغزالي، فقلت اماماً ذا القدر الغائي وقال
اقرءها وانا واقف بين يديه فشرعت في قرائتها واملأها عليه فلما بلغت في مدحه دعائي
بالخير وفرح سروراً وحسن ما صنفه وظهر البشرى في وجهه ظهوراً انتهى -

بيان اسم الكتاب وما اخذته

فعمدت على تصنيف كتاب في عقائد الايمان طلباً لرضاء رسول الله سيد الانس و
الجان فأنفست تلك الكتاب من مصنفات العلماء وجمعته بعون الله تعالى من مؤلفات
الفضلاء وسقيته بحرام الكلام في عقائد الاسلام وحذفت الكتب المأخوذة منها روماً
للاختصار اى لا اختصار الكلام لمعلت علامة الكرماني "كر" ونور الحق "نو" والزر كشي
شرح بخاري "كشي" والقسط لى شرحه "قسط" وشرحه السوطى "طى" وعبدالحق شرح
المشكوة "حق" والكشاف "كش" والبيضاوى "ب" والمدارك "م" والمعالج "مع" و
الجلالين "جل" وقران القرآن "قر" والتوضيح "تض" والتلويع "تل" وشرح البواقف
"شمو" والطوايح "طو" وشرح التجريد لاهل السنة "شم" وتكميل الايمان للشيخ عبدالحق
الدهلوى "تك" وشرح العقائد النسفية والعصدية لنور الدين الفاروقى "شر"
وبحر المذهب "بح" ومهذيب الكلام "ته" وصواعق المعركة "صو" والركفة في ظهر
الرفضة "ضو" ورسائل الذوائى في اثبات الواجب وصفاته "نى" وشرح عقائده "ح" و
يستأن الفقيه "بس" وتمهيد ابي شكور السالمى "تم" ورسالة الفاضل احمد جند "سا" و
غنية الطالبين لسيدنا ومولانا الشيخ محى الدين جيلاني قدس سره العزيز "غن" وتذكرة
الموضوعات لعل القارى على عنه ورسائله الآخر "عل" والعروة الوثقى للشيخ كمال
الدين "عر" ورسائل الفاضل السندى في رد البرواقضى "فا" ومطالب الفقهاء "مط" و

١- فى الاصل "صفت" والتصحيح بعد مراجعته بـ "صفت" على نسخة المطبوع.

٢- لم يوضح لنا من المخطوط "اي كتاب هذا؟" منى

٣- فصل فى الانس مترجم من 403 شير براند ولا نور

شرح القصيدة الامالية "قا" و شرح الفقه الاكبر لابي المنتهى قدس سره "هل" و سواء السبيل والعشرة الكاملة لصاحب قران القران وهو سيدنا و مولانا افضل المتأخرين عليهم الله جهان آبادي قدس سره "كل" و حواشي مهذيب العقائد "ذب"

بيان موضوع الكتاب

و طوّلت الكلام في رد الشيعة لما مرّ و لانه قد فشا من مذهبهم بين الناس و ظهر في حق الصعابة (الى) قلوب الانام و ساوس الخناس و اجتهدت فيه غاية السعي و الاجتهاد و لم اُل في تحقيق مسئلة من مسائل الاعتقادية و ما اردت ان اشهر بالتصنيف او ان يقول الناس بان فلانا من ارباب التصنيف بل اردت رضا رسول الله ﷺ و توسّلت الى جناب الاكرام المعلى الاعظم و اسئله ان يشفعني يوم الجزاء عند الرحمن و ان يغثني في مصائب الدنيا و حوادث الزمان و هو ملجائي و شفيع العصاة عليه اكمل الصلوة و التحيات قصيدة في مدح النبي ﷺ و توشله

نبياً كسراج لاح في الظلم	وشاح فانتقلت طرا الى العدم
تبارك الله قد غاثت سناه	الى ان انطفى كل نار كان بالفهم
وامره باهل الدين اجمعهم	كأمر لبيد به اسم جوع مع الغم
قد اصطفاه الباري من برية	بالقرب والفضل والادراك بالحكم
قد عز شأن رسول الله ذي شرف	عن وصف كل لبيب حائق فهم
اتته به جاء لا انهاء له	قد اعتصم به بحبل غير منقسم ^١ في الاصل
"المنفهم" والتصحيح متى بعد مراجعة الفضلاء كما جاء في النص "لا انفصام لها"	
فهل ترون حزينا يستغيث به	من سوا نعم ولا ينجو من النقم ^٢
فيارسول الله الخلق مرحلة ^٣	انت الطوبى والى مبتلى السقم

١- هكذا في الاصل والصحيح حله

٢- هكذا في الاصل، فاني عوصت كثيرا في المصراع الثاني من البيت ولكن لما بلغت الى بلاءه انشيت هذا المبرر قدس سره فراجعت مولانا حامد دين بردار چشني توسوي نظم المصراع الثاني هكذا "بلى فدغائه في العدم والنقم".

٣- مصدر لعمل محذوف "ارحم" اي برحم الخلق مرجه من سكن ال يكون مرحة اسم فعل ومعناه ارحم

حرطت فلكي وبالأوزار قد ثقلت
 وكاد يغرقتني موج ويهلكني
 وما وصلت بخير قط من عمل
 يرجوك سيدنا عبد العزيز فيا
 وشرعت فيه وقد مضى من عمري سبعة عشر سنة ذات كمال و أسأل الله تعالى العصمة و
 العون في بقية حياتي على كل حال و عليه التوكل و الاعتماد و به الاعتصام و الاعتقاد و
 رتبته على أربعة أقسام و غائمة القسم الأول في المقدمات و ما يشتمل على أبواب
 الأمور المتعلقة بالملل والنحل



الباب الاول

ففى الفرق بين اهل السنة والبدعة وما يناسب ذلك ويشتمل على فصول

بيان مبداء الافتراق بين الامة

الفصل الاول فى افتراق امته عليه الصلاة والسلام الى اهل السنة والبدعة فى شرح
المواقف والمقاصد انه قال رئيس اهل السنة قانع رسوم البدعة سيف الدين امدى
قدس سره العزيز انه كان الناس عند اقبال رسول الله ﷺ من الدنيا الى العقبى على عقيدة و
طريقة واحدة الا اهل النفاق كانوا ينظرون الوفاق ويطنون انشقاق ثم ظهر بينهم
الاختلاف فى الامور الاجتهادية ولم يكن غرضهم من ذلك الا اقامة اعلام الشرع
كاختلافهم فى قول النبي ﷺ فى مرض موته ايتونى بكتاب اكتب لكم كتابا لا تضلوا بعده
فقال عمر بن الخطاب رضى الله عنهما ان النبي ﷺ قد غلب عليه الوجع وعندنا كتاب الله
الذى حسبنا لم نضع الاصوات فقال النبي ﷺ قوموا على

وكاختلفهم فى تجهيز جيش امتنع رضى الله عنه وبعثته (ان رسول الله ﷺ اراد ان يرسل
جيش اسامة رضى الله عنه الى قوم من الكفار وقال جهزوا جيش اسامة رضى الله عنه)
لعن الله من تخلف عنها (١) وقال بعضهم يجب تجهيزه لذلك وقال بعضهم نعم لكنه
يتوقف الى ان ينتهى مرض رسول الله ﷺ الى الصفة وغيرة وللرافعى فى الاختلافين
شبهات يمين الكلام عليها فى القسم الثالث من الكتاب ان ساعدنى توفيق الوهاب

وكاختلفهم فى موت رسول الله ﷺ قال عمر رضى الله عنه (من قال ان محمدا مات قتلت
رسولى هذا) (٢) وارجو ان يعرج به الى السماء كما عرج يعيسى عليه السلام فانهم ابو

١- فى الاصل "انه قال رسول الله ﷺ ان يرسل اسامة رضى الله عنه الى قوم من الكفار وقال جهزوا جيش امتنع رضى الله عنه من تخلف
عنه" والتصحيح من.

٢- وفى الاصل "ان النبى عليه الصلوة والسلام قد مات" والتصحيح من.

بكر رضى الله عنهما فانتهى عما كان يقول و كاختلافهم في دفنه عليه السلام فقال بعضهم يوضع في مسجدة وقال بعضهم يدفن في البقيع وقال ابو بكر رضى الله عنهما ان يدفن في بيته روى في ذلك حديثا

و كاختلافهم في ارثه عليه السلام و طلبته سيدة النساء و منع الصديق الاكبر رضى الله عنه و روى عنه عليه السلام و نحن معاشر الانبياء لانورث لنا احد و ماتر كنا فهو صدقة

و كاختلافهم في الامامة اراد العباس ان يبائع الحيدر الكرار كرم الله وجهه و عزم الانصار رضوان الله عليهم اجمعين ((ان يبأيعوا رئيسهم سعد بن عبادة الانصارى رضى الله عنه)) و اتفق المهاجرون على امامة ابي بكر الصديق رضى الله عنه فطال الكلام حتى اتفق راي الكل على الصديق رضى الله عنه

و كاختلافهم في قتال مانى الزكوة و فضته و انه لياقات عليه الصلوة و السلام ايها العرب عن حكم الاسلام و مدعوا الزكوة فاراد ابو بكر رضى الله عنه قتالهم فقال له عمر رضى الله عنه مهلاً يا خليفة رسول الله عليه السلام كيف تقاتلهم ؟ قال يا رب الله عليه السلام امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله فاذا قالوا عصموا منى دماءهم و اموالهم فقال ابو بكر رضى الله عنه انيس نبالاً لا يمحها و من حطها اقام الصلوة و ايتاء الزكوة^١

و كاختلافهم في تنصيب ابي بكر رضى الله عنه في خلافة عمر رضى الله عنه و قال بعضهم لا توامر عمر رضى الله عنه علينا فانه رجل فظ^٢ - غليظ و قال صلى الله عليه و آله لا ترضى الا بعمر رضى الله عنه و كاختلافهم في امر الشورى حتى استقر الاراء على عثمان رضى الله عنه و كاختلافهم في خلافة امير المؤمنين على كرم الله وجهه و معاوية رضى الله عنه اللهم متعني بمحبهما و هكذا كان الاختلاف يتكرر حتى كثر في آخر ايام الصحابة و ظهر الاختلاف اليهودي الى الضلال الموجب لانعكاس اعلام الاسلام فخالف بعض المبتدعة في القدر و اسناد جميع الاشياء الى الحق سبحانه حتى تفرق اهل الاسلام على ثلث و سبعين فرقة كلها هالكة الا واحدة و ظهر مصداق قوله عليه السلام "ستفرق امتي على ثلثة و سبعين فرقة كلها في النار الا واحدة"^٣

^١ - صحيح بخارى، كتاب الايمان، باب الحياض الايمان، ج 01، ص 14

^٢ - في الاصل "فظ" و التصحيح من -

^٣ - مسند احمد، مسند الشاميين، حديث معاوية بن ابي سفيان، ج 28، ص 134

فسئل عليه الصلاة والسلام عن تلك الواحدة فقال "هم على ما أنا عليه واصحابي" -
وجه تدوين علم الكلام واصول الفقه

وكانت الصحابة لقبة الوقائع في زمانهم وكثرة التفاهيم وبلوغ الاسلام في القوة حدا كاملا لا يشتغلون بتدوين العلوم الاسلامية وتهذيبها فصولا وابوابا فلما مست الحاجة الى ذلك اشتغل العلماء بالنظر والاستدلال والاجتهاد واستخراج المسائل ويراد الدلائل ولما كان كمال النوع الانسان ينحصر في قسمين الكمال النظري اعنى الاختصاص بوحدة الواجب وتنزهه عن زوال النقص - واتصافه بصفات الكمال والايمان بحقيقة النبوة وسائر اركان الاسلام على الاجمال والكمال العملي اعنى اتيان الصلوة والصوم والركوة والحج ورعاية السنن والنوافل وغير ذلك من الاعمال الصالحة تطوونوا علم الكلام والعقائد للاول وعلم اصول الفقه وفروع الفقه للثاني وبسطوا الكلام فيها للرد على المخالف بتحقيق المسائل وتدقيق الدلائل

كم عدد الفرق الضالة؟

الفصل الثاني في تعداد الفرق الضالة . اعلم ان اهل التصنيف اختلفوا في تعداد الفرق الضالة فعمد بعضهم اصولها و ضبط فروعها وتبين اسمائها وبلغ تعداد بعضهم ثلثا وسبعين و تجاوز بعضهم عن ذلك العددين بين فرق اخرى كصاحب المواقف .

اما الجواب عن الحديث المذكور فهو جوه الاول ان بلوغ عدد الفرق هذا العددي بعض الزمان كافي في صدق الحديث الثاني ان زاد على ذلك العدد فهو من فروع الثالث انه قديم ذكر العدد المخصوص ويراد منه الكثرة كما يذكر العدد المخصوص ويراد منه القلة هذا .

نحن ان يتتأ تفصيل الفرق على راي كل العلماء لطال الكتاب فاعتبرت ما اورده المحقق نور الدين الفاروق في شرحه على العقائد النسفية وابن السراج في تذكرة المذاهب فنقول ان اصل المذاهب الباطلة التي هي اثني وسبعون فرقة .

ستة هذا الرافضية والخارجية والجدرية والقدرية والجهمية والمرجعية فتفرق كل من تلك

١- مستفرك على الصحيحين ، كتاب العلم ، جز 01 ، ص 218 .

٢- هكذا في الاصل ولعل المبارة هكذا عن الروايات المختص .

الفرق الى اثني عشر فرقة فيحصل من ضرب الستة في اثني عشر اثنان و سبعون
فهذه استقامات

المقام الاول في بيان الرافضة

قال قدوة العلماء اسوق الفضلاء محمد بن عبد الكريم الشهرستاني قدس سره العزيز في
كتاب "الملل والنحل" ان يزجرجرد بن شهریار بن كسرى العادل لما ترك المبادئ في
خلافة عمر بن الخطاب رضى الله عنه و ذهب الى بلاد خراسان فذهبت علماء المجوس و
حكماهم اليها فلما قتل يزجرجرد بن شهریار قتلوا الخزمية فخذلوا في ايدي اهل الاسلام
فشاوروا و قالوا نجهدي في ايقاع الخلل في اسلامهم فتأملوا فلم يجدوا في امور الشريعة
نقصا فقالوا لاسهيل لنا الا ان نقول ان ابا بكر رضى الله عنه ظلم عليا وفاطمة رضى الله
عنها فوقع التفرقة من ذلك.

ان الروافض من مجوس الامة يدل على انه عليه الصلوة والسلام قال "القدوة مجوس هذه
الامة" والروافض يدكرون القدر ويتفرقوا على اثني عشرة "سفرقة".

الاول العلوية قالوا ان عليا رضى الله عنه نبي. الثانية الايدية قالوا انه شريك في النبوة.
الثالثة الشيعة من لم يحبه اكثر من سائر الصعابة كفر. الرابعة الاسحاقية يدكرون عتمة
النبوة وقالوا لا يغفلوا الارض عن نبي. الخامسة الزيدية قالوا لا يجوز الصلوة الا خلف اولاد علي
كرم الله وجهه. السادسة العباسية قالوا لا يجوز الامامة الا اولاد عباس. السابعة
الامامية قالوا لا يغفلوا الارض عن امام مطلق على الغيوب ولا يجوز الامامة الا للهاشمي و
لا يصل خلف الفاجر الثامنة الناصبية من فضل نفسه على غيره كفر التاسعة التناسخية
قالوا اذا خرج الروح من بدن يدخل في غيره العاشرة اللاغية يلغون معاوية و طلحة و زبير
رضي الله عنهم. الحادية عشرة ((السيائية)) قالوا ان عليا كرم الله وجهه يرجع قبل القيامة.
الآن مستور في السماء و الرعد عدو فرسه و البرق نار تظهر من عاتمه فاذا رؤوا سمعها سلموا
عليه

الثانية عشر المزابضة يجوزون المنى و الخروج على السلطان المسلم خذلهم الله تعالى و

١- حسري في تاريخ كتاب السنة رباب في القدر ج ٥٤ ص ٢٢٢.

٢- وفي الاصل "اثني عشر" والتصحيح من.

اتفقت كلهم على ترك الجماعة ومع مسح الخفين وطعن على الشيعيين وطلعة وزيد رضي الله عنهم وتبري عن الصحابة إلا عن الحيدرو وتفضيل الزهراء على الصديقة ووضع الشمال على اليمين في الصلاة

المقام الثاني في بيان الخارجية

تفرقوا أيضاً على اثني عشرة^١ - فرقة الأولى الارقية انكروا الرؤيا الصالحة وقالت انها جزء الوحي والوحي انقطعت.

الثانية الاباحية القول والعمل والفعل والنية مباح الثالثة التعليلية قالوا اعمالنا بأرادة الله تعالى بتقديره

الرابعة الجازمية قالوا الايمان فرض مجهول ولم يعلم فرضيته الخامسة الخلقية يكفرون بترك الجهاد مع الكفار. السادسة الكوفية يجهدون في غسل الاعضاء و يدلكونها كثيراً السابعة الكنزية يدكرون فرضية الزكاة.

الثامنة المعتزلية قالوا الشر ليس بقضاء الله تعالى ولا يجوز الصلاة على الفاجر والقرآن محدث والعباد عاقلوا فعالمهم. ولا ينفع الدعاء والصدقة للميت ولا ينفع الشفاعة والمعرّاج الى بيت المقدس فقط والملائكة افضل من المومنين ويدكرون الرقبة والميزان والحساب والصراط والصفات والكرامات للاولياء وعلامات القيامة وغير ذلك واكثر جدال اهل السنة مع المعتزلة كما سيجي ان شاء الله. ومنشأ مذهبهم واصل بن عطاء اعتزل عن مجلس حسن البصري فقال اعتزل عتافسوا بالمعتزلة التاسعة الميمنية الايمان بالقدر ليس بشيء العاشرة الممكنة قالوا ليس لله سبحانه حكم على المخلوقات الحادي عشر الاغطية قالوا لا يجوز عبد بالخير والشر بعد الموت الثانية عشر الشراعية يدينون الرقاب.

اتفقت كلهم على تكفير العاصي ووجوب الخروج على السلطان الظالم وعدم تجويز خروج عن كرم الله وجهه على معاوية رضي الله عنه

المقام الثالث في بيان الجهرية

تفرقوا أيضاً على اثني عشرة^٢ - فرقة الأولى المضطربة قالوا الخير والشر من الله تعالى

١ - وفي الاصل "اثني عشر" والتصحيح سـ.

٢ - وفي الاصل "اثني عشر" والتصحيح سـ.

ومالنا فيهما اختيار.

الثانية الإفعالية قالوا للإنسان فعل لكنه ليس له قدرة عليه الثالثة المنعية قالوا التعقل والقدرة للعبد لا صنع لعبد فيهما الرابعة المفروعية قالوا جف القلم بما هو كائن فلا يوجد الآن شيء من أحد. الخامسة النجارية قالوا إن الله يعذب الخلق على أفعاله لا على أفعالهم. السادسة المطمئنة قالوا الخير ما قرع عليه الخاطر واطمان به السابعة الكسبية قالوا لا يزيد الثواب بالخير والشر. الثامنة السابقة قالوا قد سبق الخير والشر في الازل فلا يرفع الطاعة ولا يهبط المعصية التاسعة المحببة قالوا إن الله يحب العباد والمحب لا يعذب المحبوب. العاشرة الخوفية قالوا إن الله حبيبنا والمحبيب لا يخوف المحبوب الحادي عشر الفكرية قالوا الفكر عبادة فإذا زاد العلم سقط العمل عنه. الثانية عشر الحسية انكروا الزور الموراثي وليس لهم اتفاق في مسئلة

المقام الرابع في بيان القدرية

تفرقوا على الثني عشرة^١ - فرقة أيضاً الأولى الاحدية المعراج بالروح ويجوزون رؤيته تعالى في الدنيا ويقولون العالم قديم والقيامة غير آتية الثانية الغنوية قالوا الخير من الله والشر من الشيطان الثالث الكيسانية يقولون لا يعلم أن أفعالنا مخلوقة أم لا. الرابع الشيطانية قالوا إن الشيطان لم يخلق يعني ليس بوجود الخامسة الشركية قالوا إن الإيمان ليس بمخلوق السادسة الوهمية قالوا أفعالنا وهم لا يترتب عليها الثواب والعقاب. السابعة الروينية ينكرون فناء الدنيا الثامنة الناكسية جوزوا التوقف في الإمام التاسعة المبتزية ينكرون قبول توبة العاصي. العاشرة القاسطية يزعمون الزهد ووجهون الكسب الحادية عشر النظامية قالوا إن الله تعالى ليس بشيء الثانية عشر المنزلة قالوا لا نعلم أن الشر قدر أم لا واتفق كلهم على جواز أن يكون الشيء عند الله كفراً وعند الخلق إيماناً ولا يرون الجنازة كفرها أو يشكون في إيمانهم ويقولون لا نعلم أنا مؤمنون أو كافرين وقد ورد في حقهم "إن القدرية مجوس هذه الأمة" وإنه ليس لهم حظ من الإيمان^٢ -

١ - وفي الأصل "ثني عشر" والتصحيح مني.

٢ - السنة لابن أبي العاصم، ج ١، ص ١٠١، ص ١٤٧.

قالوا مبهى الايمان على العلم فمن لا يعلم الاوامر والنواهي كلها فهو كالمرءى الثاني عشر العملية قالوا الايمان هو عمل الجوارح وليس لهم اتفاق في مسئلة فان قلنا لم تقدم بيان اهل البدعة على بيان اهل السنة مع ان الاول هو العكس فان قلنا بوجود الاول ان الاطباء اذا ارادوا شفاء احد يبالغون في اجتنابه من المأكولات والمشروبات المضرّة ثم يفتقلون بالتداوى حتى ((لا)) يجمع المواد الفاسدة في البدن فيصعب زوالها فلا بد من بيان مذهبهم اولا حتى يميز عنها ثم يورد مذهب اهل السنة حتى ينتقض على صفات الخواطر.

الثاني ان الاشياء تبين بانفسها والمباطل ضد الحق فلا بد من الاطلاع على الباطل حتى يتبينها تبين المقصود كما اذا قيل ان المياض ضد السواد فلما لم يتبين السواد لا يتبين المياض

الثالث متابعة كلام الله سبحانه قال "مَنْ أَلْبَسَ عَنَقَكُمْ فَرْعَكُمْ كَأَنَّكُمْ قُلُوبٌ" (التغابن: 02) هو وقع في كتب الفقه "كل اهاب اذا دبع فقد ظهر الا جلد الخنزير والادعى" ١ -

من هم اهل السنة ٢

الفصل الثالث في بيان اهل السنة هم اصحاب رسول الله ﷺ والذين اتبعوه باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه و تبع التابعين كالابي سعيد الخدري ٣ - وابي سعيد بصري و سفيان الثوري والاوزاعي وعقبة بن الاسود و ابراهيم النخعي والشعبي والمالك والحماد و ابن ابي ليلى و ابي حنيفة النعمان و تابعيهم من المتأخرين و تلاميذهم مثل ابي يوسف القاسمي ومحمد بن الحسن الشيباني وزفر وحسن بن زياد و داود الطائفي ومحمد ادريس الشافعي و ابي عبد الله المدني و من فقهاء عراسان مثل ابي مطيع البلخي و ابي سليمان الطبراني و ابي حفص الكبير البخاري والشافعي و ابراهيم بن ادعمر وهم تلاميذ امام جعفر الصادق و ابي حنيفة و فقهاء ديار الاسلام من الهراة و ماوراء النهر و الفارس و الشيراز و الهندستان و غير ذلك ((هم الذين)) اخلوا الدين من الشقات و نقلوه من الصحابة من غير اكثار وتعصب و اجتهدوا في المسائل طلبا للحق و ثبتوا على ما ثبت عليه الصلاة والسلام و انقسموا على

١ - الهداية كتاب الطهارة باب الماء الذي يجوز به الوضوء المحرر 01 من 38.

٢ - ظاهر العبارة ان ابي سعيد الخدري من تبع التابعين ولكن هو من اصحاب رسول الله ﷺ كما هو المشهور.

بما جاء من عند الله جملة^١ انتهى^٢ - وقد قال عليه السلام صفان من امتي ليس
لهما نصيب من الايمان المرجية والقدرية^٣ - رواه ابن عباس

و هذا امر التمس على كثير من الناس حتى اساء الادب بعضهم في شأن شيخنا سيد
سادات كعل القاري على عنه وليست شعري ما اجراة على اساءة الادب في حق الاولياء و
بعضهم في شأن امامنا رئيس المجتهدين فلا بد ههنا من بيان شأنهم وقد وجدت رسالة في
حل ذلك الاشكال (فارقت) خلاصته و بخط بيالي

لنقول انه اجيب بوجوه الاول ان المراد بالحنفية من ظن^٤ - من بعض اصحاب ابي حنيفة و
لا هو فيهم كيف هو السند قد صرح في الغنية بأهم حقوا بالمرجية يقول لهم بأن المومن
لا يدخل النار بسبب المعاصي اصلاً و الامام لا يقول بذلك بل صرح في لفظه الا كبر تورية
عن ذلك و قال "لانقول كنا و كنا كما يقول به المرجية و المراد من ذلك بعض اصحابه
كقولهم بنو فلان قتلوا فان قيل الفرق تلصق الى من سيدهم و مقتدى بهم في مذهبهم
قلنا لا الا ترى ان كل الفرق الضالة ينسبون الى محمد^٥ و الروافض الى علي كرم الله وجهه.
فان قلنا الشائع في الاستعمالات اطلاق صاحب على من صدر صاحبه و المنتسب يضل
عن طريقة المنتسب اليه لعدم حضوره و اما صاحب فبعد ان يضل عن طريقته.

١ - حبة الطالين، ص 230، منه في العبة "فصل و اما المرجية فمرها اثني عشر فرقة، الحنيفة و الصالحة الى ان قال و الحنيفة "ثم قال بعد
اسطر "اما الحنيفة فهم بعض اصحاب ابي حنيفة النعمان بن ثابت و هموا ان الايمان هو المعرفة و الاقرار بالله و رسوله و بما جاء من عنده
جملة على ما ذكره البرهوتى في كتاب الشجرة "انتهى - قلت لما مررت في تحقيق هذا الكتاب و طعت هذا المقام فتعجب من العبة فلم
اجد هذا النص في "حبة الطالين" الذي طبعت تحت اشراف "دار الكتب العلمية بيروت" في مجلدين - و هذا الامر متعجب فيه جداً
لان هذا النص مشهور بين المجادلين و المعتزلة و هموا بالامحاء و الاستئثار و الاجوبة عليه قديماً و حديثاً فكيف يتصور حلو العبة من
هذا النص؟ في انهاء هذا التجر و حذف نسخة لها قد طبعت من "مكة امدادية لا بور" مع مرحته بلغة فارسية لشيخ عبدالحق
الدهلوى و هذا النص المذكور مهاونكى لا اشكال فيه، لانه قال "بعض اصحاب ابي حنيفة" و قول البعض ليس قول ابي حنيفة و جميع
اتباعه، فكيف يتصور امحاء و مناقشات للفصل و الاجوبة من الحنيفة؟ او الصحيح عندى الان ان هذه النص موجود فيه ثم يعبر من
بعض الناس، بعضهم حذفوا او بعضهم دخلوا "البعض" و اما جزاها فهو مذكور في النسخ و الله اعلم بالصواب.

٢ - الاية الكرى لابن بطه، الكتاب الاول الاية رباب الفصل في المرحنة الح، حر 02، ص 905.

٣ - وفي الاصل "من ظن" و التصحيح من.

قلت اطلاق الصاحب على المنتسب شائع و الابعاد المذكورة بعيد من الصحة الا ترى كثيرا من اصحاب الانبياء وهو محال لهم ارتدوا عياداً بالله

وفي قوله "كيف الخ" نظر فانه قد مر ان المرجية ليس لهم اتفاق في قول قط فلا يستدل بمخالفة الامام المرجية في القول المذكور على انه ليس من المرجية فان كلام الفقيه هذا "والمأسموا المرجية لانهم زعموا ان واحدا من المكلفين اذا قال لا اله الا الله محمد رسول الله له يدخل النار اصلاً و ان الايمان قول مجرد بلا عمل و الناس لا يتفاضلون في ايمان الملائكة و الانبياء و عامة المومنين الايمان واحداً لا يزيد و لا ينقص و لا يستثنى فيه فمن اقرب لسانه ولم يعمل فهو مومن" انتهى و ابو حنيفة رضى الله عنه يقول بعدم الاستثناء و مساواة الايمان.

الجواب انه لا يقول ان الايمان قول مجرد بل مع التصديق كما ذكره في الفقه الاكبر و مراد المرجية ان الايمان الكامل المندرج قول بلا عمل و الايمان الكامل لا يزيد و لا ينقص و لا يلزم من مدحه الاستثناء كونه من المرجية فان المدعين يوافقون اهل السنة كثيراً الا ترى ان بعض المرجية يستثنون في الايمان فلو كانت الموافقة بالمرجية في بعض الاقوال ارجاء لم يتبع احدا الا كان من المرجية.

الثاني ان ابو حنيفة لا يقول بحائسه الى الخفية فان مراد المرجية في قولهم "جملة" انهم يقولون ان من قال امنت بمحمد صار مومناً كاملاً سواء علم ان محمداً كان هو في العرب و خرج من مكة الى مدينة او محمداً آخر و كلما من قال امنت بالقرآن ولم يعلم ان القرآن هو الذي نزل على نبينا محمد ﷺ او قرآن آخر و ابو حنيفة لا يقول ذلك حاشاه الله تعالى و ايها المعرفة و الاقرار كانوا حاصلين لكافرين المنافقين فان المعرفة مجرد العلم لا التصديق لقوله تعالى "يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمْ" (البقرة: 146) و امامنا صرح بان المومن هو المصدق المقر لا العارف المقر

الثالث ان ادراج الخفية من شيطنة للبعض و الاولى البات الحسنانية مكانه و يؤيد ما في شرح المواقف "ان الحسنانية هم اصحاب غسان الكوفي و غسان كان يحكي مذهبه من اني حنيفة" اسعف هذا من تحريف الناس و التعريف قد وقع في كتب الله تعالى وفي كتب الاولياء

أهون

الرابع ان الغيبة ليست من تصانيفه بل كان رجل سمعته معاصره صنفها ولا يخفى انه خلاف المشهور

الخامس ان السيد قدس سره اورد فيها ما رواه الرواة فليسمع من بعض الناس ان ابحاثهم من بعض^١ - المرجحة اوردته في كتابه ولا ينافي ان من اولياء الله تعالى ومن اصحاب الكشف فكيف يخفى^٢ - لانه لا يكشف على الولى كل الاشياء والالهام ليس من اسباب العلم عند اهل الحق و بقية الكلام يأتيك ان شاء الله تعالى ولا يخفى ان الكف في مقالة الكشف احوط فانه مرغامض لانعلمه ولذا اجيب بأن السيد قدس سره صنف الغيبة ولم يبلغ مبلغ الكشف ورقه بعض الفضلاء بأنه باطل.

بيان حكم المناظرة

الفصل في كيفية المناظرة مع اهل البدعة. اختلف العلماء في ذلك فقال بعضهم لا يجوز و الاكثر على الجواز بل على الواجب ان كان احتمال الرجوع من البدعة هو المختار. استدلل المباح بوجود الاول قوله تعالى "مَا كُنْزُؤُوكَ إِلَّا جَدَلًا" (الزمر: 58) اي يبدؤا "وَ كَانِ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ ثَنِيٍّ جَدَلًا" (الكهف: 54) فلامهم لله تعالى على المجادلة الثاني قوله عليه السلام "ابغض الناس الى الله الذالخصام" روته عائشة الصديقة رضى الله عنها.^٣ الثالث قوله عليه السلام "ما ضل قوم بعد هدى كانوا عليه الا كانوا يجادلون فلانهم قد ضلوا" رواه ابو امامة الماهلى رضى الله عنه.^٤

الرابع قوله عليه السلام "دع البرء ان كان محقا"^٥ - بس و بلفظ آخر "لا يجهدكم حقيقة الايمان حتى يدع البرء وهو محق"^٦ - الخامس انه يؤدي الى العداوة والعداوة بين

١- هكذا في الاصل والاولى حذف "بعض".

٢- وفي الاصل "لا يخطى" والاخر حذف "لا" ولذا حذف في النص.

٣- مختصر صحيح مسلم للمنبرى، كتاب القضاء والشهادات، ج ٢، ص 280.

٤- مس ابن ماجه، صحيح الكتاب في الايمان، باب احكام البدع والجمل، ج ٢، ص 19، بلفظ ما نقله من نسخة تشرع عليه الا اوثر وجدلا.

٥- سنن المعارف، باب المناظرة في العلم، ص 11.

٦- سنن المعارف، باب المناظرة في العلم، ص 11.

المسلمين حرام.

الجواب ان كل ذلك انما هو في المناظر التي لا يكون لظهور الحق بل يكون مكبرة وعنادا و
لنا في الثبات مطلبنا وجوه الاول مجادلة ابراهيم على نبيها وعليه السلام مع لم يرد كما قال
الله تعالى **الَّذِي تَرَىٰ إِلَيْهِ الْكَوْكَبَ** (البقرة: 257) تعجب من مجادلة لم يرد والمردود المطرود في اللهجات
ابراهيم في ربه وقوله " **أَن تَعْلَمَ أَنَّهُ الْمَلِكُ** " متعلق بما ج على وجهين احدهما حاج لان اتاه
الله الملك على معنى ان ايتاه الملك له اورثه الكبر والعز او من قبل قولهم "عاداني فلان
لاني احسنت اليه" يريد انه عكس ما كان يجب عليه.

فابيهما حاج وقت ان اتاه الله الملك كفى ^١ - **إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّىْ أَلَيْسَ لى بِنَبِيٍّ قَالَ بَرُّودٌ**
المطرود أنا أنى وأميئى أى اعطوا عن القتل واقتل فان قلت ان جوابه هذا لغوا محضاً فان الله
تعالى يحى الاشياء بعد ما كانت معدومة فلم قال ابراهيم عليه السلام " **قَالَ إِنَّ اللَّهَ بِأَنَّ**
بِالشَّمْسِ مِنَ الشَّرْقِ قَاتٍ بِهَا مِنَ الشَّرْقِ " ولم يجادل في الجواب قلت لانه على
نبيها وعليه السلام لما رأى حاقته في الجواب رأى المناظره معه في ذلك مما لا يفيد فانتقل
الى ما يهجزه من الجواب كفى ^٢ - **"قَبِيْطُ الَّذِي كَفَرُوْا"** (البقرة: 285) الشاى قوله تعالى "و
جَادِلْهُمْ بِالَّذِي هِىَ أَحْسَنُ" (النحل: 125) بطريقة الاسلام و اوعهم اليها الفاليت قوله تعالى
" **فَلَا تَحْزَنْ فِىْهِمْ إِلَّا مِرَآءَ ظَاهِرٍ** " (الكهف: 22) اى لا تجادل في اصحاب الكهف الا بحجة
ظاهرة كذا نقل عن ابن عباس رضى الله عنهما الرابع ان ابا بكر الصديق وعمر بن الخطاب
رضى الله عنهما باحثاى مسئلة القدر و جاء عند رسول الله ﷺ لمكهم بينهما ولم يذكر
عليهما

فان قلت اليس قد روى ان رسول الله ﷺ سمع بعض اصحابه مباحثون في مسئلة القدر
فنهاهم عن ذلك؟

قلت لم ينههم عن الجدل مطلقاً بل عن جدال في تلك المسئلة لغوياً كما سجدى ان
شاء الله الاترى الى مارواه طلحة رضى الله عنه "ان الصحابة باحثوا في بحم الصديق حق
المعز فرفعت الاصوات فكان النبي ﷺ نائماً فاستيقظ و بين لهم الحكم ^٣ - **فلو كان**

١ - تفسير كشاف سورة بقره آية 258 ج 1، ص 304.

٢ - الرجوع السابق ص 306.

٣ - مستان العارفين ريدت الكثرة في العلم ص 11.

ممنوعاً عنهم عن ذلك پس

الخامس انه قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه "اذالقيتم اهل القدر فابعدوا بالسؤال" ^١
السادس ما قال عليه السلام لابن الزبير وقضتلك انه لما نزل "إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ
دُونِ اللَّهِ عَصِيبٌ جَهَنَّمَ" (الأنبياء: 98) قال ابن الزبير لرسول الله ﷺ قد عبدت الملائكة و
المسيح فتراهما يعذبون ^٢ فقال ما جهلك بلسان قومك اما علمت ان ما يعبد من غير الله
(الأنبياء: ١٠) ^٣ - فهو

قال رجل لعلي كرم الله وجهه الى املك حر كالي وسكنائي وطلاق زوجتي فقال علي كرم الله
وجهه مع الو او دون الو فالاول (الف) مبيت شريك له تعالى (في) الملك و الثاني لا يكون
وراء له مالك ^٤ - فهو

بيان فضائل الصحابة

الباب الثاني ^٥ - من القسم الاول فما ورد بفضلهم من الكتاب والسنة وفيه فصول

بيان فضائل ابي بكر رضي الله عنه

الفصل ما ورد في حق ابي بكر رضي الله عنه فقط من الآيات ^٦ - قوله تعالى "فَأَمَّا مَنْ أَغْضَى
الْأُذُنَ" (٥) "وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى" (٦) "فَسَتَجِدُنَّ ذُلَّ الْبَيْتِ" (٧) (البقره: ١٧٧) روى عن ابن
مسعود رضي الله عنه ان ابا بكر رضي الله عنه لما اشترى بلالا رضي الله عنه من امية بن خلف
واعتقه وكان يعبده و يأمره بالردة فنزل في شأنه تلك الآية ^٧ - ومنها قوله تعالى "وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى" (١٠) "الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى" (١١) "وَمَا يُلَاحِظْ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى" (١٢) (الأنبياء: ١٠-١٢)

^١ - ما وجد عند الرواية بمعناها ولكن وجدت في "الكامل في صحف الأئمة" حال "عائشة بن السريدي الكوفي" ج ٨، ص ٤٢٠، بمعناها من قوله
ومعناها "لم يهدك لامة قط لا كان يده حلاكها الكلام في القدر فان القسم من "ولا تترك احدا فلا تدعهم يستلوككم وكونوا ائمة
السائلين"

^٢ - دعاء الشيخ، كتاب الأيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، ج ١، ص ٥٠٢.

^٣ - روح البیان، سورة العنكبوت، ج ٦، ص ٤٧٨.

^٤ - وفي الاصل "باب الثاني" بغير اللام والتصحيح من.

^٥ - وفي الاصل "من الآداب" والتصحيح من.

^٦ - تصحيح أبي حمزة، ج ١٠، ص ٣٤٤٠، تحت قوله "قد سمعكم".

وَجُودَتِهِ الْأَعْلَى" (٢٠) (البقره: 17, 18, 19, 20) وسواء في بيان الآية ان شاء الله
ومنها قوله تعالى "وَلَيَمُنَّ عَافٍ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ" (سورة الرحمن: 46) روى الحاكم ان الآية في
شان ابي بكر رضي الله عنه
ومنها قوله تعالى "وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ" (الزمر: 33) روى
ابن عساکر عن علي كرم الله وجهه ان الآية في شان ابي بكر رضي الله عنه -
ومنها قوله تعالى "وَوَضَعْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنُ مَقَامٍ أُنْثَى كُرْهًا وَوَضَعْنَاهُ كُرْهًا"
(الاحقاف: 15) اي بالمهينة "عَلَى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي" ولفظي و
الهمي "أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ" من الاسلام "وَعَلَى وَالِدَتِي" من نعمة الحيوة او
دين الاسلام فانه لم يكن من المهاجرين احدا سلم ابو بكر سوى ابي بكر رضي الله عنه (هكذا
في الاصل والقياس ابي بكر هو هذا دليل مستقيم على انها في شأنه والهمي "وَأَنْ أَكْمَلَ
صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي دِينِي" الى لست "إِلَى تَنْتِ إِلَهَكَ وَإِلَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ" والحقني
من المسلمين "أُولَئِكَ الَّذِينَ تَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَرَبُوا وَتَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ
الْحَيْثُوعِ وَالصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ" (الاحقاف: 15, 16) روى ابن عساکر ان جميع الآية في
شان ابي بكر رضي الله عنه ويؤيد ما ذكرنا انما.

ومنها قوله تعالى "وَلَا يَأْتَلِ" و شان نزولها انه لما رأى مسطح رضي الله عنه امر المومنين
الصديقه رضي الله عنها بما ورد بالتزليل بطهارته عنه القسم ابي بكر رضي الله عنه عن ان
لا ينفق على مسطح رضي الله عنه تجاوز الله تعالى عنه وكان ينفق عليه قبل ذلك لقرابته له
ومسكنته فترك "وَلَا يَأْتَلِ" نهى اي لا يقسم "أُولُوا الْفَضْلِ" في الدين "مِنْكُمْ" واولو "وَالسَّعَةِ
فِي الْمَالِ" أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَى وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِيَتَغَفُوا
لِيُصْفَحُوا" يتجاوزوا "أَلَا تُحْمُِونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ" اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ" (الاية: النور: 22) و
استدل بعضهم عن فضله بهذه الآية

ومنها قوله تعالى "إِلَّا تَضَرُّوْهُ فَقَدْ تَضَرَّوْهُ" (الاية: التوبة: 40) وروى ابن عساکر "ان الله
عاتب بذلك جميع المسلمين الا ابا بكر رضي الله عنه" -

ومن الأحاديث لما روى الشيخان مما حاصله انه قيل له عليه السلام من هو أحب اليك، قال عائشة رضي الله عنها قال فمن الرجال، قال ايوها ^١ -

وروى عبدالله بن حميد و ابو نعيم و غيرهها انه قال عليه السلام ما طلعت الشمس و لا غربت على احدا افضل من ابي بكر رضي الله عنه الا ان يكون نبي و في لفظ آخر ما طلعت الشمس على احد بعد النبي ^٢ او المرسلين افضل من ابي بكر رضي الله عنه ^٣ -

منها ما روى الطبراني رحمه الله من ان رسول الله ^٤ قال ان روح القدس جهرا نيل اعمري غير امتك بعدك ابو بكر رضي الله عنه ^٥ -

منها روى الطبراني انه قال عليه السلام ابو بكر رضي الله عنه خير الناس الا ان يكون نبي ^٦ -

منها ما روى الديلمي انه قال عليه السلام ابو بكر رضي الله عنه ملي و انا منه و ابو بكر رضي الله عنه اعمى في الدنيا و الآخرة ^٧ -

منها ما روى ابو داود و الحاكم من حديث فيه انه قال عليه السلام له انت يا ابا بكر رضي الله عنه اول من يدخل الجنة من امةي ^٨ -

منها ما روى الترمذي من انه قال عليه السلام ما لاحد عندنا الا وقد كافينا ما خلا ابو بكر رضي الله عنه فان له عندنا يد يكافئه الله بها يوم القيامة الحديث ^٩ -

و هذا الحديث مع قوله تعالى "وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى وَ إِنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَرُّكُمْ" هو حجة ظاهرة على فضيلته من الصحابة كما سيأتي ان شاء الله تعالى.

منها ما روى الطبراني من انه قال عليه السلام ان الله تعالى اتخذني خليلا و ان خليل

^١ صحيح بخاري، كتاب اصحاب النبي، باب فضائل اصحاب النبي، جز 5، ص 5

^٢ حلية الاولياء، قسم طبقة الاولى من التاميم، جز 03، ص 325

^٣ المعجم الاوسط، باب القيم، من اسمه محمد، جز 06، ص 292

^٤ المعجم الاوسط، باب القيم، من اسمه محمد، جز 06، ص 292

^٥ المعجم الاوسط، باب القيم، من اسمه محمد، جز 06، ص 292

^٦ مسند ابو داود، كتاب السنة، باب من خلفنا، جز 04، ص 213

^٧ مسند ترمذي، كتاب مناقب، جز 05، ص 609

ابوبكر رضى الله عنه. ^١ -

و لا يعارض بقوله "لو كنت متخذنا غليلا لا اتخذت ابابكر رضى الله عنه غليلا" ^٢ - فان المراد من ذلك الخلة ^٣ - الكاملة من قوله "ان غليلا ابوبكر رضى الله عنه" نوع الخلة لا الخلة الكاملة فانها مختصة بالله تعالى

ومنها ما روى المسلم و الترمذى و النسائى و ابن ماجه و الحاكم و المذنبى من انه قال عليه السلام ارحم امة امةى ابوبكر رضى الله عنه ^٤ - منها ما روى ابن ابي حاتم من انه لما نزل قوله تعالى "وَلَوْ اَنَّكَ كُنتَ تَعْلَمُ اَنَّهُمْ اَيَّ اَفْئَلَةٍ اَفْئَسُّكُمْ" (النساء، 66) فقال ابوبكر رضى الله عنه يا رسول الله ﷺ "لو امرتني لقتلت نفسي" فقال صدقت ^٥ -

منها ما روى ابن عساکر من انه قال عليه السلام حب ابي بكر رضى الله عنه و شكره واجب على امةى ^٦ - و روى هو انه قال عليه السلام كلهم المحاسبون الا ابابكر رضى الله عنه ^٧ - و روى هو انه عليه السلام خصال الخور ثلث مائة و ستون كلها فيك هيبألك يا ابابكر رضى الله عنه ^٨ -

و روى هو انه عليه السلام "ما كلمت في الاسلام من شئ احدا الا ابي عنى و راجعنى في الكلام الا ابن ابي قحافة فانه لم اكلمه شيئا الا و قد قبله و استقام عليه" ^٩ - و روى الحافظ عن النبي ﷺ حب ابي بكر رضى الله عنه واجب على امةى ^{١٠} -

١ - للمعجم الكبير، باب الصاد، جز ٥٨، ص 201

٢ - سنن ترمذى شاكرا، ابواب مناقب، جز ٥5، ص 609

٣ - و فى الاصل "الخلة الكاملة" و التصحيح ص.

٤ - مس ابن ماجه، امتاح الكتاب، فى الابان و فضائل الصحابة و العلم، فضائل ريدى بن ثابت، حر 01، ص 55

٥ - تفسير ابن ابي حاتم، سور مائدة، جز 03، ص 995

٦ - فضائل الخلفاء الراشدين، ذكر فضيلة اخرى للصدق، ص 89

٧ - تاريخ دمشق، حرف الميم، ج 30، ص 152

٨ - تاريخ دمشق، حرف الميم، جز 30، ص 104

٩ - تاريخ دمشق، حرف الميم، جز 30، ص 44

١٠ - فضائل الخلفاء الراشدين، ذكر فضيلة اخرى للصدق، ص 89

وجه التسمية بالصديق

وسمى صديقاً لئلا ينفك عنه رسول الله ﷺ فلا ترد في دعوة الاسلام وفي امر المعراج
بلا انكار وقد سبق الحديث الدال على ذلك انفاً من قوله عليه السلام "ما كنت
الحديث" قيل ان ذلك لما كان يعلم قبل الدعوة دلائل نبوته عليه السلام

وسئل عن بعضهم ان ابا بكر رضي الله عنه سابق الاسلام او على كرم الله وجهه فقال والله
قد اسبق من ابي بكر رضي الله عنه نبينا محمداً عليه السلام في محو الراهب وكان قبل تولد على
كرم الله وجهه - وروى الترمذي وابن حبان ان ابا بكر رضي الله عنه قال "السيد احق
الناس بها اي بالخلافة الست اول من اسلم" - الحديث

وروى الطبراني انه سئل عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما عن سابق الاسلام فقال
ابي بكر رضي الله عنه -

وقد ذهب اكثر من الصحابة والسابعون الى ذلك حتى ادعى بعضهم الاجماع والجمع بين ذلك
ما ينافيه بان اول من دخل في الاسلام ابي بكر رضي الله عنه واول من دخل من الصبيان
على كرم الله وجهه واول من دخل من النساء عند محمداً رضي الله عنه واول من دخل من العبد
بلال رضي الله عنه -

وجه التسمية بالعتيق

وسمى عتيقاً وقد كثر الاحاديث في ذلك منها حديث الترمذي انه قال عليه السلام "انك
عتيق من النار" -

وحديث الحاكم وقد صحح انه قال عليه السلام "من سوان ينظر الى عتيق من النار فليحذر

١ - لا يكرى لاس بطله الكتاب رابع مسائل الصحابة باب ذكر تصديق ابي بكر، جر 09، ص 481

٢ - حسن الترمذي، باب مناقب ابي بكر الصديق، جر 05، ص 611، صحيح ابن حبان، باب ذكر البيان بان ابي بكر الصديق اول من
اسلم، جر 35، ص 379

٣ - واحد في النظر الى هذا القبط ويكرى وجدت بسطاء عن ابن عمر وهو عفاً اول من اسلم ابي بكر (اللمع الاوسط باب القيم
جر 08، ص 190)

٤ - حسن الترمذي (بشارة) ابواب مناقب باب مناقب علي بن ابي طالب، جر 06، ص 91

٥ - حسن الترمذي، باب مناقب ابي بكر الصديق، جر 05، ص 616

الى ابي بكر رضى الله عنه^١ - و ما روى انه لما سلم هاتف "يا ايها الصديق قد اعتصمك من النار"^٢ - وقيل نزل جبريل عليه السلام ان الله تعالى اعتق ابا بكر عن النار^٣ - واسمه الاصل عبد الله ولقبه عتيق لله تعالى وكسبته ابو بكر رضى الله عنه

بيان فضائل عمر رضى الله عنه

الفصل الثالث فيما ورد في حق عمر رضى الله عنه من الكتاب والسنة اما الكتاب فقد كثر نزول القرآن المجيد على وفق ما قال عمر رضى الله عنه . منها انه قال لمحبيب الله و صفيه محمد المصطفى ان اتخذنا من مقام ابراهيم مصلى لكان اولى فنزل "وَ اتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى" (البقرة: 125) . منها حجاب النساء في الاستار فنزل آية الحجاب و ((منها)) تهتبع امهات المؤمنين في الغيرة فقال يا رسول الله ﷺ ان طلقتهن بذلك الله تعالى عيرا منهن فنزل "عَنْ رَبِّهِ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ تُبَدِّلَ أَرْوَاحًا عَوْرًا يَنْكِحَنَّ" (التحرير: 05) " - منها انه تولى عبد الله بن ابي لهعة الى جنازته فقال عمر رضى الله عنه اتصل يا رسول الله ﷺ على عدو الله فنزل "وَلَا تَصَلِّ عَلَى أَحَدٍ يَنْهَضُ" (التوبة: 84) . منها ان لما كثر النسي ﷺ الاستغفار على المنافقين فقال عمر رضى الله عنه سواء عليهم الاستغفار و عدمه فنزل "سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ" (المنفقون: 06) " - منها انه لما اتاهم الصديقة رضى الله عنها فقال عمر رضى الله عنه لرسول الله ﷺ انها طاهرة فان الله تعالى زوجها بك فلو كانت موصوفة بذلك لما فعل الله تعالى فنزل القرآن ببر أمها^٤ - منها انه قال لعمر رضى الله عنه يهودى ان جبرئيل عدونا فقال من كان عدو الله و ملائكته و رسله و جبرئيل و ميكال فان الله عدو للكافرين فنزل القرآن كذلك^٥ - منها انه التمس استيذان

١ - مسند ك لحدكم باب من فضائل حليمه الرسول ابي بكر من اس معناه جر 03 ص 64

٢ - لم اجد

٣ - لم اجد ايضا

٤ - صحيح بخارى باب ما جاء في القبلة و من لم ير الا عادة جر 1 ص 29 مسند احمد باب مسند حمير بن الحظاف جر 1 ص 317

٥ - سنن الترمذى باب من سورة التوبة جر 05 ص 130

٦ - نسخة القارى كتاب الصلاة باب ما جاء في القبلة جر 4 ص 144

٧ - فتح البارى قوله باب من كان عدوا لجبرئيل جر 08 ص 166

الدخول لما كان نائماً فدخل عليه غلام بلائذه فنزل آية الاستيذان ^١ - وكذلت آية
تحرير المحرم نزلت بالقياس ^٢ - وسيأتيك الأحاديث الدالة على ما ذكرنا والله سبحانه أعلم
أما الأحاديث فمنها ما روى ابن عساکر من أنه قال عليه السلام "عمر سراح أهل
الجنة" ^٣ - قيل قد روى ذلك الحديث عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه منها ما روى هو أنه
قال ^٤ "إن الشيطان يفرق من عمر رضي الله عنه" ^٥ - أي يخالف
منها ما روى الطبراني من أنه قال ^٦ "إن الله يباهي بالأساس عشية عرفة وباهي بعمر
خاصة" ^٧ -

منها ما روى هو من أنه قال عليه السلام "الحق بعدي عمر رضي الله عنه حيث كان" ^٨ -
وهذا دليل على حقيقة خلافة الصديق فإن عمر رضي الله عنه أطال في انتصاره يوم بيعة أبي
بكر رضي الله عنه وبأسهم على أنه خليفة حق.
منها ما روى هو من أنه قال عليه السلام "قال لي جبريل عليه السلام يبكي الإسلام على
موت عمر رضي الله عنه" ^٩ - ^{١٠} - وروى هو حديثاً فيه أنه قال عليه السلام "من أبغض
عمر رضي الله عنه فقد أبغضني فإنه لم يعرف الله نبياً إلا كان في أمته محدثاً وإن يكن من
أمتي منهم أحد فهو عمر رضي الله عنه قالوا يا رسول الله ^{١١} كيف يحدث قال تتكلم
بلائكة على لسانه" ^{١٢} -

١ - ارشاد الساري، كتاب تفسير القرآن، سورة الاحزاب، ج ٥، ص 301

٢ - مس أبي داود، كتاب الاثرية، باب في تحرير المحرم، ج ٥، ص 325

٣ - مس الزمعي، باب من سورة التوبة، ج ٥، ص 130، تاريخ دمشق، حرف الميم، ج 44، ص 166

٤ - مصنف، من امر شيب، كتاب العجائب، ما ذكر في فضل عمر بن الخطاب، ج ٥، ص 356

٥ - الصارفة في الاصل هكذا "افتخر ثلاثكة ما هل العرفان وبصر خاصة" (نكس لم يشر عليه والتصحيح من بعد مراعاة الطبراني -)

٦ - معجم الاوسط، باب اليم من اسمه محمد، ج ٥، ص 18

٧ - معجم الاوسط، باب الالف من اسمه ابراهيم، ج ٥، ص 104

٨ - وفي الطبراني معط الحديث هكذا "ليتك الاسلام على موت عمر"

٩ - معجم كبير، العشرة، نسبة عمر بن الخطاب، من عمره ووفاته، ج ٥، ص 67

١٠ - معجم الاوسط، باب اليم من اسمه محمد، ج ٥، ص 18

منها ما روى هو انه قال عليه السلام "عمر معي والامع عمر حبيب كان عمر رضي الله عنه" ^١
 منها انه روى ابن سعد عن ايوب بن موسى مرسلًا من ان النبي ﷺ قال "ان الله جعل الحق على
 لسان عمر رضي الله عنه وقلبه وهو الفاروق فرق الله به بين الحق والباطل" ^٢
 منها ما روى البخاري من انه قال عليه السلام "الصدق" ^٣ يعدي مع عمر رضي الله عنه
 حبيب كان" ^٤

منها ما روى ابن عدي من انه قال عليه السلام "رايت شهاطين الجن والانس فزوا من عمر
 رضي الله عنه" ^٥

منها ما روى ابن ماجة من انه قال عليه السلام "عمر اول من يخالع الحق واول من يسلم
 عليه (كناية عن مزيد الانعام والالطاف عليه) واول من يأخذ بيده فيدخل الجنة" ^٦
 اي من امة محمد ﷺ بعد اني بكر رضي الله عنه فالاولوية اضافية فلا يداني ما ذكرنا من فضائل
 اني بكر رضي الله عنه من انه اول من يدخلها من امة.

منها ما روى الشيهان من انه قال عليه السلام "بيننا انا نكرم رايت الناس يعرضون عن و
 عليهم قميص منها ما يبلغ الشدي ومنها ما يبلغ دون ذلك فعرض عن عمر بن الخطاب وعليه
 قميص مبرزة قالوا فما اولف يا رسول الله ﷺ قال الدين" ^٧

وجه التسمية بالفاروق

وسمى بالفاروق لانه كان الاسلام قبل اسلامه ضعيفا فلما اراد الاسلام جمع ان رسول الله
 ﷺ مختلف في بيوت ارقم بن ابي ارقم فذهب الى بيته واسلم فقال يا رسول الله ﷺ انا اعل الحق

١- معجم الاوسط، باب الالف من اسمه ابراهيم، جز 03، ص 104

٢- تاريخ المدينة لابن شبة، تسميته بالفاروق، جز 02، ص 662

٣- وفي الاصل "الصدق" والتصحيح من

٤- التيسير بشرح الجامع الصغير، حرف الصاد، جز 02، ص 104

٥- مس الترمذي (شاكرك)، ابواب المناقب، جز 05، ص 621

٦- مس ابن ماجة، باب فضائل اصحاب رسول الله، فضل عمر، جز 01، ص 77

٧- صحيح بخاري، كتاب الايمان، باب تعاضل اهل الايمان في الاعمال، جز 01، ص 13، صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من

فلما تخلف ديناً فلقتم أهل الإسلام بصفتين وفي أحده هو وفي الآخر حمزة رضي الله عنه
فدخلوا المسجد الحرام فرأواهم القريش فغلظهم عليهم^١ - حزن فستاه رسول الله ﷺ
فاروفاً فظهر الإسلام قوة ونزل في ذلك اليوم "يَأْتِيهَا الشَّيْءُ حَشْبُكَ إِنَّهُ وَمَنْ أَتَمَعَتْ مِنْ
الْمُؤْمِنِينَ" (الأنفال: 64) بولم يمكن لهم قبل ذلك استطاعته أن يقيموا الصلوة في
مسجد الحرام فلما أسلم ظهرت الدعوة علانية وقيل أنه ما دام حياً كان الإسلام
مقبلاً على القوة فأقامات قبل على الضعف وكان ذا شوكة عظيمة فإنه ما هاجر إلى المدينة
علانية إلا عمر بن الخطاب رضي الله عنه جاء في المسجد الحرام مع قوس وعقد سهام فطاف
حوله سبعاً وصلى ركعتين خلف المقام فقال اشرف القريش من أراد أن يصير أولاده
إيتاماً وأهله بلا ولد وزوجته بلا لفل فلأتيني فهاجر فلم يعقبه أحد^٢ -

بيان فضائل الشيعة

الفصل التاسع في فضائل الشيعة على سبيل الاشتراك من الأحاديث روى الحاكم أنه
قال عليه السلام "أبو بكر وعمر رضي الله عنهما خير الأولين والآخرين وخير السموات
وخير أهل الأرض إلا النبيين والمرسلين"^٣ -

روى البخاري أنه قال عليه السلام "نعم الرجل أبو بكر ونعم الرجل عمر رضي الله
عنهما"^٤ -

وروى الترمذي أنه قال عليه السلام "ما من نبي إلا وله وزيران من أهل السماء ووزيران
من أهل الأرض فاما وزيران في أهل السماء فجهنم وميكائيل واما وزيران من أهل الأرض
فأبو بكر وعمر رضي الله عنهما"^٥ -

وروى أبو نعيم والخطيب أنه قال عليه السلام "أبو بكر وعمر مني بمنزلة السبع والبصر من
الراس"^٦ -

١ - هكذا في الأصل والأولى حذف "عليهم أو ضمير منصوب أي هم"

٢ - اسد الغابة (العكر) باب العيين والسم، عمر بن الخطاب، جر 03، ص 650

٣ - تاريخ دمشق، حرف العين، عمر بن الخطاب بن نفيل، جر 44، ص 195

٤ - مسنن ترمذي (بشار) أبواب مناقب، باب مناقب معاذ بن جبل، ج 06، ص 139

٥ - مسنن ترمذي (بشار) أبواب المناقب، باب مناقب حذيفة، ج 06، ص 57

٦ - حلية الأولياء، باب الطبقة الأولى من التابعين، جر 4، ص 93

وروی ابن عساکر انه قال عليه السلام "ان لكل نبي وزيران ووزيراي و صاحبای
ابوبکر و عمر رضی الله عنه" ۱-

وروی ابن عساکر "مهرامنی بعدی ابوبکر و عمر رضی الله عنهما" ۲-

وروی الخطیب انه قال عليه السلام "ما قدمت ابابکر و عمر رضی الله عنهما ولكن الله
قدمهما" ۳-

وروی ابن نافع انه قال عليه السلام "من رأيتموا يذكرا ابابکر و عمر رضی الله عنهما يسوء
فانها يریدهم الاسلام" ۴-

وروی الترمذی و المحاکم "انا اول من تنشق عنه الارض ثم ابوبکر و عمر رضی الله
عنهما" ۵-

وروی ابن عساکر عن انس مرفوعا "حب ابی بکر و عمر رضی الله عنهما ايمان" ۶- و
بعضهما كفر" ۷-

بیان فضائل الشیوخین بلسان اهل البیت

الفصل العاشر فی فضائلهما ۸- الواردة من اکابر اهل البیت و لا بد من ابطال
التقية و سیأتی فی فصل رد الاباطیل الشيعة روى الدارقطني انه قال زيد بن علي في الرجل
كان تبرء من الشيعة "اعلم والله ان البرأة من الشيعة البرأة من علي رضی الله عنهم
فيقدم او تأخر" ۹- روى هو انه قال جعفر بن محمد في مرضه فقال "اللهم اني احب ابابکر و

۱- تاريخ دمشق، حرف الميم، عمر بن خطاب، جز 44، ص 64

۲- تاريخ دمشق، حرف الواو، جز 62، ص 427

۳- الجامع الصغير وزيادته، 11905

۴- معجم الصحابة لابن قانع، ص 195، حر 1، ولكن لفظه "من رأيتموا يذكرا ابابکر و عمر يسوء فانها يرید الاسلام".

۵- مسنن ترمذی (شکر) باب مناقب نبي حسن عمر بن خطاب، جز 05، ص 622

۶- في الاصل "واجب على امتي" والتصحيح من بعد جملة "تاريخ دمشق لابن عساکر"

۷- تاريخ دمشق، حرف الميم، عمر بن خطاب، جز 30، ص 144

۸- وفي الاصل "فی فضائلهم" والاولی بالضمير للشي و لا بد من

۹- فضائل صحابة الدارقطني، ص 75

عمر رضي الله عنهما واتولاهما. اللهم ان كان في نفسي غير هذا فلا تدالي شفاعه محمد ^{عليه} - روى هو من جعفر الصادق "أيسر الرجل جده أبو بكر جدي لأنك تني شفاعه محمد ^{عليه} ان لم اكن اتولاهما وأبو من عديهما" ^٢ -

روى هو من ابراهيم بن الحسن رضي الله عنهما "انه قال والله لقد عرفت جد (خرجت) عليهما الروافض كما خرجت المروزيه" ^٣ - على عن كرم الله وجهه" ^٤ - روى هو عن حسن بن محمد بن الحنفية انه قال "يا اهل الكوفة! اتقوا الله تعالى ولا تقولوا لا بي بكر وعمر رضي الله عنهما ما ليسا له باهل ان ابا بكر الصديق كان مع رسول الله ^{صلى} في الغار ثلثي النون وان عمر اعز الله به الدين" ^٥ - وعن علي رضي الله عنه "لا يقبل الله توبة عبد تبرا من ابي بكر وعمر رضي الله عنهما" ^٦ - وروى الدارقطني عن جعفر الصادق رضي الله عنه انه قال "ان اكثر اهل العراق يزعمون ان انقطع في ابي بكر وعمر رضي الله عنهما وما والدي" ^٧ - روى هو عنه "من لم يعرف فضل ابي بكر رضي الله عنه فقد جهل السنة" ^٨ -

وروى بعضهم انه قيل لعلي كرم الله وجهه انك تقول في الخطبة "اللهم اصبح لنا بما اصنع به الخلفاء الراشدين المهديين" فمن هم الخلفاء الذين اصنع كرم الله وجهه وقال "حبيبى ابي بكر وعمر رضي الله عنهما اماما الهدى وشيخا الاسلام ورجلا قرين البقدي بهما بعد رسول الله ^{صلى} من اقتدى بهما عصم و من تبع آثارهما هدى الصراط المستقيم ومن تمسك بهما فهو من حزب الله تعالى" ^٩ - وذلك الحديث في الصواعق نقله

١ - فضائل صحابة ص 56

٢ - المرجع السابق ص 56

٣ - طائفة من الخوارج

٤ - المرجع السابق ص 58

٥ - المرجع السابق ص 77

٦ - المرجع السابق ص 82

٧ - المرجع السابق ص 95

٨ - المرجع السابق ص 59

٩ - الصواعق لمخرقة جرد 1 ص 165

من الطيوريات ورواه بعض اهل البيت فانظر الى عباد الروافض يسهون العناد الى اصحاب صحيح القلب بخلاف الله تعالى

بيان فضائل عثمان رضي الله عنه

الفصل الحادي عشر في فضائل عثمان رضي الله عنه منها ما روى الترمذي وابن ماجة من انه قال عليه السلام "لكل نبي رفيق في الجنة ورفيقي عثمان رضي الله عنه" ^١ -

منها ما روى ابن عساكر من انه قال رضي الله عنه "لقد دخلت بشفاعته عثمان رضي الله عنه الثنا وسمعون الفاضل كلهم قد استوجب النار الجنة بغير حساب"

منها ما روى الترمذي من انه قال رسول الله ﷺ حين تجهز جيش العسرة "ما على عثمان رضي الله عنه ما فعل بعد هذا" ^٢ -

وروى هو ما ذكر عثمان ما عمل بعد هذا اليوم" ^٣ - وصحة الحاكم

منها ما روى ابن عساكر من انه قال عليه السلام "من اشبه اصحابي في خلقاً عثمان" ^٤ -

منها ما روى الترمذي وصحة الحاكم ما حصله "انه ذكر رسول الله ﷺ فتدقوا قال انها ستقع فاشار الى عثمان رضي الله عنه وقال هذا يومئذ على الهدى" ^٥ -

منها ما روى ابو نعيم من انه قال النبي ﷺ احبنا امي واكرمها عثمان رضي الله عنه" ^٦ -

منها ما روى هو من انه قال عليه السلام "مجمع ثيابه وقال الاستحي من رجل يستحي منه الملائكة" ^٧ -

منها ما روى ابن عساكر من انه قال عليه السلام "مرتبي عثمان وعندي ملك من الملائكة فقال شهيد يقتله قومه انا استحي منه" ^٨ -

^١ - سنن ترمذي، باب مناقب عثمان، ج ١، ص ٦٥، سنن ابن ماجة، فصل عثمان، ج ١، ص ٤٠

^٢ - سنن ترمذي، ج ١، ص ٦٦

^٣ - سنن ترمذي، ج ١، ص ٦٧

^٤ - تاريخ دمشق، حرق الميراث عثمان بن عفان، ج ٣٩، ص ٩٧

^٥ - سنن ترمذي (بشار)، باب مناقب عثمان، ج ١، ص ٦٩، مستدرک للحاكم، ذكر مقتل امير المؤمنين عثمان بن عفان، ج ١، ص ١٠٩

^٦ - حلية الاولياء، طبقات الاصباء، عثمان بن عفان، وثالث القوم الطيبين، ج ١، ص ٥٦

^٧ - فضائل الخلفاء الراشدين لابي نعيم، فضيلة اخرى لامير المؤمنين عثمان، ص ٤٣

^٨ - تاريخ دمشق، حرق الميراث، عثمان بن عفان، ج ٣٩، ص ٩٤

وجه التسمية بهذا النورين

وسمي بهذا النورين لما روجه عليه السلام بهنئيه رقية وام كلثوم رضي الله عنهما ((قال العلماء لا يعرف احد تزوج بنتي نبي غيره))^١ قيل انما سمي بهذا النورين لانه يصوم النهار ويقوم الليل رضي الله عنه.

وروي الطبراني انه قال عليه السلام "ما زوجت عثمان رضي الله عنه ام كلثوم رضي الله عنها الا يوحى من السماء".^٢ روى الخطيب وابن عساكر هكذا "ان الله تعالى اوحى الى ان ازوج كريمي من عثمان".^٣ روى ابن عساكر عن علي كرم الله وجهه انه قال عليه الصلوة والسلام لعثمان رضي الله عنه "لو ان لي اربعين بنتاً زوجتك واحداً بعدوا واحداً حتى لا يبقى واحدة"^٤ - والله اعلم.

بيان فضائل علي كرم الله وجهه

الفصل الثالث عشر في فضائل علي كرم الله وجهه . ما روى الترمذي من انه قال عليه السلام له حين عقدوا الحواصة "انما اثنى في الدنيا والآخرة"^٥.

منها ما روى الطبراني من انه قال عليه السلام "من احب علياً فقد احبني و من احبني فقد احب الله تعالى و من ابغض علياً فقد ابغضني و من ابغضني فقد ابغض الله".^٦

منها ما روى هو من انه قال عليه الصلوة والسلام "النظر الى وجه علي رضي الله عنه عبادة"^٧.

١ - وفي الاصل هكذا "فهل لا يعرف واحد ازوج بنتي غير عثمان ورضي الله عنه" وعبد الله بن يرخد من "بحر الداهب" ص 67 "لا يعرف الداهب مصدر من مصادر هذا الكتاب".

٢ - معجم كبير، بنات رسول الله ام كلثوم بنت رسول الله ص 22، ص 436

٣ - تاريخ دمشق لابن عساكر، حرف العين، عثمان بن عفان الخ، جز 39، ص 41

٤ - تاريخ دمشق لابن عساكر، حرف العين، عثمان بن عفان الخ، جز 39، ص 42

٥ - سنن ترمذي (بشار) مناقب علي بن ابي طالب، جز 06، ص 80

٦ - معجم كبير، ابو طهليل عن ام سلمة، جز 23، ص 380

٧ - وفي "الاستدرك على الصحيحين" قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "النظر إلى علي عبادة" هذا حديث صحيح الإسناد و شواهد عن عبد الله بن مسعود "وقى الصواعق للحرقه" أخرجه الطبراني والحاكم عن ابن مسعود رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال (النظر إلى علي عبادة) إسناده حسن*

٨ - معجم كبير، باب العين، باب من روى عن ابن مسعود، جز 10، ص 76

قيل ان علياً رضى الله عنه كان يظهر على الناس و كانوا ينظرون فيه ويتعجبون من شرفه و علمه وحسنه وزهده وتقواه وشهاعته ويهللون ويذكرون الله تعالى قصار عن رضى الله عنه بأعشأند كر الله تعالى فالحديث لحق من نظر اليه ذكر الله تعالى.

منها ما روى الحاكم من انه قال عليه السلام "من سب علياً رضى الله عنه فقد سبني" ^١ - منها ما روى الطبراني من انه قال عليه السلام "عن مع القرآن والقرآن معه لا يفترقان حتى يردا على الخوض" ^٢ - وهذا معنى الحديث اول لفظه

منها ما روى الدارقطني من حديث فيه انه قال عليه السلام له "ان قسم النار يوم القيامة" ^٣ -

منها ما روى الترمذي من انه قال عليه السلام "ان الجنة تشق الى ثلاثة على و عمار وسلمان رضى الله عنهم" ^٤ -

منها ما روى الطبراني من انه قال عليه السلام "ان الله امرني ان ازوج فاطمة من علي رضى الله عنها" ^٥ -

منها ما وقع في "فصل الخطاب" انه لقي ابو بكر علياً رضى الله عنهما فتمتسم ابو بكر رضى الله عنه فسأله علي رضى الله عنه عن ذلك فقال سمعت رسول الله ﷺ يقول لا يجوز ان يمتزج احد الصراط الا من كتب له علي رضى الله عنه الجواز فقال علي رضى الله عنه لا اكتب الجواز الا لمن احبب اليه رضى الله عنه. ^٦ -

وقيل انه رجلان يختصمان عند رسول الله ﷺ فقال احدهما قتل بقر فذلك الرجل حماري

^١ - مستدرک، کتاب معرفة الصحابة، اما قسبه اخبر ال محمد بن مسلمة، حر 03، ص 130

^٢ - للمعجم الصحيح، جزء 2، ص 28.

^٣ - وفي الاصل هكذا "حتى يردا علياً على الخوض" والتصحيح من بعد مراجعة للمعجم الصحيح.

^٤ - لم اجد في الدارقطني ولكن وجدت في البداية والنهاية (المعبر) قول علي رضى الله عنه ونعظه هذا "ان قسم النار اذا كان يوم القيامة"

البداية والنهاية سنة اربعين من الهجرة بالسيرة يلمح ذكر شيء من مسائل علي، حر 07، ص 325

^٥ - سنن ترمذي (بشار) ابواب مناقب رباب سابق سليمان فارسي، حر 06، ص 141

^٦ - صحيح كبير، باب المهر، حر 10، ص 156

^٧ - الرياض النضرة، الفصل الثاني من ذكر مد من فضائله، حر 01، ص 207

فأشار الى عن رسول الله ﷺ بالقضاء بينهما فسأل عن كيفية القضية فقال كان الحمار مشدودا والبقرة مطبقة فقال عن رضى الله عنه لصاحب البقرة قضامن فقال رسول الله ﷺ "أقضاكم عن".^١

قد ثبت احاديث في فضله كثيرة جداً يطول ذكرها قيل لم يرد الاحاديث في فضل احد مثل ما ورد في فضل عن رضى الله عنه ووجه ذلك على ما بين ان رسول الله ﷺ علم بالتعليم الالهى ما يعقل امته به وما يفعل الخوارج من سنه واللعن عليه وغير ذلك من الخروج عليه فأقصى ذلك ذكر فضائله ونصيحة الامة كرم الله وجهه الكريم

بيان فضائل خلفاء الاربعة

الفصل الرابع في فضائل هؤلاء الاربعة مشتركاً. روى الترمذى عن على رضى الله عنه انه قال عليه السلام "رحم الله ابا بكر رضى الله عنه زوجى ابنته وحملنى الى دار الهجرة قواعق بلالاً من ماله ما نفعنى مال فى الاسلام الا مال ابى بكر رضى الله عنه ورحم الله عمر رضى الله عنه يقول الحق وان كان مرا تركه الحق وماله من صديق رحم الله عثمان رضى الله عنه يستنى منه الملائكة وجهرة العسرة وزاد فى المسجد حتى وسعنا ورحم الله علياً رضى الله عنه ادر الحق معه حيث دار".^٢

قوله ﷺ "لقد تركه الحق" يعنى لم يبق صديق من كثرة قوله الحق لمرارة.

روى ابو يعلى هكنا "ارحم امى ابوبكر رضى الله عنه واصلها فى الدين عمر رضى الله عنه واصدقها حياء عثمان رضى الله عنه واقضاها على رضى الله عنه".^٣ وهذا لفظ الحديث او معناه.^٤ وروى انه قال عليه السلام "ان الله افترض عليكم حب ابى بكر وعمر وعثمان و على رضى الله عنهم كما افترض عليكم الصلوة والزكاة والحج فمن انكر فضلهم فلا تقبل منه الصلوة والزكاة قولاً الصوم ولا الحج".^٥

١- الصواعق المحرقة، الفصل الثامن فى فضائلهم، ج ٢، ص ٣٥٨

٢- سنن ترمذى، بشار، لم يرد لفظ، باب مناقب على بن ابي طالب، ج ٢، ص ٧٥، لم يرد فى الترمذى هذا "جهرة العسرة و زاد من المسجد حتى وسعنا"

٣- سنن ابن ماجه، فضائل ربهى، ثبت، ج ١، ص ٥٥

٤- ولفظ الحديث "ارحم امى ابوبكر واشدهم من دين الله عمر واصدقهم حياء عثمان واقضاهم على"

٥- الصواعق المحرقة، الفصل الثالث فى ذكر فضائل ابى بكر، ج ١، ص ٢٣٣

و روی الطبرانی ہکذا "ارحم امتی ابو بکر و ارفعها عمر و اصدقها حیاة عثمان و اعلمهم بعلم القضاء علی رضی اللہ عنہم" ^۱ - وهذا لفظ الحديث او معناه ^۲ -

روی ابن عساکر انه قال علیه السلام "اربع لا یجتمع حقهم فی قلب منافق و لا یحبهم الامم من ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم" ^۳ -

روی الطبرانی حدیثاً فیہ انه قال علیه السلام فی عطیة حنن رجیع عن حجة الوداع "یا ایها الناس انی راض عن ابی بکر و عمر و عثمان و علی و طلحة و زبیر و سعد و عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم" ^۴ -

فی البخاری الصحیح ^۵ - عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ انه قال کنا جنوساً عند النبی ﷺ ف جاء ابو بکر رضی اللہ عنہ فقال النبی ﷺ مرحباً بمواسی ماله مرحباً بموثری نفسه ثم دخل عمر رضی اللہ عنہ فقال علیه السلام مرحباً بالوزیری مرحباً بالمفرق بین الحق و الباطل و سفاکهم به المومنین مرحباً بمن اکمل اللہ تعالیٰ به الدین ثم جاء عثمان رضی اللہ عنہ فقال النبی ﷺ یختنی و زوج ابنتی و الذی جمع النورین السعید الشہید و یل ثقاته بالنار ثم دخل علی رضی اللہ عنہ فقال رسول اللہ ﷺ مرحباً غمی و ابن عمی و اب ولدی و الذی غطت انا و هو من نور واحد معاشر الناس هؤلاء الاربعة لا یتفق حبهم الا فی قلب مومن و لا یفرق فی قلب احد الا من کان منافقاً فمن احبهم فحبی احبهم و من ابغضهم فببغضی ابغضهم هؤلاء سادات المومنین فی الدنیا و الآخر لا یبغضهم الا شقی و لا یحبهم الا مومن تکی اللہم انی قد یلغیت فقلت جوائب المحطان و عتبت لیل المسجد اللہم العن من یبغضهم و قال فی الجند ان آمین فأمس فی ذلک الیوم ثلثون یهودی و خمسون منافقاً ^۶ -

^۱ - معجم صغیر باب المؤمن من اسمه علی، جز 01، ص 335

^۲ - ولفظ الحديث "ارحم امتی ابو بکر و ارفع عمر من الخطاب و اصدق امتی حیاة عثمان و افضل امتی علی بن ابی طالب" -

^۳ - تاریخ دمشق، حرف العین، جز 39، ص 128

^۴ - المعجم الکبیر، باب الیس، جز 06، ص 104

^۵ - هکذا فی الاصل نقل الصحیح "روی البخاری فی الصحیح"

^۶ - عجائب النسخ، ص 16

بَيَانُ فَضَائِلِ حَسَنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

الفصل الخامس عشر في ذكر فضائل حسن وحسين ابني علي رضي الله عنهم، روى الشيخان انه قال عليه السلام للحسن "اللهم اني احبه فاحبه" ^١ - روى الترمذي انه قال عليه السلام "الحسن والحسين سيد شباب اهل الجنة" ^٢ - روى البخاري انه قال عليه السلام "هما ريحان تاي من الدنيا يعني حسنا وحسنا" ^٣ - روى الترمذي انه سئل عليه السلام من احب اهل بيته اليه فقال "حسن وحسين رضي الله عنهما" ^٤ - روى ابن سعد ان رسول الله ﷺ كان يري حسنا رضي الله عنه وهو صبي لسانه وكان الحسن رضي الله عنه يري حمرة لسانه ويفرح ^٥ - روى الشيخان انه قال للحسن "اللهم احبه واحب من محبه" ^٦ - روى الامام محمد انه قال عليه السلام "من احبني واحب اهلي رضي الله عنهما" ^٧ - روى حسنا رضي الله عنهما وابوهما وامهما كان معي في درجتي يوم القيامة" ^٨ - روى الحاكم ان الحسن حج خمس واربعين حجاً وهو راجل ^٩ - روى ابو نعيم ان الحسن رضي الله عنه "قال اني لاستحي من النبي الله تعالى ولم يخرج بهته راجلاً" ^{١٠} -

١ - صحيح بخاري، كتاب اصحاب النبي، باب مناقب الحسن والحسين، ج ٥، ص 26

٢ - مسند ترمذي (بشار) ابواب المناقب، باب مناقب حسن بن علي، ج ٥، ص 117

٣ - صحيح بخاري، كتاب اصحاب النبي، باب مناقب الحسن والحسين، ج ٥، ص 27

٤ - مسند ترمذي (بشار) ابواب المناقب، باب مناقب حسن بن علي، ج ٥، ص 121

٥ - م حده هذه الرواية بحبه ولكن احده رواية بلقيس في شرح السنة للبحري ومعه "عن ابن هرويرة رضي الله عنه قال، كان النبي ﷺ يدلع لسانه للحسن بن علي مري النبي حمرة لسانه فيبش الـ" (شرح السنة للبخاري، ج 3، ص 3603، ج 13)

٦ - الادب المفرد، باب الاحباء، ص 404

٧ - في هذا اللقاع لم يتضح لنا كلفنا من المخطوط

٨ - لم نجد هذه الرواية بحبه ولكن وجد في مسند ترمذي (بشار) بمعناه وهو هذا "ان رسول الله ﷺ اخذ بيد الحسن والحسين فقال من احبني واحب هذين واباهما وامهما كان معي في درجتي يوم القيمة" مسند ترمذي (بشار) ابواب المناقب، ج ٥، ص 90

٩ - لم نجد

١٠ - معرفة الصحابة لابن عديم، باب الخفاء، من اسمه الحسن، ج ٢، ص 659

بيان مدة حياتهم

الفصل السادس في مدة حياتهم . عاش ابو بكر رضي الله عنه ثلث و ستين سنة و مات شهيدا و سيأتي ان شاء الله تعالى و عاش عمر رضي الله عنه على الاصح مثله و عاش عثمان رضي الله عنه ثمانين سنة و زيد اثنان و عاش علي رضي الله عنه مغل الشيعين و قيل اربعاً و ستين و قيل خمساً و ستين و قيل سبعاً و ستين و قيل ثمانية و ستين و عاش حسن بن علي رضي الله عنه سبعاً و اربعين سنة رضوان الله عليهم اجمعين . و غفرنا لهم و حفظنا بمرصعهم في جميع الافان و البليات

بيان ذكر انسابهم

الفصل السابع عشر في ذكر انسابهم ابو بكر رضي الله عنه بن ابي قحافة عثمان رضي الله عنه بن عامر بن كعب بن سعد بن تيم بن مرقة بن كعب بن لؤي القرشي التيمي و عمر رضي الله عنه بن الخطاب بن نفيل بن عبد العزى بن الرباح بن عبد الله بن فهر بن كعب بن لؤي و عثمان رضي الله عنه بن عفان بن العاص بن امية بن عبد الشمس بن عبد المطلب و علي رضي الله عنه بن ابي طالب بن عبد المطلب

بيان حليتهم

الفصل الثامن عشر في حليتهم . كان ابو بكر رضي الله عنه رجلاً ابيض نحيف الاعضاء خفيف المعارضين و عمر رضي الله عنه رجلاً غليظاً و كان راسه اصلع و كان عثمان رضي الله عنه رجلاً ضعيف اللحم طويل المعاسن صاحب الجمال و كان علي رضي الله عنه رجلاً صحيحاً ضخم البطن غليظ العين و كان راسه اصلع و كان حسن رضي الله عنه اشبه الناس برسول الله ﷺ حتى انه لوراي احداً رسول الله ﷺ في سقائف الصحابة له رؤيته على صور قصص رضي الله عنه رؤية حقاً

بيان شهادتهم

الفصل التاسع عشر في بيان شهادتهم

شهادة ابو بكر

مات ابو بكر رضي الله عنه بسم كان في طعام اهدي اليه و كان هو و حارث بن كلدة رضي الله

عنها یا کلان منه فقال حارث رضی اللہ عنہ لا تأکل منه فانه مسموم وموتک وموتی یقعان فی یوم واحد فوق کذلک وقلیل ان هذا الحديث صحيح^١ - ص - فان قيل کیف شهيداً او قد قال النبی ﷺ ألهمت احد الحديث فان ذلك فی وقت معد عليه هو و ابوبکر و عثمان و علی رضوان الله عليهم فتزلزل فقال ألهمت احد فان عليك نبی ﷺ و يريد نفسه و صديق یعنی ابوبکر رضی الله عنه و شهيدان یعنی عثمان و عليا رضی الله عنها^٢ - فان ابوبکر لومات شهيداً ذكر رسول الله ﷺ شهادته^٣ - قيل كان صديقته^٤ - الخ الخ اوصافاً لمخضه بها كما ان النبوة من الخ الخ اوصاف رسول الله ﷺ لمخض نفسه بها مع انه مات بسهم كان فی طعام اهدى اليه فی غير كما روى بحديث صحيح انه صرح عليه السلام فی مرض موته بذلك

شهادة عمر

مات عمر رضی الله عنه شهيداً وقضته ذلك انه دخل المدينة المطهر فدخل اسبه ابولؤلؤ و كان عديم فبرقین شعبة ارسله الى مدينة و كان اميرها بالكوفة فلما انه كان يعلم صناعته كثيرة كالحدادی و نقاشی و غیر ذلك حتى ينتفع به المسلمون و كان غراجه اربعة دراهم فشكى الى عمر رضی الله عنه من ذلك فقال عمر رضی الله عنه ان ذلك الخراج ليس بشقيل لكثرة صناعته فكضب عليه و ذهب حتى احتفل ذات يوم فی زاوية مسجد النبی وقت الصبح فخرج عمر رضی الله عنه يأمر الناس بالصلوة فلما جاءهم بتسوية الصفوف جاءه ابولؤلؤ و حربه فخنجر مسموم فخرج ثلاثة عشر رجلاً فمات منهم ستة فاتصل عمر رضی الله عنه بجنيات حبیبه محمد ﷺ.

شهادة عثمان

مات عثمان رضی الله عنه شهيداً قدا خبر رسول الله ﷺ انه يقتل مظلوماً وقضته ذلك انه كان يحب اقاربه و يومرهم و يعطهم مالا امتثالاً لامر صلة الرحم فعزل كل احد سوى بني

١ - الصواعق للحرفه ج ١ ص 253

٢ - فضائل الصحابة لاحمد هذه الاحاديث من حديث ابن بکر ج ١ ص 217

٣ - وفي الاصل "شهادتها" والتصحيح مني.

٤ - وفي الاصل "الصديقة" والتصحيح مني.

اعمامه و امر بعض من لم يدرك صحبة النبي ﷺ فاذا شكى الناس اليه لم يعرلهم و امرهم بالتقوى و الاجتناب عن الظلم حتى امر عبدالله بن ابي سراح على مصر فشكى اهل مصر عنه فكتب عثمان اليه كتابا بها و يزجره عن الظلم فاذا وصل الكتاب اليه قتل من جاء به فشكى اهل مصر الى اصحاب رسول الله ﷺ فقال بعض الصحابة منهم على رضي الله عنه ان القوم شكوا عنه و يريدون عزله فاعزله فقال عثمان رضي الله عنه لعلي رضي الله عنه انصب من يختارونه فاختار محمد بن ابي بكر رضي الله عنهم و عن الخوارج من الصحابة طولا و فتوجهوا مع محمد رضي الله عنه الى مصر و بعض الانصار و البهاجرين معهم حتى ينظروا امر ابي عبدالله لهما من دبرهم غلام ركب على جمل يذهب بتعجيل ففتشوا عن حاله فعرف بعضهم فقال انه غلام عثمان رضي الله عنه و وجدوا معه كتابا بخط مروان بن الحكم من عثمان رضي الله عنه الى ابي عبدالله و مضى فيها انه رجع اهل مصر مع محمد رضي الله عنه فاسعى لي قتلهم فرجعوا الى المدينة و حصرها دار عثمان رضي الله عنه فغضب الناس عليه فسأله علي رضي الله عنه و جمع من اهل بدر مروان رضي الله عنهم اجمعين من ذلك فقال عثمان رضي الله عنه والله لم اكتب الكتاب و لم امر احدا بذلك و لا علم لي بذلك فقالوا ان كتبه عثمان رضي الله عنه نزلت و ان كتب مروان فلو سلمه اليها لباحثه فلم يسلمه اليهم خوفا من قتله فان قيل لم لم يخالف نفسه عن الخلافة من القتل اقول عملاً بالكديث رواه احمد و الترمذي و ابن ماجة و الحاكم من انه قال عليه السلام له "يا عثمان ان الله مطيعك فيما اذن و اريدك البنا ففون على علمه فلا تملعه حتى تلقاني" ¹ و نقول انه لم يتبين ان الناس يقتلوه فقتلوه بغتة رجعنا الى القصة فخرج الاصحاب من عده شاكين عنه فامرهم علي رضي الله عنه بان الناس يريدون قتله فارسل الحسن و الحسين رضي الله عنهما الى عثمان رضي الله عنه و قال لهما ادعيا يوسفكما ² ((حتى تقوموا على باب عثمان فلا تدعوا احدا يصل اليه)) و بعض الزبير ابنة و بعض طلحة ابنة و بعض عدي من اصحاب النبي صلى الله عليه و سلم - ابناءهم ممنعون الناس ان يدخلوا على عثمان و يسألونه إخراج مروان، فلما رأى الناس ذلك رموا باب عثمان بالسهام حتى غضب الحسن بن علي بدعائه و أصاب مروان سهم

1- مسند احمد (المسألة)، مسند الصدقة عائشة ج 4 ص 13

2- وفي الاصل انتهت العيارتها ولكن القصة لم تتم ولذا وردت بقبه من "الرياض النضرة" تنص للنفاذ

وهو في الدار. وكذلك محمد بن طلحة وشيخ قدير مولى علي ثم إن بعض من حصر عثمان عصى أن يغضب بنو هاشم لأجل الحسن والحسين فتنتصر الفتنة. فأخذ بيد رجلين فقال لهما: إن جاء بنو هاشم فرأوا الدم على وجه الحسن كشفوا الناس عن عثمان وبطل ما تريدون. ولكن اذهبوا بنا لتصور عليه الدار فنقتله من غير أن يعلم أحد فتصوروا من دار رجل من الأنصار حتى دخلوا على عثمان وما يعلم أحد من كان معه لأن كل من كان معه كان فوق البيت ولم يكن معه إلا امرأته ففعلوه وخرجوا هاربين من حيث دخلوا. وصرخ امرأته فلم يسمع صراخها من الجلبة فصعدت إلى الناس فقالت: إن أمير المؤمنين قتل فدخل عليه الحسن والحسين ومن كان معهما فوجدوا عثمان مذبوحا فأنكبوا عليه فيكون ودخل الناس فوجدوا عثمان مقتولا فبلغ عليا وطلحة والزبير وسعدا ومن كان بالمدينة فخرجوا وقد ذهب عقلهم حتى دخلوا على عثمان فوجدوه مقتولا. فاسترجعوا وقال علي لابنيه: كيف قتل أمير المؤمنين وأنها على الباب ورفع يده فلطم الحسن وضرب صدر الحسين وشتم محمد بن طلحة ولعن عبد الله بن الزبير).^١

شهادة علي^٢

((قال الزبير بن بكار: كان من بني من الخوارج تعاقبوا على قتل علي ومعاوية وعمر بن العاص فخرج لذلك ثلاثة. فكان عبد الرحمن بن ملجم هو الذي التزم لهم قتل علي فدخل الكوفة عازما على ذلك واشترى سيفا لذلك بألف وسقاة السم فيما زعموا حتى لفضله. وكان في خلال ذلك يأتي عليا يسأله ويستعمله فيعمله إلى أن وقعت عينه على قطار مأمرا كافرا راعة جميلة كانت ترى رأى الخوارج. وكان على قد قتل أهلها وأعوها بالنهر وإن فخطبها ابن ملجم فقالت له الهند: أنا لا أتزوج إلا على مهر لا أريد سواها فقال: وما هو؟ قالت: ثلاثة آلاف دينار وقتل علي. قال: والله لقد قصدت قتل علي والفتك به. وما أقدمني هذا المهر غير ذلك. ولكني لما رأيته أثرت تزويجك. فقالت: إلا الذي قلب لك. قال: وما يغبنيك أو يغبني منك قتل علي وأنا أعلم أني إن قتلت عليا لم أفلب. فقالت: إن قتلتني ونهوت فهو

^١ الرياض النضرة، الباب الثالث في مناقب عثمان بن عفان، الفصل الحادي عشر في مقتله، جزء 03، ص 66

^٢ هذا البحث ليس من المخطوط ولعله سقط من النص والقراءة عليه هو أن الفصل أي "الفصل التاسع عشر في بيان شهادتهم" فظهر كون

بيان شهادة علي في المخطوط ولذا انصبت من "الرياض النضرة" تنصم الباب

الذي أوجعه فتبلغ شفاء نفسي. ويهديك العيش معي. وإن قتلت فبا عند الله خير من الدنيا وما فيها، فقال لها: لك ما اشتريه فقلت له: سألتك من يشد ظهرك فبعثت إلي ابن عمر لها يدعي وردان بن عمالة فأجابها ولقي ابن ملجم شبيب بن نهرمة الأشجعي. فقال: يا شبيب هل لك في صرف الدنيا والآخرة؟ قال: وما هو؟ قال: تساعدني على قتل علي بن أبي طالب قال: فكذلك أمك لقد جئت شيئاً إذا كيف تقدر على ذلك؟ قال: إنه رجل لا حرس له. ويخرج إلى المسجد منفرداً دون من يحرسه. فنكمن له في المسجد فإذا خرج إلى الصلاة قتلناه فإذا تمونا تمونا. وإن قتلناه سعدنا بالذكر في الدنيا والآخرة فقال: ويحك إن علياً ذو سابقة في الإسلام مع النبي صلى الله عليه وسلم. والله ما تنشرح نفسي لقتله. قال: ويحك! إنه حكم الرجال في دين الله عز وجل. وقتل إخواننا الصالحين ففعلته ببعض من قتل. ولا تفكر في دينك فأجابه وأقبل. حتى دخل على قطام وهو معتكف في المسجد الأعظم في قبة ضربها لنفسها فدعت لهم. وأخذوا أسماهم. وجلسوا قبالة السيدة التي يخرج منها علي. فخرج علي إلى صلاة الصبح فبدرة شبيب فعربه فأعطاه وضربه ابن ملجم على رأسه وقال: المحكم لله يا علي. لا لك ولا لأصحابك فقال علي: لا يلو تكلم الكلب فشد الناس عليه من كل جانب ليأخذوه وهرب شبيب خارجاً من باب كندة. فلما أخذ قال: احبسوه فإن مني فأقتلوه ولا تمحلوا به. وإن لم أمت فالأمر إلي في العفو والقصاص. أخرجه أبو عمر (م)

هل يجوز إطلاق كرم الله تعالى وجهه على الصديق

الفصل العشرون في ما جاز إطلاق لفظ "كرم الله وجهه" على أبي بكر رضي الله عنه
عند استماع اسمه المبارك المذعور كما جاز على من رضي الله عنه. وهذا كلام هو أن المشهور اختصاص هذا اللفظ بعلي كرم الله وجهه لكن رأيت في بعض الكتب أنه جاء رجل إلى النبي ﷺ و التمس منه الدعاء فدعاه بالخير فأقبل على الصحابة وقال "من لم يسجد الصدم فليوافقي في الدعاء فقام أبو بكر رضي الله عنه فلم يأمره النبي ﷺ بشيء فقام علي كرم الله وجهه فأشار إليه بالدعاء فبقي أبو بكر رضي الله عنه قائماً فتقرر رسول الله ﷺ فلزل جبرائيل عليه السلام وقال إن الله يقرئك السلام وقال إنني أشهد بأن أبا بكر رضي الله عنه

لم يسجد صلياً قط فإشار رسول الله ﷺ إليه الدعاء واستعدوه" فعلمت من ذلك أنه يجوز إطلاق ذلك اللفظ في حق أبي بكر رضي الله عنه لما ذكر ومن أن إطلاقه على كرم الله وجهه فإنه لم يسجد صلياً فقد كرم الله تعالى بالإيمان بعده السجود الإلته تعالى لكنه لما كان ذلك موقوفاً على أهل الشرع إلا لإطلاقه على كل من لم يسجد له ولم يسمع له اتبادر عليه حتى رأيت في "بحر المذهب" أن ذلك اللفظ يطلق على أبي بكر رضي الله عنهما لما اتفقا لم يسجد صلياً - فتبادرت بذلك وكثير من الناس يباحثونني في ذلك وقلبي في نفسي قال الله تعالى "ثُمَّ كَرِهَتْ لِيَ خَوَاجِرُهُمْ يَلْبَسُونَ" (الأنعام: 91) -



١ - بحر المذهب، المقصد الخامس في خلافة الخليفة الرابع على المرتضى كرم الله تعالى وجهه الكريم، ص 60

٢ - ومثل ابن حجر الميمني عن جركته استنبال "كرم الله وجهه" في حق علي بن أبي طالب رضي الله عنه دون غيره صرح في الترضي، وهل يستعمل ذلك لغيره من الضعفاء؟ فأجاب بقوله: جركته ذلك أن علياً كرم الله وجهه رضي عنه لم يسجد لهم قط، فتناسب أن يدعى له بما هو مطالب بحاله من تكملة الوضوء، والفرادة حقيقة لم الكفاية من الذات أي حفظه عن أن يخرج له غير الله تعالى في عبادته، ويشاركه في ذلك أبو بكر الصديق رضي الله عنه وكرم وجهه، فإنه لم يسجد لهم أيضاً كما حكى فتناسب أن يدعى له بذلك أيضاً، وإن كان استنبال ذلك في حق علي أكثر لأن عدم شجره أمر مجمع عليه لأنه أسلم وهو صبي مجرب، وصح إسلامه حيث لا خلاف طبعاً لأن الأخكام وقت إسلامه كانت موقوفة بالتميز، ثم بعد ذلك نسخ ذلك الأمر وأبطل بالبلغ كتابه المنتهي وغيره فإن طلت كثير من الضعفاء رضي الله عنهم لم يوجبوا لهم كماله ابن عباس وابن عمر وابن الزبير وغيرهم ومع ذلك لا يقول الناس فيهم ذلك بل الترضي كغيرهم، طبع. هؤلاء هم أنما ولدوا بعد اضمحلال الشرك، وهو دناء الضلال والعتة، فلم يشابهوا دينك الإنساني في تركها أكبر من الشرك من السجود للمصم مع دعاية أمته الناس لذلك، وميالهم في إبداء من ترك ذلك، وكان في الترك حيث لا يخفى مخالفة الأبناء والآقارب وتحمل المشاق التي لا تطلق من الدلالة على الصديق ما ليس فيه بعد ظهور الإسلام وهو في الضلال، فتناسب خالصها أن يميز أهل بغيه الضعفاء بغيره والخصوصية المظنة رضي الله تعالى عنهم كرم الله وجهه. (العتاوى الخديشية، ص 42)

الباب الثاني من القسم الاول

ففيه خمسة فصول

بيان الاختلاف في المختنين

الفصل الاول المختلف الناس في المختنين المذهب الصحيح المشهور ان الفضل عثمان ثم علي رضي الله عنهما وهو المرحى عدنا وروى عن علي المرتضى رضي الله عنه ان محمداً الامام ابو بكر ثم عمر ثم عثمان رضي الله عنهم

وروى ابو داود عن ابن عمر رضي الله عنهما كنا نقول ورسول الله ﷺ من الفضل امة النبي ﷺ بعده ابو بكر ثم عمر ثم عثمان رضي الله عنهم^١ - سوزاد الطبراني انه بلغ ذلك رسول الله ﷺ فلم يذكر ذلك.^٢

وعن ابن عمر رضي الله عنهما كنا في زمن النبي ﷺ لا نعدل باي بكر رضي الله عنه احداً ثم عمر ثم عثمان رضي الله عنهم ثم نترك باصحاب النبي ﷺ لا نفاضل بينهم^٣ -

وروى عن ابي هريرة رضي الله عنه ما حاصله "جاغلونا من الاصحاب نقول الفضل الامام ابو بكر ثم عمر ثم عثمان رضي الله عنهم ثم نسكت"^٤ - والمال يذكّر عليها رضي الله عنه لحدائته سنّاً في ذلك الوقت والمراد في الحديث مشايخ الاصحاب فان علياً رضي الله عنه افضل بعد الخلفاء في جميع الصعاب هذا و ايضاً نظرت في الاحاديث الواردة في شأنهم فראيت في كلها اسم عثمان رضي الله عنه مقدماً على اسم علي رضي الله عنه وهذا وان لم يقبل المقلدون لكن النظر السليم يهدي منه الفضلية عثمان رضي الله عنه

ومذهب السلف هو تقديم عثمان على علي رضي الله عنه واما ما ذهب اليه الفضلية على رضي

١ - سنن ابي داود، كتاب السنة، باب في التفضيل، جز ٠٤، ص 206

٢ - للمصنف الكبير، باب العمى، جز 12، ص 285

٣ - سنن ابي داود، كتاب السنة، باب في التفضيل، جز ٠٤، ص 206

٤ - لم يجد هذه الرواية من ابي هريرة قيل من ابن عمر بالفاظ متطابقة من للمصنف الكبير، باب العمى، جز 12، ص 345

لله عنه هو المذهب المتوقف في ذلك وهو من المتأخرين مراح بذلك بعض العلماء ولهذا طعن بعض شراح القصيدة الامالية على مسعود البلق والدين التفتازاني حيث نقل التوقف من السلف في ذلك "بالله لهم متوقفا سوى ابي العباس القلانسي واما ابو حنيفة فقد نقل بعضهم عنه ذلك" ثم قال ان التفتازاني ليس من اهل التصحيح لكنه وقع في كلام بعض المتعصبين ان بعض السلف على تقديمه عن رضى الله عنه عثمان رضى الله عنه و منهم السفيان الثوري وقيل انه رجوع عن ذلك والتوفيق بين ذلك وبين ما ذكر بعض العلماء انه يحتمل بلوغ رواية رجوع ذلك التوقف الى - البعض الذاهب الى تقديمه على رضى الله عنه وبالحيلة المذهب الصحيح المشهور بتقديم عثمان رضى الله عنه على عن رضى الله عنه كذا ذكره الامام محي السنة النووي في شرح صحيح المسلم.

بيان معنى الافضلية

الفصل الثاني في معنى الافضلية المبحوثة عنها حتى تبين لك حقيقة الكلام وما هيته بعون الله تعالى وفضله

فاعلم ان معنى قولهم فلان افضل من فلان يحتمل ان يكون معناه ان الافضل مخصوص بصفة ليست في المفضول ككون الافضل عالما والمفضول جاهلا وان يكون معناه ان الصفة المشتركة بينهما ازيد في الافضل منها في المفضول ككون الافضل اعلم من المفضول وان يكون معناه ان الافضل اول من كل الوجه والمبحوث هي الافضلية بالمعنى الاول اي الرتبة لصفة خاصة وهو كثرة الثواب عند الله فعني قولهم ابو بكر افضل من عمر رضى الله عنهما ان ثواب ابي بكر اكثر من ثواب عمر رضى الله عنهما وهو مستلزم لعلو درجة ابي بكر عند الله من درجة عمر رضى الله عنهما وهذا لا ينال ان يكون المفضول اول من الافضل في بعض الصفات كالكرامة الجهرية والملكات الخفسانية كالشجاعة وامثالها وما يندرج في الفضول فضيلة بل المراد كثرة الثواب عند الله لكثرة اعمالها الحسنة التي يرجع مشقتها الى الاسلام واهله كسبية الايمان وتقوية الاسلام وامتداد المسلمين وغير ذلك وهذا اكثر في ابي بكر رضى الله عنه فانه اول من اسلم وكان في انتصار النبي ﷺ و نصر الاسلام واسلم على يده اكابر الصحابة كعثمان بن عفان وطلحة وزيبر وسعد بن ابي

وقاص وعثمان بن مظعون رضوان الله عليهم اجمعين.

فى الصحيح البخارى انه كان فى ابتداء الاسلام بنى على باب مسجد يصى فيه علانية ويقرء القرآن وكان يسمع فتيان القريش ونساءهم^١ ولما قرب اعلام الدين ان تنعكس قاتل الكفار و البرتدين وظهر الاسلام حتى جعل لولاة لماهلى الاسلام تك اذا سمعت ذلك فاحفظه فانه يدفعك فى ردة دلائل الشيعة على الفضلية على رضى الله عنه

ترتيب الافضلية قطعية امر ظنية

الفصل الثالث فى ان ترتيب الافضلية قطعية بان يوجد عليها دليل قطعى كترتيب الامامة او ظنى بان يكون دلائلها امارات وقرائن تفصلى الى الاولوية والرمكان،

ذهب الشيوع الرئيس اهل السنة ابو الحسن الاشعري الى قطعيته و القاضى الباقلانى الى ظنيته واليهما امام الحرمين ابو الحسن قدس سره قال فى الارشاد "مبنى مسئلة التفضيل على وجوب نصب الافضل على الامامة وعدمه والجمع عدم الوجوب ولا دليل سوا ذلك على ترتيب الافضلية هو امر ظنى لا يدركه العقل والاعبار متعارضة لكن الغالب على الظن ان ابا بكر الصديق افضل ثم عمر رضى الله عنهما واختلف فى عثمان وعلى رضى الله عنهما" اعني خلاصة كلامه. وفى المواضع وهرجه "ان مسئلة الافضلية لا يقطع منها القطع والاعبار معارضة و غايته دلائلها على كثرة ثواب الأجرة وهذا لا يوجب لان كثرة الثواب ليست منطقية بكثرة اسبابه والامامة لا يوجب الافضلية فلا دليل الا ان يوجد المشايخ على هذا الترتيب وحسن ظننا بهم يحكم بانه لو لم يكن لهم دليل على ذلك لما حكموا به اعني خلاصة كلامها^٢ -

ان قلنا ان ظنية الافضلية مسلمة عد من لم يدع الاجماع على الافضلية المذكورة اما على تقدير الاجماع كما هو المعتاد والاربع فلا اذا الاجماع عن القطعية وان لم يمنع عن الانعقاد وقيل ان الاجماع المأهول على الافضلية الظنية فصفة الظنية فى تلك المسئلة فيد المحكوم به لا عارض الحكم فلا دليل عليها الا الامامة وهي لا يوجب الافضلية لدليل تقليد السلف هذا خلاصة الصواعق.

١ - صحيح بخارى، كتاب الكفالة، باب جوار نبي بكر فى عهد النبي، ج ٣، ص ٩٨

٢ - شرح التواقيع، للرحمة الرابع، للفتاوى الخامس، الفصل بعد رسول الله، ج ٢، ص ٤٠٤

ثم قال ان اهل السنة يقولون بظنية الافضلية ويلزمهم على الشيعة ان يقولوا بقطعها لانه قد تواتر من على رضى الله عنه واشهر من اهل بيته الاقرار بالفضلية ابي بكر وعمر رضى الله عنهما بحيث لا يبقى مجال انكار كما يحى ان شاء الله تعالى وقد قالها - الشيخ عبدالحق و صاحب المفهم شرح صحيح المسلم والله اعلم -

بيان كون جميع الصحابة من اهل الجنة

الفصل الرابع قيل ان جميع الصحابة من اهل الجنة استدلالا بقوله تعالى "لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ أَيُّ فِتْحِ مَكَّةَ وَعَزَّ الْإِسْلَامَ وَ قُتِلَ" - الكفار أولئك أعظمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ أَيُّ فِتْحِ مَكَّةَ وَ قَتَلُوا " لان اسلام - من اسلم قبل عز الاسلام اكثر في الاخلاص واجد في محبة الاسلام من اسلام من اسلم بعده " وكلَّ وَ عَدَّ اللَّهُ الْخَسْبَى " - (الحديد: 10) اي الجنة

اما الاحاديث فيها مارواة الطبراني و الحاكم من انه قال عليه السلام "ان الله اختارني و اختارني اصحابا فجعل لي منهم وزراء و انصارا و اصهارا فمن سبهم فعليه لعنة الله تعالى و الملائكة و الناس اجمعين لا يقبل الله منه صرفا ولا عدلا " - اي لا فرضا ولا نفلا.

١ - وفي الاصل "قد قالها الشيخ" والتصحيح من -

٢ - في كلام المصنف لا شفاء مطلقا فغلب للترهفة كما ان بعض المترضة في زماننا يقولون "اذا كان هناك خلاف بين العلماء في قطعية أو ظنية من مسائل الأفضلية فكيف أصبحت من ضروريات أهل السنة؟" وكذلك قال بعضهم "إذا كانت هذه المسألة قطعية فيبدأ فيها الإمام الباقر (عليه السلام) بأنها ظنية؟" فنقول في جواب [احتمالا] ان القطعية تنقسم إلى قسمين الأول القطعية بالعلمي الأخص وهي القطعية التي يشترك فيها جميع أهل القبلة ولا يكون فيها أدنى شبهة على هذه القطعية تكون من ضروريات الدين والثاني القطعية بالعلمي الأعم وهي القطعية التي يشترك فيها جميع أهل السنة وتكون هذه القطعية من ضروريات أهل السنة وتسمى القطعية بالعلمي الأعم أو الظنية بالعلمي الأخص وبما هل هذا التقسيم ينصح أن هذا القول لا يوجد أي معار من بين من يقول بقطعية عن مسألة الأفضلية ومن يقول بظنيها، لأن من يقول بظنيها فإنها بقصد القطعية بالعلمي الأعم وأما من يقول بظنيها فهو يعني القطعية بالعلمي الأخص ولذلك فإن هذه المسألة من ضروريات أهل السنة ومن يخالف فيها فإنه يخرج من دائرة أهل السنة ويعتبر ضالاً لأن شئت التعصيف فلتراجع "مطلع الفهرست في إبانة سبقة المصنفين" للمجدد الامام صدر صاحب الهدى البريلوي و "تدريج بعد الفضل كوني؟" لمعني المعنى مطيع الرحمن ورضوي

٣ - وفي الاصل "الاسلام" والتصحيح من -

٤ - للمعجم الكبير باب المعنى جز 17، ص 140.

منها مارواه الترمذي عن جابر رضي الله عنه "لا تمس النار مسلماني وراي من راي" ^١ -
اي استقام على متابعي

قال الله تعالى "وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الشَّاهِدِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ
لَهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ" (التوبة: 100) اي اتبعوا الصحابة منها مارواه الديلمي عن انس
رضي الله عنه و البزار قال سيد المرسلين عليه السلام "اذا اراد الله برجل خيرا الفى حب اصحابي في
قلبه" ^٢ - منها مارواه الطبراني عن ابن عباس رضي الله عنهما من انه قال عليه
السلام "من سب اصحابي فعليه لعنة الله و الملائكة و الناس اجمعين" ^٣ - منها مارواه
الترمذي "اذا رايتهم الذين يستنون اصحابي فقولوا لعنة الله على منكرهم" ^٤ - منها ماروي
عن ابن عمر رضي الله عنه "اصحابي كالنجوم بايتهم اقتديتم فاهتديتم" ^٥ - منها ماروي
عن بريرة ^٦ - رضي الله عنه عن ابيه "من مات من اصحابي جعل شفعاً لاهل تلك
الارض". ^٧ - سمعها ماروي عن انس بن مالك رضي الله عنه "طوبى لمن راي و من راي من
راي" ^٨ - سمعها ماروي عن انس بن مالك رضي الله عنه "ان الله عز وجل اختار لي اصحابي و
جعلهم انصاري و اصهاري و انه سيحيي آخر الزمان قوم يعضونهم الا فلاتوا كلهم الا
فلاتارهم الا فلاتنا كهمهم الا فلاتوا معهم عليهم حلت اللعنة" ^٩ - منها ^٩ -

١ - من ترمذي (بشار) ارباب الشافى باب ما جاء في فضل من راي النبي، جر 06، ص 177

٢ - التيسير شرح الجامع الصغير، حرف الهمز في جز 01، ص 66

٣ - المعجم الكبير، باب المير، ج 12، ص 142، الصواعق لغيره، المقدمة الاولى، جر 01، ص 14

٤ - من ترمذي (بشار) ارباب الشافى باب من سب اصحاب النبي، جر 06، ص 180

٥ - شرح مسند ابن حبان، ذكر اسما من القاسم بن عبد الرحمن، جر 01، ص 498

٦ - وفي الاصل "من ابن عمر رضي الله عنه" والنصح من بعد من احبته للسند براري و هذه الرواية مذكورة في النسخ بجملة.

٧ - صيد الزوار، صيد بريرة من الحبيب، جر 10، ص 308

٨ - مستدرک على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، ذكر فضائل الامة بعد الصحابة و التابعين، جر 04، ص 96

٩ - الكفاية في علم الرواية، ص 48

٩ - حكنا في الاصل و قوله "ومنها" موضوع بقرنه "افضل الصحابة" و عدى ان بعض كلامه منقط من النص و قوله "افضل الصحابة"

شروع في بحث آخر و هو باب الافضلية بين الصحابة كما يظهر من كلامه و لذا فصلته عما قبله بمصر و فصل

بيان ترتيب الافضلية بين الصحابة

افضل الصحابة اهل الحديبية الذين بايعوا بيعة الرضوان تحت الشجرة وهم اربعة مائة
والف رجل و قال الله تعالى "لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ"
(الفتح: 18) و روى جابر رضى الله عنه انه قال قال رسول الله ﷺ "ليس احد مثل من بايع تحت
الشجرة عنه" وقال عليه السلام "لن يدخل النار احد شهد البدر او الحديبية"^١
ثم افضل الصحابة هم اهل احد وهو الغر وقال لى اصاب بالمسلمين بلاء ومصيبة و كسر
رباعية رسول الله ﷺ و تزعموا انها كسرت بحامها وخرجت من فيه الشريف بل انكسرت
قطعة منها تك واستشهد سبعون صحابيا فيها والعشرة ايضا من اهل احد وكان رئيس
المشركين ابوسفيان الاموى والد معاوية رضى الله عنهما واسلما على عام فتح مكة تك و
صارا من كبار الصحابة.

والفضلهم اهل غر وهد كان من اعظم الواجهات وكانت الكفار جماعة غفيرا والصحابة
جماعة صغيرة بموضع خالي من الماء فظهر الله تعالى شوكة الاسلام فقتل اعداء سيد الانام
و نزل الملائكة لنصر سيد المرسلين و الشياطين لنصر الكافرين و هم ثلثة مائة و ثلث
عشر رجلا على عدد المرسلين و اصحاب طائوت و قال رسول الله ﷺ "اطلع الله تعالى على
اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم"^٢ تك والملائكة الذين حضروا بدر اللهم
شرف على سائر الملائكة الذين لم يحضروا

نقل الدوالي عن علماء الحديث ان الدعاء عند ذكرهم مستجاب وقد جربى اللهم
لبتداعى طريقة السنقو اجرنا من عزي الدنيا والاخرة فحرمتم سيد المرسلين و اصحابه
اجمعين.

والفضلهم عشرة بالبشرة وهم الذين بشرهم رسول الله ﷺ بالجنة وقال ابو بكر في
الجنة وعمر في الجنة وعثمان في الجنة وعلي في الجنة وطاعة في الجنة وزبير في الجنة وعبد الرحمن بن
عوف في الجنة وسعد بن ابى وقاص في الجنة وسعيد بن زيد في الجنة وابو عبيدة بن الجراح في
الجنة ورضوان الله عليهم^٣ وقد ورد في فضلهم احاديث لاتحصى.

فان قلت كيف وقد قال عبد الرحمن بن عوف "قتل حمز قوهو غدر ملى و قتل مصعب بن

^١ الاستيعاب في معرفة الاصحاب، مقدمة للزلف، ج ١، ص ٥١، ص ٥٤

^٢ صحيح بخارى، كتاب تفسير القرآن، باب لا تتخذوا عصى الحق، ج ٦، ص ١٤٩

^٣ سنن ترمذى (شاكر)، ابواب اللغات، ص ١٢٠، ج ٥، ص ٦٤٧

عمير وهو خير مني؟

اجيب بوجوه الاول للتواضع هو الثاني ان الخيرية اعظم من الافضية هو الثالث ما قال الشيخ ابن حجر المكي ان افضلية العشرة المبشرة على من لم يشهد في زمان النبي عليه السلام وهما استشهد في زمانه عليه السلام ولا يخفى انه قول باطل مخالف للاجماع من اهل السنة وغيرهم من الشيعة والله اعلم

والفضل العشرة ابو بكر الصديق كرم الله وجهه ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان ثم علي بن ابي طالب كرم الله وجهه وفي فضائل الاربعة آيات واحاديث كثيرة بلغ مجموعها التواتر وهم اعلام الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين واتفق اهل السنة والجماعة كرمهم الله تعالى على ان الفضل ابو بكر ثم عمر بن الخطاب ولم يذكر احد منهم ومن انكر له بكر من اهل السنة

ورواية من روى انكر ذلك فمن يعتبر على كلامه ليس معتبر هذا لكن اختلف الناس في عثمان وعلق رضى الله عنهما كما سند كره قال الشيخ عبدالحق هذا الترتيب من افضلية الصحابة فجميع عليه نقله ابو منصور النسي.

بيان المبشرين بالجنة

الفصل الخامس لشهد بان اهل بيعة الرضوان و اهل بدر و العشرة المبشرة فاطمة و ابنها الشهيدان و خديجة الكبرى و الصديقة العليا و حمزة و العباس و سنان و صهيب و عمار بن ياسر و غيرهم ممن بشرهم رسول الله ﷺ بالجنة كلهم من اهل الجنة لورود الاخبار الصحيحة في ذلك

قال عليه السلام "لا يدخل النار احد بايع تحت الشجرة"^١ وايضا فورد في الكلام المجيد "لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ" وقال عليه الصلوة والسلام "المن يدخل النار رجل شهد بدرًا و الخديجة"^٢ وفي لفظ آخر "ان الله قد

١ وفي الأصل "من" والتصحيح من.

٢ صحيح ابن حبان، تابع نكتات السمر، باب الخروج و كيفية الجهاد، ج ١١، ص ١٢٧

٣ سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب ذكر البشارة، ج ٥٥، ص ٣٨٥

اطيع على اهل بدر قال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم^١ وفي الحديث "ابوبكر في الجنة الخ" فيلسوف الا ان ابا عبيدة بن الجراح ليس مذكوراً فيه وقال ايضاً "فاطمة سيدة نساء"^٢ اهل الجنة"^٣ و"حسن وحسين سيدا شباب اهل الجنة"^٤ الى غير ذلك من الاحاديث الكثيرة وهذا ردة على من زعم اختصاص البشارة بالعشرة بالمبشرة وقد شنع عليه الشيخ المحقق عبدالحق الدهلوي وقال هذا الظن غلط محض وجهل صريح.

بيان وجه تخصيص العشرة بالبشارة

ان قلت لما وجه شهرتهم بالبشارة قلت لوقوع بشارتهم في حديث واحد لصديق واحد.

ان قلت لما وجه في ان علماء العقائد يخصصون بشارتهم بالذكر اقلت ردة على المجتذعة الذين يستونهم ويطعنونهم وعايهم فللعلماء اهتمام في ذكر ذلك لكثرة الروايات وشيوع مذهبهم بين الانام وقال بعض الناس ان بشارقة العشرة قطعية وبشارة غير هاء قطعية وهو غير بالغة قوة بشارقة العشرة فهو شهرتها وتواترها وذلك من عدم التتبع في الاحاديث والتدبر بها والحق ان بشارقة الخلفاء الراشدين وفاطمة وابيها وامثالهم رضوان الله عليهم مشهور بنفت حد التواتر المعنوي وبشارة باقي العشرة ايضاً مشهورة هذا حاصل كلامه في تكميل الايمان وتقوية الاتقان.

اما غير المبشرين من الصحابة فقليل ان اجمعهم من اهل الجنة وقول لا يقال كذلك بل يزعم لهم اكثر مما يزعم غيرهم.

اما عاقبة المسلمين فلا يشهدوا حديثاً الجنة ولا بالنار بل ان يقال ان المؤمنين من اهل الجنة والكافرين من اهل النار ويجوز ايضاً ان يقال ان فلاناً ان مات على الايمان فمن اهل الجنة و
ان^٥ مات على الكفر فمن اهل النار

١- صحيح بخاري، كتاب تفسير القرآن، باب لا تتحدوا عدوي الحق، جر 06، ص 149

٢- في الاصل "نساء" باللام والنسخ صحيح من.

٣- مستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة، ذكر ما قاله فاطمة، جر 03، ص 164

٤- مستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب حبيبته بن بيان، جر 03، ص 429

٥- وفي الاصل "من" والنسخ صحيح من.

بيان الافضلية بين النساء

الفصل السادس تفضيل عائشة على الزهراء رضى الله عنهما ذهب البعض الى ربحان الصديقة رضى الله عنها استدلالا بانها افقه واعلم وكان الصحابة يرجعون اليها عند الاستفتاء ويقولون عليه السلام "فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على الطعام"¹ وفي كشف العقيدة ان عائشة افضل من فاطمة رضى الله عنهما وفاطمة افضل من سائر بنات النبي ﷺ وعليه الفتوى.

وقال بعضهم انها مع النبي ﷺ في درجة وفاطمة رضى الله عنها مع عن رضى الله عنه ومقام النبي ﷺ اعل و ارفع من مقام علي رضى الله عنه فالصديقة اعل درجة واكثر ثوابا وهو المعنى بالافضلية

قال بعض العلماء ان من قال فضل الزهراء على الصديقة رضى الله عنهما فهو رافضي وذكر نور الدين الفاروقى وابن السراحى فى اقاويل الروافضى كما ذكرناه فى مقدمة الكتاب واعظم رتبتهما² - والفرط البعض وفضلها على ابوها رضى الله عنهما لكنه ليس بمعتول و ذهب البعض الى تفضيل الزهراء استدلالا بما جاء فى الحديث "ان افضل نساء العالم و اكملها"³ - مريم بنت عمران وفاطمة بنت محمد ﷺ وآسية امرأة فرعون رضى الله عنهن⁴ - وقال العقلاى انه يدل على تفضيل فاطمة من عائشة رضى الله عنهما ويقولون عليه السلام "فاطمة رضى الله عنها سيدتنا اهل الجنة"⁵ - وهذا يدل على تفضيلها على كل النساء حتى مريم وآسية رضى الله عنهن: وكذا ذكر السيوطى لكن مريم رضى الله عنها مستثناة فى بعض الاحاديث الواردة فى افضلية الزهراء وذلك بمقتضى المساواة والعكس وبما جاء فى الحديث من ان فاطمة فى هذه الامة مثل مريم فى قومها⁶ -

¹ صحيح بخارى، كتاب اصحاب النبى، باب فضل عائشة، ج 5، ص 29

² هكذا فى الاصل ولعل سقط هاء بعض الكلام ولذا لا يرسط ما قبله ولا بعده

³ لفظ رواية للسيوطى "افضل نساء المسلمين خديجة بنت خويلد وفاطمة بنت محمد ومريم بنت عمران وآسية بنت مرجم امرأة فرعون" ورواية للشمس بمنازل

⁴ مستدرک على الصحيحين، كتاب تواريخ للتقدمين، ج 2، ص 650

⁵ مستدرک على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، ذكر ما قبل فاطمة، ج 3، ص 164

⁶ لم اجد بعبارة بل بسواء وهو هذا "اول شعبى يدخل الجنة فاطمة بنت محمد ومثلها فى هذه الامة مثل مريم فى بن اسرائيل" (جامع الاحاديث، حديث 9616، ص 284، جز 10).

والمراد بالنساء في قوله عليه السلام "فضل عائشة على النساء" غير النساء المذكورة
مجمعاً بين الأدلة كما ذكره الصقلاني

وقاطعاً رضى الله عنهما مع النبي ﷺ في درجته لما وقع في الحديث أنه قال عليه السلام لها "أنا و
أنبي و علي وحسن وحسين رضوان الله عليهم اجمعين في درجة واحدة من الجنة" ^١ -

قال السهولاني إن اصح المذاهب تفضيل فاطمة على عائشة رضى الله عنهما و سئل مالك عن
ذلك فقال فاطمة رضى الله عنها بضعة النبي ﷺ ولا افضل على بضعة النبي ﷺ احد

قال تاج الدين السبكي الشافعي أن المختار عندنا أن فاطمة افضل ثم أمها ثم الصديقة ^٢ -
و ذهب البعض إلى المساواة لهم قوله عليه السلام "افضل النساء فاطمة
عديمة وعائشة ومريم وآسية" ^٣ -

ولذهب البعض إلى التوقف و هو المرضى عندي و فيه السلامة فإنه إن اريد
بالاتفضلية الكرامة الجوهرية

و الفضيلة الذاتية ففاطمة رضى الله عنها افضل لكنها ليس بمبعوث عنها وإن اريد
"الاحبية إلى النبي عليه السلام فالاحاديث متعارضة في هذا المعنى

في بعض الاحاديث "أحب النساء فاطمة رضى الله عنها وأحب الرجال أبو بكر" ^٤ - رضى الله
عنه ^٥ -

وفي بعضها "إن أحب النساء عائشة وأحب الرجال أبوها رضى الله عنهما" ^٦ -

و إن اريد كثرة الثواب و هي امر لا يعلم إلا من الله تعالى و من رسوله ﷺ و قد تعارضت

^١ - لم يرد فيه ولكن وحدث في الاستدراك بسماء وبعث "عن علي رضي الله عنه قال أخبرني رسول الله صلى الله عليه وسلم "أنا أول من
يدخل الجنة أنا وفاطمة وحسن والحسين" قلت يا رسول الله فمن بعدنا؟ قال "من وراءكم" (الاستدراك على الصحيحين للحاكم)

^٢ - فرشاد الساري باب فضل عائشة جزء 06، ص 141

^٣ - مستدرك امام احمد هر ج ٢٦٦٨، جزء 04، ص 409

^٤ - هكذا في الاصل والصواب "أحب الرجال علي" كما في "الصواعق المحرقة"

^٥ - الصواعق المحرقة، الفصل الثاني في فضائله، جزء 02، ص 354

^٦ - من ترمذي (بشار) أبواب المناقب، باب من حصل عائشة، جزء 06، ص 189

الاحاديث في ذلك فالتوقيف طريق اسلم كما ذهب اليه بعض الشافعية والحنفية والجمع بين الاحاديث يمكن باختلاف المحييات واعتبار الاضافات والله تعالى اعلم

مباحث الامامة

الباب الثالث من القسم في مباحث الامامة وهذه المسئلة التي بالفروع لرجوعها الى ان نصب الامام من فروض الكفاية ولا يخفى انه من الاحكام العملية دون الاعتقادية لكنه لما ظهر من الروافض والخوارج في امرها اعتقادات فاسدة الحقوها بالكلام فيه فصول

بيان تعريف الامامة

الفصل الاول في تعريف الامامة اختلفوا في تعريفها ف قيل انها رئاسة عامة من امور الدين والدنيا لشخص من الاشخاص وقيد العامة لاخراج القاضي ومثله والقيد لا غير لاخراج عن كل الامامة فان الكل ليس شخصاً واحداً وهذا التعريف منقوض بالنبوة وقيل هي خلاف رسول الله في اقامة الدين بحيث يجب التباعة على كافة الامة وبهذا القيد يخرج القاضي وامثاله والمجتهد فان متابعتة واجبة على من قلده وهذا التعريف هو المرضى لصاحب المواقف

بيان وجوب نصب الامام

الفصل الثاني في وجوب نصب الامام اختلفوا في نصب الامام انقص زمان النبوة واجب اولاً وعلى تقدير وجوبه هل يجب على الله امر علينا عقلاً وجمعاً ذهب الخوارج الى عدم وجوبه مطلقاً والامامية الى انه يجب على الله تعالى عقلاً و**ابوبكر** الاصم الى انه لا يجب مع الامن لعدم الحاجة والقوى الى عكسه اي يجب وقت الامن ولا يجب وقت الفساد ولان الظلمة لم يطعموه فيكون ذلك سبباً للفتنة وللمعتزلة انه يجب عندنا عقلاً واهل السنة والجماعة انه يجب عندنا جمعاً وهو الحق وثاناً ان يبطل المذهب

١- عبد الرحمن بن كيسان، ابوبكر الاصم، رقبه بغيره في مصر، فصيح اللسان، كانت له مناظرات مع الخلفاء، له هذه مصنفات، منها تفسير القرآن وتوفي بحروسة 225هـ لسار للبراهن حرف العين، حر 03، ص 427، الاعلام للزركلي، حرف العين، حر 03، ص 323.

٢- في شرح المواقف "عشام العموطي مسود العمولة بالضم وهي موضع بالشام كثير لثاء والشجر" للزركلي، ص 08، ج 08، ص 377 وفي كشف اصطلاحات الفوائد "هو هشام بن عمر العموطي، صاحب المعرفة انها تسمية من الثمريه - كشف الطوبى، حر 02

الباطنية أو لأثر نـشـر عـن الثبـات ما هو الحق عند أهل السنة والجماعة
احتجت الخوارج بأن فيه إثارة الفتنة لاختلاف الأهواء فيدعى كل قوم إمامة رجل منهم
فيقع التشاجر كما يشاهد في الحال رُدُّ بأن فتنة الترك أكثر و ترك الخير الكثير للشر القليل
شر كثير.

احتجت الإمامية بأنه لطف -وبه يتقرب العبد إلى الطاعة ويبتعد عن المعاصي
رُدُّ بوجود الأول وهو العبدية أنه لا يجب على الله تعالى شيء كما برهن عليه سابقاً. الثاني أن
نصبه يتضمن بعض الفساد و أن قلبه فلا يكون لطفاً محضاً و إنما يكون لطفاً محضاً أن خلا
عن الفساد كلها شخ الثالث أنه إنما يكون إذا كان الإمام ظاهراً زاهراً عن القبائح و ذلك
ليس بـلازم عند الشيعة حيث قالوا أن المهدي مخفي ومع ذلك إمام شخ شمو
واجاب عنه صاحب التجريد أن وجود الإمام لطف على ما نقل عن علي رضى الله عنه "أنه
لا يخلو الأرض من إمام قائم بحجة إمام ظاهراً مشهوراً أو خائفاً مخبوراً لئلا يبطل حجة الله
تعالى على عباده و لا يخفى فساد ما أن الغرض من الإمام تنفيذ الأحكام ((لا يتصور))
التفصيل سبباً عند الاختفاء و لا يكون لطفاً و إماماً نقل عن علي رضى الله عنه فيحتمل عدم
صحة الرواية.

فإن قيل أن الإمام لطف و أن مخفى فإن المكلف إذا اعتقد وجوده يكون خائفاً من ظهوره
فيمتنع عن القبائح
قلنا مجرد الحكم بخلقه و إمامه في وقته ما كافي في هذا المعنى فإن المكلف يخاف من ظهور
حاكم يعلم أن السلطان يرسله كما يخاف من ظهور حاكم مخفى في القرية بحيث لا أثر له
كذا في شرح التجريد

واحتج الأهم بأن الغرض من نصبه هو إسكان الفتنة فعند عدمها لا احتياج إليه و رُدُّ بأنه
مشكل وقت الفتنة نصب إمام جديد و أما إذا كان منصوباً قبل ذلك و ((منفذاً)) في أمر

أب الله تعالى خلق الإنسان و نفعه عليهم وهو سبحانه كما يولي نبيهم نكوباً عليه إرشادهم إلى ما فيه سعادتهم من جهة
التشريع أيضاً وهذا هو ما يعصب "أن لطف" هنا فاللطف هو ما يتقرب للكف إلى الطاعة ويبتعد عن المعصية من غير إحالة به على
طيرة المكلف.

أمامته فوسكن الفتنة واحتجاج الفطوى ظاهر البطلان واحتجت المعتزلة^١ - واحتجت
 أهل السنة والجماعة بوجوه الأول إجماع الصحابة فأهم جعلوه من أهم الواجبات حتى
 قدموه على دفن رسول الله ﷺ خطبهم أبو بكر رضي الله عنه لذلك فتبادروا فقالوا
 صدقت الثاني أن الشارع (أمر) بإقامة الحدود وحفظ ثغور الإسلام والجهاد مع
 معاندا الإسلام وهي لا يحصل إلا بالإمام وما لا يتفق الواجب إلا به فهو واجب الثالث أن في
 الإمام دفع المضار واستجلاب المنافع وكل ما كان كذلك فهو واجب أما الصغرى فيكاد
 أن يكون من الضروريات وكفاك شاهدا ما يشاهد من استيلاء الفتن عند عدم رئيس
 قاهر بل ربما يجري مثل ذلك في الحيوانات العجم كالنمل والجراد وأما الكبرى فيبالإجماع

بيان شرائط الإمام عند أهل السنة

الفصل الثالث في شرائط الإمام، الإسلام لأن الكافر يجهل في فهم الدين وعيو الكفر
 وأيضا "وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا" (النساء: 241)، والحريّة لأن
 العبد يشتغل بخدمة مولاه ولأن الناس يستنكفون من اطاعتهم والذكورة لأن المرأة
 عديمة الهيبة ناقصة الدين والعقل واجبة السر والبلوغ لأن الصبي لا ينفذ أحكاما ولا
 لا يكون له شجاعة وتبوير ورأي والشجاعة لأن الجهن لا يقوم بالحرب وضبط الثغور و
 الثبات في المعارك والاجتهاد حتى يقدر على تنفيذ الأحكام ودفع الشكوك ورفع
 المغاصمات وكونه ذورا أي حتى يدير المحروب ويرتب الجيوش والعدالة إذا الظالم ذئب و
 الرعية غنم ففيه مضرورة والغرض من نصب الإمام فرحة الرعية والإنصاف القرشيّة
 لقوله عليه السلام "الائمة من قريش"^٢ و"الولاة من قريش"^٣ و"قدموا قريشا"^٤
 ولأن الناس ((لا يستنكف)) في اطاعته لشرفه خلافا للغوارج وأكثر المعتزلة مستبدلين
 بقوله عليه السلام "اطيعوا أولي أمر عليكم بعد محمدي أجمع"^٥ - الجواب أنه في حق من

١- هكذا في الأصل ولعله سقط احتجاج المعتزلة من النسخ

٢- المعجم الكبير، باب الألف، حديث 725، ص 252، جزء 1

٣- السنة لابن أبي عاصم، حديث 1542، ص 640، جزء 2

٤- مجمع الروايات، حديث 16450، ص 25، جزء 10

٥- في الأصل "أعرج" والتصحيح من - الخراج لا يرؤى - منقصة للزلف، الأحاديث التي رويها البخاري، ص 19

نصبه الإمام جمعاً بين الأدلة أو نقول إن متابعتة على سبيل الفرض يدل عليه أنه لا يجوز
إمامة العبد أجمعاً منا ومنهم فهو

السلامة من أن يكون أعمى أو أعم أو أبكم لانعدام الهيبة فيهم واستحقاق الناس بهم و
هذه الاشرط ذكرها العلماء من اهل السنة والجماعة في تصانيفهم وذكر التفات إلى في
التهديب أنه يكفي عند الاضطرار ذو شوكة^١ نصب واستولى فإن الضرورة تبيح
المحظورات^٢ ولا يخفى أنه قلما اتفق بعد الخلفاء الأربعة الراشدين رضوان الله عليهم
أجمعين نصب من يوصف بالصفات المذكورة.

بيان شرائط الإمامة عند الشيعة والرد عليهم

واشترط الشيعة أموراً العلوية وليس لهم في ذلك محقو الأفضلية احتجاجاً بأن تقديم
المفضول قبيح عقلاً وتقديم المساوي ترغ بلا مرجح.

الجواب منع القبح و أن المفضول ربما يكون أعرف من الأفضل فصالح الإمامة واحتج
بعض أهل السنة بأن عمر رضي الله عنه جعل الإمامة شورى بين ستة مع أن بعضهم أفضل
من بعض وبأن الأفضلية أمر غلي لا يعلمها إلا الله تعالى

وقيل إن ذلك لا يصلح للاحتجاج على الشيعة لأنهم أوجبوا نصب الإمام على الله تعالى
لا على العبد والقول كلاً بل يصلح فإن عدم الوجوب ظني على العبد ظاهر بين^٣ والعلم
بجميع المسائل تفصيلاً و رد بانه محال ضرورة و ظهور معجزة على يده قد تبين (إعلان
النراط الثلاثة) في دعوى الإمامة بالثبات إمامة أبي بكر رضي الله عنه بالإجماع وعدم
ظهور المعجزة على يده إجماعاً والعصبة استدلالاً بأمور

الأول أن لم يهب عصبة الإمام لزم التسلسل ببيان اللزوم أن المعوج إليه هو جواز
صدور الخطأ في العمل والعلم من الناس حتى يزره الإمام فلو جاز الخطأ من الإمام احتج
إلى إمام آخر حتى يزره فلهكذا فيلزم التسلسل.

الجواب بوجود الأول أن عدم العصبة لا يوجب صدور القبح عن الإمام كإسباني.

^١ وفي الأصل "وشركته" والتصحيح من.

^٢ تهذيب الفقه والكلام ص 122

^٣ لم ينصح له من المحفوظ.

تحقیقہ الثانی مافی شرح التجرید من انه ليس الموح اليه ما ذكر بل الموح اليه الخوف من ان ينهب المملكة قطاق الطريق والسارقون وامثال ذلك تأمل وتدبر ما فيه. الثالث ان الضرورات تبيح المحظورات فلا يحتاج الى امام آخر يزجره فانه لا يخفى ان العصية امر لا يدركه العقل بل تعلم من النص ولا بد من نصب امام في كل زمان لا يوجد فيه امام مع انه لا يطلع الناس على العصية فاعلم ان العصية ليست بشرط والا لاشكل نصب الامام

الثاني ان الامام خليفة الرسول ((وهو)) معصوم فكما نأثبه الجواب ان العلق الملبس عليه اشد فالقياس فاسد الثالث ان الامام واجب الاطاعة ولو كان غير معصوم لزم ارتكاب المعصية وهو فاسد. الجواب ان اطاعته منحصر في ما ليس بمعصية ولا طاعة للمخلوق في معصية الخالق. ^٢ الرابع ان غير المعصوم ظالم ولا بدال عهدا لامامة لقوله تعالى "لَا يَتَأَلَّ عَهْدِي الظَّالِمِينَ" (البقرة: 224). الجواب بان عدم العصية المعصية ممنوع ولو سلم ايجابه اماما فلا نسلم استلزام كون غير المعصوم ظالما فان الظالم من ارتكب معصية مسقطه عن العدالة. واشترط الشيعة امور اخرى لا حاجة في ابطالها الى الدليل.

قال ابو جعفر منهم للامام علامات يكون اعلم الناس واحبهم واتقاهم واسماهم واشبههم واعينهم ويولدون تحت اطمهر او يرى خلفه كما يرى امامه واذا وقع على الارض من بطن امه وقع على راحته رافعا صوته بالشهادة ولا يجتم ولا ينام قلبه ويستوى عليه درع النبي عليه السلام ويكون عنده ذوالفقار وحب فاطمة رضي الله عنها وهو صحيفة تنزل من السماء في مدح النبي عشرة قالامة ويكون عنده صحيفة عليها اسماء متابعيه ومخالفيه الى يوم القيامة ولا يرى بول ولا غائط الى غير ذلك من الاباطيل

بيان طرق انعقاد الامامة

الفصل الرابع فيما يحصل به الامامة وذلك امور والاول التنصيب من رسول الله ﷺ الثاني التنصيب من الامام السابق وعلى حصول الامامة لهذين الشرطين اجماع الثالث بيعة اهل الحل والعقد عندها هل السنن والمعتزلة وبعض الشيعة خلافا لاكثر الشيعة بوجوده

١- هذا استدلال ناد للشيعة على اشتراط العصية

٢- من سائر كتب الشيعة، جلاء من امر معصية، ج ٧، ص 159

الاول ان الامامة نياية الله والرسول فلا تحصل بقول الغير اذ لو ثبت لكل الامام خليفة اهل التبعة لا خليفة الله ورسوله اجيب بان البيعة مظهر للامامة كاشفا عن كونه اماما نالها من الله ورسوله دليلا على ذلك طو.

الثاني ان اثبات الامامة بالبيعة يقضى الى اثار فالفتنة لاحتمال ان يبايع كل فرقة شخصا فيقع الحروب بينهم. اجيب بان فتنة عدم الامام اشد من ذلك فهو

الثالث ان القضاء امر صغير لا يحصل بالبيعة والامامة امر عظيم خطير فكيف تحصل بها. اجيب بان لانسلم عدم الاعتقاد القضاء بها و لو سلم فذلك عند وجود الامام اما عدمه فلا بد من تنفيذ الاحكام من قاض طو فهو.

الرابع ان اهل البيعة لا تصرف لهم على الرعية فملك عليهم شخصا اخر. اجيب بان بيعة اهل الحل والعقد اماراة انها منصوبة من الله ورسوله لان الله تعالى جعل جهة بيعتهم على المسلمين فهو. وبان ذلك منتقض بالشاهد فانه لا تصرف له على المشهود عليه ومع ذلك يجعل الحاكم متصرفا عليه بالحكم عليه طو فهو.

الخامس انه يخفى على اهل البيعة بعض الشروط كالعصمة والافضلية. اجيب بمجمع الاشتراط كما مر ومجمع الخفاء معنى عدم الظن به على تقدير تسليم الاشتراطات.

ثم قالوا ان رسول الله ﷺ كان يستخلف على المدينة وقت غيبوته عنها مدة قليلة فلا بد من ان يستخلف بعده و ان الامامة من معظيات امور الدين وقد قال الله تعالى "اَلْهٰؤُمۡرُ اَكْمَلُ لَكَ۟مْ وِجۡهَتُكُمۡ" (المائدة: 53) يلزم ان الله تعالى قد تدين خلافة الخلفاء في كتابه او بين رسول الله ﷺ والالزم نقصان الدين ويناقضه الامامة المذكورة.

اجيب عن الاول بان رسول الله ﷺ علم ان الصحابة يتبادرون بذلك سيجي مفصلا ان شاء الله تعالى وعن الثاني ان بيعة اهل الحل والعقد كنص الله ورسوله فلا يلزم نقصان.

ثم اعلم انه قال اهل السنة والجماعة لا يشترط في البيعة اجماع جميع اهل الحل والعقد بل يكفي عند بعضهم بيعة خمسة من اهل العلم و قيل يكفي بيعة اربعة و قيل يكفي بيعة واحد. قال بعض العلماء هو الاصح قال بعضهم يلزم ان يكون البيعة على رؤس الاشهاد.

الباب الثاني

في ذكر صحابة رسول الله ﷺ وبيان خلافهم و الثبات امامتهم و رد الشيعة والروافض
يشتمل على ثلاثة ابواب الباب الاول في فضائل الصحابة وفيه فصول ١- وفي الاصل "فصل
عشر" والتصحيح مئة اعشر.

بيان في مرتبة الافضلية

الفصل الاول في مرتبة الافضلية افضل الامم امة نبينا ﷺ لقوله تعالى "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ"
(آل عمران: 110) ولقوله عليه السلام مدة عمركم وبقائكم بالنسبة بقية الامم السابقين
اعمارهم كزمان بين العصر والمغرب ومع ذلك يقاتلون اكثر مما يقاتلون. - ولصحتكم مع
اليهود والنصارى كقصير رجل استاجر ثلثة رجال على عمل فعمل احدهم من الصبح الى
نصف النهار وعمل الآخر من نصف النهار الى العصر فاعطى المستاجر لهما قيراطين وعمل
الآخر من العصر الى المغرب فاعطاه قيراطين فتنازع الامرءان وقالا قد عملنا اكثر مما عمل
فلم نعط اجرة فقال المستاجر قد اعطيتكم حقكم و ذلك فضل اعطيته ممن
شاء الاول حال اليهود والثاني حال النصارى والثالث اشار قال تلك الامة المرحومة -
تلك

و افضل ائمة ﷺ صحابة الكرام العظام الباقين لرسول الله ﷺ اموالهم و اهلهم. قال
الفقيه في بعض قصائده شعر

يا من تريد نجاة من عذاب لظى	اكرم صحابة غير الخلق واستقم
انهم الذين علا دين النبي بهم	وشاع نحو نواحي العرب والعجم
وجاهدوا بليغ - الجهد طالبة	رضاء سيدنا راضين بالنقم

١- لاصح الكتب باب المؤمن ج ١٢ ص 412 بعد رواية الطبراني "ما عماركم في اعمار من مضى الا كما مضى من هذا الهار فيما مضى
منه" ورواه بشر بمصاها.

٢- شرح الساجي باب فضل الله سبحانه مع هذه الامة ج ١٦ ص 219

٣- وفي الاصل "سليح" والتصحيح مئة.

(الفصل الثاني في تعريف الصحابي))

واعتلّفوا في تعريف الصحابي فقليل من رأى رسول الله ﷺ مومناً ولو كان أعنى^١ - وإن نظر دفعوا واحدة ومات على الإيمان وإن تخلل ردّة وعلى هذا لا يكون عبد الله بن مكتوم رضي الله عنه صحابياً إلا أن يقال إن المراد هو الرؤية بالعين أو ما يقوم مقامها كالمجالسة و الكالمة وسماع الكلام^٢ والاولى أن يقال من وقع الرؤية بهنّه و بهن رسول الله ﷺ حتى يشتمل من كان أعنى وقليل من امتدّ صحبته مع رسول الله ﷺ وحضر معه في المعارك وقالوا أن أقلّ ذلك ستة أشهر والخيرية و الافضلية المذكورة ثلاثة لهذا القسم من الصحابة وليس بعامة هذا والمختار عند الجمهور انها عاقبة فإن النظر الى جمال رسول الله ﷺ والمجالسة معه ساعة واستماع الكلام منه موجب بفضيلة وبر كفاً لا تحصل للاخرين^٣ - بالمجاهدة والخلق والاربعين^٤ تك. فلا يجوز أن يكون احد من غير الصحابة كمثلهم فضلاً عن أن يكون افضل منهم.

وعالّف في ذلك قدوة عليّاء الحديث الشيخ عبد البر قدس سره العزيز الشريف استدلالاً بقوله عليه السلام "مثل امي كمثل المطر لا يدرى اوله غيراً واخره"^٥ - و بمآ جاء في الحديث من انه قيل لرسول الله ﷺ ان يكون احد من الذين آمنوا معك^٦ - وجاهدوا غيرنا فقال نعم قوم يحبون بعدكم و يؤمنون معي مع انهم لم يروا^٧ - و ما قال ابن مسعود رضي الله عنه انه كان امر رسول الله ﷺ على من رآه واحداً ومتوراً ولا يكون افضل من الإيمان معه في الغيبة^٨ - وجاء في الحديث "يكون التمسك في آخر الزمان بالدين والسنة كبطش النار من تمسك في ذلك الزمان بالسنة تكون اجرة كاجرة خمسين رجلاً"

١ - "ولو كان أعنى" لعل هذه الجملة مدحولة عليه وليس له لأن مفصول ما قبلها وما بعدها وليس له معنى عند

٢ - وفي الاصل "للاخيرين" والتصحيح مني.

٣ - للمجم الكبير ج ١٤ ص 56

٤ - وفي الاصل "معكم" والتصحيح مني.

٥ - لم اجد بهذا اللفاظ بل وجدت في الاستدراك معناه و هو "قالوا يا رسول الله احد غير ما اسلمنا معك وجاهدنا معك قال نعم قوم

يكونون بعضكم يؤمنون بي ولم يروني - مستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، ذكر فضائل الامة النج، ج ١ ص 95

٦ - لم يحضر عليه.

فقالوا يا رسول الله ﷺ منا او منكم ؟ فقال منكم " - - - وغير ذلك من الاحاديث اجيب ان المراد بتلك الخبرية من جهة واحدة هي الايمان بالغيب تك

واما الفضل الكل فهو ثابت للمصاحبة بآيات و احاديث تفيد الجرم و اليقين لقاطع بأفضليتهم وذلك الاختلاف من ابن عبد البر انما هو في الدين 'كتفوا بالنظر الواحد به يظلموا الجلوس ومع ذلك هذه الحكاية ليست بمقبولة منه لما ذكرنا قبل ذلك

بيان تحقق الاجماع على خلافة ابو بكر الصديق

الفصل الثالث في تحقق الاجماع خلاف روى الشيخان حديثا حاصله "انه لما مات رسول الله ﷺ اجتمع الانصار في سقيفة بني ساعدة وكان موضع مشاورتهم قبل ان يقرروا ببيعة سعد بن عباد الانصاري رضي الله عنه لانه هم الشيخان رضي الله عنهم مع المهاجرين فقام خطيب الانصار وقال ايها المهاجرون انا نحن غفيرة من الاسلام و انكم ردة منا وقد جاء قوم منكم يريدون انفرادهم بالخلافة وانقطاعنا عنها فقال ابو بكر رضي الله عنه "ان النبي ﷺ قال الائمة من قريش" فقال رجل من الانصار منا امير و منكم امير فكثير اختلاف الاقوال وعلف الاصوات حتى قال عمر رضي الله عنه لابي بكر رضي الله عنه امد يدك ابأبيك فبايعه المهاجرون ثم الانصار قيل ان ابا بكر رضي الله عنه بايعه على في ذلك اليوم او في يوم عقيب ذلك وقال الشيخ عبدالحق الدهلوي والامام البيهقي انه الصحيح ووقع في حديث ان عليا وزييرا رضي الله عنهما بايعاه في ذلك اليوم صو

والتوفيق بين ذلك وبين ذلك الحديث الذي رواه البخاري في صحيحه من انه بايعه بعد موت فاطمة رضي الله عنها و معها بعد ستة اشهر من وفاة رسول الله ﷺ ان عليا رضي الله عنه بايع ابا بكر رضي الله عنه مرتين البيعة الاولى في يوم بايعه الناس فلما وقع بين فاطمة وابي بكر رضي الله عنهما كلام بسبب موافق رسول الله ﷺ واخرق بذلك عن ابي بكر رضي الله عنه فبايعه اخرى كذا ذكره الشارح الكرماني في شرح صحيح البخاري وصاحب الصواعق المعرقة.

ابن لم يجد بهذا اللفاظ بل وجدت في مس ابن داود بمعناه و هو " فان ورائكم امام العصر فيه مثل قبض على الحجر، يتعامل معهم مثل اجر خمسين رجلا يعملون مثل عمله قال يا رسول الله اجر خمسين منهم " قال اجر خمسين منكم " مس ابن داود، كتاب اللاحم، باب

روى انه قال ابو بكر رضي الله عنه عليا رضي الله عنه ((انت)) اصلح للإمامة فقام على رضي الله عنه وسل سيف وقال قدحك رسول الله ﷺ فمن الذي يؤخرك فقال ابو بكر رضي الله عنه مثل ما قال فقال علي رضي الله عنه مثل ما قال و الى كنت عند رسول الله ﷺ فدم يامرني فقال "مروا ابابكر ان يصلي بالناس"

اما الجواب عن تأخر بعض الصحابة عن البيعة بوجود الاول انهم تحروا واجتهدوا وتاملوا فلما راوا حقيقة خلافة ابى بكر رضي الله عنه بايعوه و بقوة. الثاني انهم غضبوا لما كان لهم في المشورة حق ولم يكن ذلك لانكار خلافته وفضله كما روى البخاري من حديث فيه انه قال على كرم الله وجهه كان لبني المشورة حق لقراءة رسول الله ﷺ فغضبنا لذلك ولم انكر فضلك وحقيقة خلافتك الثالث انهم لحقهم غم بسبب موت رسول الله ﷺ وعلموا ان الامر تم بمحصول اهل الحل والعقد وجواب ان الاخران يختصان بالفرق على رضي الله عنه. الاول انه كان شاغلا في ترتيب القرآن روى ابو داود ان ابابكر رضي الله عنه لقي عليا رضي الله عنه فقال اكرهت امامتي فقال لا ولكن اقسم ان لا القى الرداء على منكبي الا الى الصلوة حتى اجمع القرآن. - الثاني انه كان شاغلا بخدمة فاطمة رضي الله عنها.

بالجملة قد ثبت بالاجماع انه بايع جميع الصحابة مع ابى بكر رضي الله عنه وبايع على رضي الله عنه في ذلك اليوم على ما هو الصحيح او بعد ذلك والاجماع حجة قوية قطعية يقينها ويراد العلماء الدلائل الاخرى على خلافته انما هو تأكيد الزام للنص. وما قيل انه لم يبايعه سعد بن عباد ضعيف صواب الاجماع حجة قطعية والاخبار التي يستدل بها الملحون على طعن خلافته ظنية فلا يعارض الظني القطعي

اثبات خلافة عمر رضي الله تعالى عنه

الفصل الرابع في اثبات خلافة عمر رضي الله تعالى عنه امر المؤمنين الناطق بالحق و الصواب عمر بن الخطاب رضي الله عنه وامرها ظاهر فانه لما ثبت خلافة ابى بكر رضي الله عنه بالوضع الدلائل ثبت خلافة عمر بن الخطاب لما انه فوض الخلافة وقت اقباله من الدنيا الى العقب الى عمر رضي الله عنه وبايعه جميع الصحابة وعلى رضي الله عنه فثبت خلافته بالاجماع وكان اماما عادلا ورعا تقيا.

اثبات خلافة عثمان رضى الله تعالى عنه

الفصل الخامس في اثبات خلافة امير المؤمنين السعيد الشهيد جامع القرآن كامل الحياء و
الايمان عثمان بن عفان رضى الله عنه وولياقات امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضى الله عنه
ترك الامامة شورى بين ستة عثمان و على وزيد و طلحة وعبد الرحمن بن عوف وسعد بن ابى
وقاص رضوان الله عليهم اجمعين

قاومت خمسة عبد الرحمن بن عوف وقاضى هو عثمان رضى الله عنه فثبتت خلافتهم باجماع
الصحابه رضوان الله عليهم اجمعين وكان اماما عادلا شقيقا على الاقرباء اتباعا لشرعية
محمد ﷺ

اثبات خلافة علي رضى الله تعالى عنه

الفصل السادس في اثبات خلافة امير المؤمنين امام الاشجع اسد الله الغالب على بن ابى
طالب رضى الله عنه وولياقات امير المؤمنين عثمان بن عفان رضى الله عنه فثبتت
الصحابه الى امير المؤمنين على رضى الله عنه يثبتون الخلافة فاعتارها وبأبوه لسانه كان
الفضل اهل زمانه و مستحقا للخلافة فثبتت خلافته للاجماع و ههنا كلام هو ان دعوى
الاجماع على من قال ان نزاع المخالفين معه لم يكن لاجل الخلافة بل بطلب دمر عثمان رضى
الله عنه ظاهرا و اما على قول من ان نزاعهم لامر الخلافة كما يشير اليه كلام الشهيد فلو جرد
الاول ما قال التفتازانى في شرح المقاصد انه اتفق الكل في وقت شورى على خلافة عثمان
رضى الله عنه فثبت انه لولا عثمان رضى الله عنه فعل رضى الله عنه و مخالفة المجتهدين بعد
لا يضر بالاجماع

الثاني ما قيل انه يكفي في تحقيق الاجماع اتفاق اكثر اهل الحل والعقد .

اما الجواب بان مخالفة لم يكونوا مجتهدين فلا يضر في امساقهم باطل يشتر منه رائحة الرفض و
بالجملة اجتماع اهل السنة والجماعة ان الاحقاء الخليفة صدقا كل امير المؤمنين على رضى
الله عنه و مخالف فيه كانوا باغين طاغين

ومخاطبون في الاجتهاد

اثبات خلافة حسن رضى الله تعالى عنه

الفصل السابع في اثبات خلافة امام السيد الشهيد امام حسن بن علي رضى الله عنهما

هل ماجور و مغفور قلبعاوية رضى الله عنه اجر واحد و لعل رضى الله عنه اجران او عشرة فمن سب احدهما فإنه ينقلب في سدا لاسلام وهو عدو غير الانام صلى الله عليه وآله وسلم في الدنيا و يوم القيامة

روى عن ابن عباس رضى الله عنه " لو لم يطلب الناس قصاص عثمان رضى الله عنه لثزل من السماء حمارة " - صو. روى عن ابن مسعود رضى الله عنه " اذا ذكر اصحابي فامسكوا " - بس. قيل انه سئل ابراهيم النخعي " عن ذلك فقال تلك دعاء قدسليت ايديها منها فلا تنطع منها السنتنا " - بس

اعلم ان معاوية رضى الله عنه لم يكن خليفة في حياة علي كرم الله وجهه ولا قبل تسليم الحسن الخلافة اليه بل كان باغيا عارجا عن اطاعة الامام تك لم يبق ان يعلم ان اطلاق لفظ الباغي عليه لما ان فعله كان في صورة البغي ولا يطلق عليه كما يطلق على من خرج على الامام بهواء نفسه الفاسد فانه لم يخرج على علي رضى الله عنه بهواء نفسه بل بالاجتهاد و معنى " قوله **لما عتار** " رضى الله عنه " تقتطك الفئة الباغية " - اي الطالب لندم عثمان رضى الله عنه لان البغي بمعنى الطلب او يقال انه في صورة البغي و على تقدير التسليم " -

١ - الصواعق المحرقة، الفصل الثالث من مد من مآثر الحج، ج 1، ص 328.

٢ - للمعجم الكبير، باب العبي، ج 10، ص 198.

٣ - لم نجد رواية عن ابراهيم النخعي ولكن وجدت في عمر من عبد البربر كما في " تاريخ دمشق لابن حسام، ج 1، ص 65 "

٤ - شرح السنة للبحوي، كتاب فضائل الصحابة، ج 14، ص 132.

٥ - وفي الاصل " سمى " والتصحيح من.

٦ - بس. كما في ان هذا النقص مدويه واصحاحه بل يمكن ان يريد به ملك المصالح التي حلت عليه حتى قتله وهي طائفه من العسكر ومن رضى بقتل عمار كان حكمه حكمها ومن لعنهم انه كان في العسكر من لم ير في بقتل عمار كمنفعة من عمرو بن العاص وعمره بك كل الناس كانوا مكربين بقتل عمار حتى معاوية وعمرو

٧ - صحيح مسلم، كتاب بغير وشرائط الساعة، باب لا تقوم الساعة، ج 4، ص 2236.

٨ - هذا على سبيل التبريل كما هو ذات الناظرين من التبريل سليم ما يحالف مدعيهم والقصود منه اسكات الخصم وطمع استدلاله على ميل ارتقاء الصانع بعد الخواص هو الحق

اطلاق البهي عليه بمعنى المعروف^١ - لا يكفر ولا يفسق فان الباشي ليس بكافر لقوله تعالى "وَإِنْ ظَلَمْتُمْ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ أَفْتَنُوا" (الحجرات: 09) فهما مومنون وقال البهي عليه السلام "ان الحسن بن علي رضي الله عنهما يصلح بين الفتنين من المسلمين"^٢ - وقد صالح بين قومه وقوم معاوية رضي الله عنه روى انه جئ به رجل يوم الصلوة عند علي كرم الله وجهه اسيرا وكان من جناب معاوية رضي الله عنه فقال قاتل محبان الله (كان من المسلمين فقال علي رضي الله عنه ما تقول^٣ - انه مسلم وليس بكافر تك.

وليس الباشي بفسق لانه كيف يجوز على طاعة وزبير الميمريين بالجنة الموصوفين بأعلى المناقب واستي الهوانب ارتكاب الفسق والخروج عن العدالة صو. روى عنه عليه السلام انه قال "اول من يثلم سفي رجل من بني امية اسمه يزيد"^٤ - فاعلم ان معاوية رضي الله عنه لم يثلمها ولم يخرج من الحق عندما صو. روى انه شتم رجل معاوية رضي الله عنه عند عمر بن عبدالعزيز سلمه العزيز فعذره بالسوط^٥ - وقيل من شتم معاوية وعمر بن العاص بانهما كفرا على كفر. يصير كلرا شمع فكفوا يا ايها الناس عنهم ولا تذكروهم الا بخير فان ذلك غير كثر. روى الامام احمد في مسنده انه قال عليه السلام "اللهم علم معاوية الكتاب والحساب وله العذاب"^٦ - فانه يدل على ان معاوية رضي الله عنه ليس ما عوذ^٧ في ما فعل لعلي رضي الله عنه صو.

واما بعد وفات علي رضي الله عنه وصلاح الحسن رضي الله عنه معه لخلافته حتى و امامته صدي

^١ - للمعروف البهي هو الخرج بطفلة الامام الحق عاذا راجعنا كتاب "الدر المختار" البهي شرعاهم بالخارجون عن الامام الحق بعير من طوبى حق طيسوا بجنة" (كتاب الجهاد، باب الحاة، ص 398، جزء 06) ولكن الآن لا يجوز إطلاق هذا الاسم على الصحابي لانه في عرف الباهي يمتن للفرد والتماتد والتمرد وهذا سب في حق الصحابي كما قال صدر الشريعة محمد علي الاعظمي في كتابه للمعنى به "بها شرعت"

^٢ - صحيح بخاري، كتاب الصلح، باب قول النبي للحسن النج، جزء 03، ص 186

^٣ - وفي الاصل يقولون والتصحيح من.

^٤ - الصواعق المحرقة، جزء 2، ص 633

^٥ - الصواعق المحرقة، جزء 2، ص 633

^٦ - مسند احمد (ترتيب)، مسند شاميين، حديث المعري باس من ساربه، جزء 28، ص 383

والله ذهب نحو الثقلين الشيخ عبدالقادر الجيلاني واليه تدين بالله الامام الهمام
ابوشكور السالم والشيخ ابن الحجر المكي صاحب صواعق المعركة والله يشهد كلام امام
احمد بن حنبل رحمه الله تعالى وهو المروى عندي ومنعه اكثر الناس وقالوا انه ملك و
امير وليس من الخلفاء والائمة

واحتجوا بوجوه الاول قوله عليه السلام "الخليفة بعدى ثلثون سنة"^١ - وقد تفرغ الثقلون
بعد علي رضي الله عنه او بستة اشهر من خلافة حسن رضي الله عنه. الثاني ان حسن بن علي
رضي الله عنهما لم يسلّم الخلافة اليه باختيار بل بالاضطرار فلا يكون خليفة

الجواب عن الاول ان المراد بالخلافة هي الخلافة الكاملة لا الخلافة مطلقا الا ترى الى حديث
روى بطريق كثيرة وهو انه قال عليه السلام "يكون بعدى اثنا عشر خليفة"^٢ - وقد اتفق
العلماء على وجوب نصب الامام في كل زمان فلو انحصر الخلافة في الثقلين لزم حلوا الامة عن
الامام وهذا ممنوع الثاني ان معاوية رضي الله عنه طلب منه^٣ - الصلح فسلّم اليه
الخلافة مع انه كان ذا عسكر عظيم وهو كة حسنة فلا يتصور منه السكوت عن الحق و
الرضا بالمباطل مع تمكنه عن المقابلة معه والرضى بالمباطل مدلة عظيمة ولذلك لم يرض
علي رضي الله عنه بخلافة معاوية رضي الله عنه وقاتله وان الذي عليه السلام قال له "اذا
ملكك امر هذه الامة فاحسن"^٤ -

و ان الترمذي قد روى انه قال عليه السلام لمعاوية رضي الله عنه "اللهم اجعله
هاديا مهديا"^٥ - فان كل ذلك يدل على اهلوية الخلافة و كونه خليفة فان التغلب فاسق
لا يستحق لان يهتبه النبي ﷺ بالخلافة و يأمر بالاحسان في امر تغليب فيه بل كان يستحق
الزجر والعقاب فهو ان المعاوية رضي الله عنه لو كان يحسن لا يصير اماما مع تسليم
الحسن رضي الله عنه الخلافة اليه لزم رضا الحسن بخلو الامام عن الامة مع وجوب نهي

^١ صحيح ابن حبان كتاب اخباره عليه السلام من مناقب الصحابة ج ١ ص ٣٩٢

^٢ صحيح ابن حبان كتاب اخباره عليه السلام ما يكون في امت الخ ج ١ ص ٤٣

^٣ في الاصل "من الصلح" والنسخ صحيح من نسخة

^٤ الصواعق للمعركة والائمة من حقلنا من سنة ١٠٢ هـ من ٦٢٥ هـ

^٥ سنن ترمذي (بشار) ابواب النافذات مناقب معاوية ج ١ ص ٣٦٩

علينا و ان ذلك ظلم على الرعية فان متر على الذنب ظلم فظهر من ذلك حقيقة خلافة معاوية رضى الله عنه يكفيك هذا المقدار ولا يخفى على من له فهم و ادراك و اما ما نسب اليه و الى عمرو بن العاص رضى الله عنهما ما يستهجن فبعضه ليس بصحيح فان تلك الاخبار ظنية

و صحبة رسول الله ﷺ قطعية فلا يعارض الظنى القطعى و ما صح فيه محامل و تاويلات و لا يذكر التشاجر فان الله يمزع ما فى صدورهم صار اخوانا على سرر متقابلين و لصعوبة المقام انكر بعض الناس تلك الحروب مطلقا و لا شك فى انه مكابر فوالله انكار التواتر

ابطال خلافة يزيد

الفصل التاسع فى ابطال خلافة يزيد بن معاوية عليه ما علم انه زعم بعض الناس ان يزيد صار اماما باتفاق المسلمين و وجب اطاعته على امير المؤمنين حسين بن علي رضى الله عنهما نعوذ بالله من هذا الاعتقاد اين الاتفاق على خلافته و كان سائر الصعابة و اولادهم خارجين عن اطاعته نعم ذهب اليه جماعة من المدينة كرها و جبراً فصاروا قباحة حاله رجعوا الى المدينة و خلعوا بيعته و قالوا انه عدو لله و مستحيل المحارم و شارب الخمر و ترك الصلوة فتظهر منه شنائع لم يظهر من احد سواه ارسل العسكر لتغريب المدينة المطهرة و غير ذلك من جنائته

بيان شبهات الشيعة و الرد عليهم

الفصل الثالث فى رد ابطال الشيعة الشنيعة و اكاذيبهم

الشبهة الاولى:

فمنهم قولهم ان صحبة رسول الله ﷺ اضايعوا حق علي رضى الله عنه و ظلموه و تكفروهم بالصعابة كذلك لعنهم لعنا جميعاً.

الجواب ظاهر فانه لا يتصور من جميع صحبة رسول الله ﷺ الاتفاق على الباطل و الكفر فان هذا مستلزم لفساد الشريعة منهاج القرآن و الاحاديث لوجازت يقصر الافهام عن فهم جميع الاحكام منه فمناط الشريعة هي الاحاديث و لم يروها من رسول الله ﷺ الا اصحابه ولو

١ - هذا الفصل من مصول القسم الثالث من الكتاب و القرينة عليه قوله فى الباب الاول " و لراضى من الاحنلاف شبهات يحيى الكلام

عليها فى القسم الثالث من الكتاب من ما علمى توفيق الوهاب "

كفروا و اتفقوا على الباطل لبطل الاعتماد فيلزم فساد الشريعة و ايضاً القرآن شاهد بعدالة الصحابة و استحكامهم في الاسلام ولو اتفقوا على الباطل لزم رضاء على رضى الله عنه بامر باطل و لا يليق ذلك بشانه و بطلانه و بطلان التقية سيايتت ان شاء الله تعالى و قال الامام العراقي ان محمد سليمان عليه السلام اعقل من الرافضي فاجابناست لنسل "دَعُّوْا قَسِيْكَوْا" -

لَا يَخْطِئُكُمْ شَيْئٌ وَ جُنُودُهُ وَ هُمْ لَا يَشْفَعُونَ" (الحل. 18) حال كونهم غير مشعرين بكم و اما حال كونهم مشعرين فلا يوجبكم فانهم اصحاب السبي عليه السلام و الروافض قالوا ان لصحابة اصاعوا حق عن رضى الله عنه عند مع ان صحابه رسول الله ﷺ افضل من صحابة سليمان عليه السلام ديناً و شرفاً و من جهل الشيعة تكفيراً عليها رضى الله عنه لرضائه الباطل و سامة الكفار فاعتبروا يا اولي الابصار و انظروا الى جهل هؤلاء العجباء الحمقاء و قد سبق الاحاديث النامية عن سبهم و القرآن ممنونشاهم و التوراة قول الانجيل مدكور فيها مدحهم و شانهم

الشبهة الثانية :

منها زعمهم انهم هم الفرقة الناجية المرادة بقوله عليه السلام "الا واحدة" و قد باعشنا بعض الشيعة الشيعة الامامية الجواب انه قد سبق الدليل على ان الفرقة الناجية هي الاشاعرة و ان قولهم انه ينهي مخالفة الفرقة الناجية لسائر الفرق امر غير معقول بل لا يخفى على العاقل انه يستدل على حقيقة الامر بموافقة العقلاء عليه و اما لانهم ان الشيعة يخنفون سائر الفرق في الاعتقادات بل هم يوافقون المعتزلة في سائر المسائل الاعتقادية الا في بعض مسائل الامامة هي من الفروع ح و انه قد وقع في كتاب الله تعالى و احاديث رسول الله ﷺ وصف الايمان بالبروز و الظهور و العلو و لا يخفى ان الشيعة يوجبون التقية و يخفون مذهبهم كما يحل المراقبة فيها و ان الدال على جهلهم انهم يقولون ان علياً رضى الله عنه كان الها او نبيا او شريكاً في السوء مما لا شك في بطلانه و كذا اكثر الاولين بل كلها مردودة بالبراهين القطعية و الحجج الساطعة كما لا يخفى بيان تمسك الشيعة على افضلية عن رضى الله عنه و الرد عليهم

الشبهة الثالثة:

منها قولهم يجب ان يكون الامام الفضل اهل زمانه وعاصمهم ان امامة المفضل
قبيلة عقلاو الافضل على كرم الله وجهه بوجود آية البياضة "قَدْ خَلَقْنَاكَ يُنُو" جادلوك
يا محمد بن النصارى في حق عيسى عليه السلام ويقول انه هو ابن الله وغير ذلك مما قالوا
لعنهم الله تعالى "مَنْ تَغْيِرَ مَا جَاءَتْ مِنَ الْغَيْمِ فَقُلْ تَقَالُوا هُمُوا يَا أَيُّهَا النَّصَارَى تَدْعُ
أَبْنَاءَنَا وَابْنَاءَكُمْ وَيَسَاءَلُنَا وَيَسْأَلُكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ يَدْعُ كُلُّ مَثَلٍ مِمَّا
فَعَلْنَا ثُمَّ كُنْتُمْ تُنْفِرُونَ" فنقول جهة انه عن الكاذب معا ومكده حتى يهلك الكاذب الجهلة بالفتح
والضم البعثة وجاهل الله لعنه وابعد من رحته واصل افعال هذا ثم استعمل في كل دعاء
يهدد فيه وان لم يكن الدعاء كفى. فَكُنْهُمْ لَعْنَتُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ (آل عمران: 61).^١

دوى انه عليه السلام لما دعاهم الى البياضة قالوا ترجع و ننظر فقال لهم كبرهم
لقد علمتم يا معشر النصارى ان محمدا بنى مرسل ولقد جاءكم بالحق من ربكم والله
ما بهل قوم نبيها الا وقد اهلكوا فارجعوا الى بلادكم فاتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم
فاطمه وحسن وحسين رضوان الله عليهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((اذا
ادعوي فاقبوا)) فقال اسقف نجران (يا معشر النصارى الى لارنى وجوها لوشاء الله ان يزيل
جبل من مكانه لازالته بها فقالوا نقره على دينك و نثبت على ديننا فقال فاسلموا
فابوا قال انجزكم قالوا ما لنا بحرب العرب طاقه ولكن نصالحك على ان لا تقرونا و
لا تخافونا ولا تردنا عن ديننا على ان نودى اليك كل عام الفى حلة الف فى رجب والف فى
صفر وثلاثين درهما من حديد فصالحهم على ذلك^٢ كفى

قالت الروافض ان المراد بانفسنا على رضى الله عنه كما هو راي المفسرين وليس على رضى
الله عنه نفس نهنا بل المراد منه المساوات فى الفضائل سوى النبوة ولا شك ان رسول
الله صلى الله عليه وسلم افضل من الصحابة بل سوى النبوة ايضا فكلنا على رضى الله عنه

الجواب بوجود الاول انه وقع في جامع البيان ان العرب يقول لايمن العمر نفسا. الثاني ان
المراد هو المحبة والعقرب كما يقال للمحب نفسي لا المساواة. الفضل والقرول بآية النبوة

١- تفسير كشف، جزء ١ ص 395

٢- تفسير كشف، جزء ١ ص 396

مستثناة تكلف بعين. الثالث ان ذلك الما يدل على فضله وشرفه ولا تذكره وما على المطلوب يدل فان المطلوب كثرة الثواب عند الله تعالى سبحانه فهو رابع ان العام اذا خص منه البعض لا يصح جهة في البواني على الصحيح الخامس منع ان المراد هو على رضى الله عنه وحده بل جميع اقربائه وخدمه عليه السلام فهو

الوجه الثاني

من الوجوه التي يستدل بها الشيعة على الفضيلة على رضى الله عنه الاستدلال بقوله تعالى "قَالَ اللَّهُ هُوَ مَوْلَايَ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ" (التحریم: 04) يعني عليها رضى الله عنه كذا نقله كثير من المفسرين والمولى بمعنى الناصر ونعزته عليه السلام من اعظم العبادات فاختصاص على رضى الله عنه بها يدل على الفضيلة

الجواب بوجه الاول انه معارض بما عليه الاكثر من عموم الا بقله ولغيره فهو الثاني انه معارض بما عليه بعضهم من ان المراد به ابو بكر وعمر رضى الله عنهما فهو الثالث ما سبق في المقدمة ان فضل المفضل في بعض الامور لا يتأثر في الفضيلة. الرابع ما مر آنفا من ان المراد كثرة الثواب وذلك لا يدل الا على اتصاله بذلك الكمال والفضيلة ولا يتأثر المطلوب به

الوجه الثالث

من الوجوه التي يستدل بها الشيعة الفضيلة على رضى الله عنه الاستدلال بقوله عليه السلام "اراد مدينة العلم وعلى بابها" "سواء اقصاكم على رضى الله عنه" "سواء الا فضل اعلم فثبتت اعلميته وقد روى "لولا على لهلك عمر رضى الله عنهما" "سواء من اتى به من الجماعة فقال على رضى الله عنه ان "استطاعا عليها ولا مالى بطنها وكان حرض النبي ﷺ على تعلمه اكثر من غيره وابن عباس رضى الله عنهما روى عن المفسرين تلميذه وهو الذي اسس علم الصرف والنحو ويدعي اكثر سلسلة المشايخ الصوفية وقد عاش صغيرا وكبورا عند رسول الله ﷺ وكان ابو بكر رضى الله عنه عند النبي ﷺ يحضر مرة او مرتين وروى عنه انه

١- مشترك على الصحيحين كتاب معرفة الصحابة، انقضاء اعتراف محمد بن مسلمة الخ، ج 3، ص 137

٢- تثبيت الامامة وترتيب الخلافة لابي عبيد خلائفة امير المؤمنين عمر بن الخطاب، ص 276

٣- الاستيعاب في معرفة الصحابة، تنبيه حروف العيون، باب على بن ابي طالب، ج 3، ص 1103

قال "والله ما من آية نزلت في بحر أو بر أو سهل أو جبل أو سماء أو أرض أو ليل أو نهار إلا أنا أعلم فممن نزلت وفي أي نزلت" - وكان في الفقه والبلاغة بارعا

الجواب عن الحديث الأول بوجود الأول أنه قال هي السنة النبوية وابن جوزي أن الحديث أي أنا مدينة العلم موضوع ولا يخفى مرفعتها في الحديث سيما هي السنة حتى قالوا له هي بعدة من يساويه الثاني أنه لو حكم بصحته أو حسنه كما هو رأي بعض المأخزين

فنقول أنه معارض بحديث الفردوس وهو "أنا مدينة العلم وبوبكر أساسها وعمر حيطانها وعثمان سقفها وعلى بابها" - رضوان الله عليهم أجمعين "فإن هذا الحديث صريح في اعلمية أبي بكر رضي الله عنه فإن أساس الحيطان والسقف والباب على الأساس

الثالث أن لفظ عن الواقع في الحديث لمس المراد منه على المرتضى كرم الله وجهه بل محمول على المعنى اللغوي بمعنى ذي العلو على طريق قرآن قال وهذا صراط على مستقيم يرفع على الرابع أن الحديث لا يفتحي اعلميته بل وصفه بالعلم.

فإن قيل كيف وقيل من أراد العلم "فبآيات الباب" ولا شك أن من يدخل المدينة يدخلها من الباب قيل أن الناس كثيرا ما يقصد غير العلم لغرض آخر أو لوضوح كلامه هو والجواب ((عن)) إقضاكم على رضي الله عنه أنه محتمل أن يكون خطابا لبعض الصحابة كما يدل عليه قصته وهو أنه عليه السلام كان جالسا في بعض أصحابه فجاء رجلان يتعاصمان يقول أحدهما إن بقرته يقتل حماري فقال بعضهم أنه ليس على الحيوان ضمان فقال النبي ﷺ لعن رضي الله عنه أقض بهما فقال أحدهما إن بقرته كان مطلقا وحماري كان مشدودا فقال على رضي الله عنه عليه الضمان.

والجواب عن قصة عمر رضي الله عنه بعد صحتها وجود الأول أنه محتمل أن عمر رضي الله عنه لم يتنبه على حملها الثاني أن المعتمد يخطئ ويصيب وتخطئة المعتمد معجزة لا يضر في اعلميته الا ترى أن التلميذ قد صدر تخطئة الاستاذ ولا يفيد اعلميته من الاستاذ بل غاية ما لم يلزم منه هي ذكاء التلميذ وعلمه والجواب عن البواقي كما يدل على فضيلته

١- إحداهما ولكن وحديث بمعناه في "الأمثليات" وللوصوف في كتب التصوف ص 58 وهي "حلية الأرواح" للهاجر من

الصحابة رجز 01 ص 67

٢- الفردوس يأنور الخطيب باب الألف رجز 01 ص 43

لا على الفضيلة ومع هذا معارض كل ذلك بأحاديث تدل على اعلمية ابي بكر رضى الله عنه

من سائر الاصحاب فلنذكر بعضها

بيان الاحاديث على اعلمية ابي بكر رضى الله عنه

روى ابن عساكر انه قال عليه السلام "اتاني جبريل عليه السلام فقال لي 'ان الله يأمرك ان تستشير بالابكر رضى الله عنه' " - روى الطبراني حديثا فيه انه قال عليه السلام "ان ابكر رضى الله عنه" ان الله يكره ان يخطا ابو بكر رضى الله عنه" - روى الديلمي و ابن عساكر انه قال عليه السلام "امرت ان اولي الرويا ابا بكر رضى الله عنه" - لهذا كان يعبر الرويالى محضر رسول الله ﷺ وايضا مختلفوا في ميراثه عليه السلام فروى "نحو معاصر الانبياء لا يورث احدو ماتر كناه و هو صدقة" - وفي مدغنه وقال بعضهم يدفن ببكة الشريفة فانه يدشاة و مولدة وقال بعضهم دفن في المسجد وقال بعضهم يوضع في البقيع وقال بعضهم يوضع الى بيت المقدس لانه مقبرة الانبياء. على سبيلنا و عليهم السلام و روى ابو بكر رضى الله عنه عن رسول الله ﷺ "ما من نبي يقبض الا دفن تحت مضجعه الذي مات فيه" - فثبت من كل ذلك اعلمية ابي بكر رضى الله عنه

الوجه الرابع

من الوجوه التي يستدل به الشيعة على الفضيلة على رضى الله عنه شهادته كما يشهد به المفازي منها غروة خيبر و واقعة بدر و غير ذلك و وضعوا في ذلك حديثا هو "لا نرى الا على رضى الله عنه ولا سيف الا ذو الفقار" -¹

الجواب من ذلك ان شهادة على رضى الله عنه لا يضرنا بل نؤمن بها و انما يضرنا عدم وجودها في ابي بكر رضى الله عنه وقد ثبت ان ابا بكر رضى الله عنه كان شجاعا ذا استقلال و ثبت في امور

١ - تاريخ دمشق، حرف العيم، ج 20، ص 129

٢ - مسند الشاميين للطبراني، ما انتهى اليها من مسند الوضين، ج 1، ص 344

٣ - الصواعق المحرقة، الفصل الخامس، ج 1، ص 87

٤ - ارشاد الساري، كتاب المغلبي، باب قتل كعب بن اشرف، ج 6، ص 283

٥ - تاريخ الخلفاء، الخلفاء الراشدين، الخليفة الاول، ابو بكر الصديق، ص 60

٦ - مرقد الفاتح، كتاب الجهاد، باب قسمه المناقب، ج 6، ص 2593

محمود فيها الناس. منها يوم مات رسول الله ﷺ حتى عمر رضي الله عنه صوفيه وقال القتل من قال انه مات رسول الله ﷺ حتى جاء ابو بكر رضي الله عنه وكشف اليرقع عن وجهه وبكى و اسكن عمر رضي الله عنه منها غزو قاهل الردف من الاعراب المتكرين للصلوة والزكاة مع انه يفرز اولائي ذلك وصنع الصحابة فقالوا الف للويهم ثم تمهروا في ذلك وقاتلوهم منها صاروا عن علي رضي الله عنه انه قال رثينا القريش اخذوا رسول الله ﷺ ويتهاشنون معه فلم يذهب منا احد الا ابو بكر رضي الله عنه فزدهم وقال القتلون رجلا ان يقول ربي الله فقال علي رضي الله عنه للقوم الا فضل مومن آل فرعون ام ابو بكر فمسكوا فقال علي رضي الله عنه الا فضل ابو بكر رضي الله عنه لما انه ظهر الاسلام واعفاه مومن آل فرعون - روى احمد و ابو يعلى والحاكم عن علي رضي الله عنه انه قال عليه السلام لا يكره رضي الله عنه وله "مع احد كما جردل ومع الاخر ميكايل عليها السلام".¹

قال بعض العلماء انه مما يدل على اشعية ابي بكر رضي الله عنه من علي كرم الله وجهه انه اخذ رسول الله ﷺ عليه رضي الله عنه بلن يقتله² - ابن ماجه فلم يكن يتفكر وكان يقع في صف عدو ولا خوف ودهشة لما انه علم لا يقتله الا ابن بلجم وكان في الحرب كانه نائم على فراشه آمنا بخلاف ابي بكر رضي الله عنه فانه لم يخلو بشيء من ذلك فكان هذا مظنة الخوف والهلاك فيقول ابي بكر رضي الله عنه في تلك الهلاك صفة ليس في علي رضي الله عنه صو ذكر بعضهم في تصانيفه ان حديث "لا تلي الا على و لا سيف الا في البقار" لا اصل له و لا يعتمد عليه³ - وروى انه نادى بذلك يوم بدر و مما يدل على بطلانه انه لو كان كذلك

¹ - مستدرر، مستدر علي بن ابي طالب، ج 3، ص 14

² - مستدرر، مستدر علي بن ابي طالب، ج 3، ص 283

³ - مؤيد الاصل "بأن لفظه" والصحيح "م"

⁴ - قال علي الفدي "حديث" لا سيف الا ذو الفقار ولا تلي الا على "لا اصل له مما يعتمد عليه بصحروى عن ابيه عن الحسن بن عرفة من حديث ابي جعفر محمد بن علي الباقر قال نادى بذلك من السباء يوم بدر فقال له رضوان لا سيف الا ذو الفقار لا تلي الا على وذكره من الرياض النضرة - ثم قال "اقول و مما يدل على بطلانه انه لو روى بهذا من السباء في بعد لسمعه الصحابة الكرام ونقل عنهم الا انه الصمام الى ان قال وهو باطل عملا ونظرا وان كان ذكره ليس مردوى ووجه القسطاس في مواعيه" - (الاسرار المروجة، حروف البود، ص 384) وقال عن ذلك ان "من رواه عيسى بن مهزيب المستعطف ابو موسى وقال ابو حاتم كذاب وقال الدارقطني رجل سوء وقال الخطيب كان من شياطين الرخصة ومرتدته، وقع في كتاب من تصانيفه في الطعن على الصحابة وتكبرهم فقد كف شعري وعظم تصحى مما فيه من اللغو وعانت البلايا" ميرزا الاعتماد بحرف العين، عيسى بن مهزيب، ج 3، ص 324.

لرواه الصحابة والآفة هذا خلاصة كلامه.

الوجه الخامس

التي يستدل الشيعة على الفضلية على رضى الله عنه الأحاديث الموضوعة والاكتئاب الغير المنضبط:

منها ما ذكر انما منها نابعها رضى الله عنه مظهر الجبابرة تعينه عودك في النوائب كل هم وغم اسمها انه قال عليه السلام يا علي رضى الله عنه ادع بصيغة ودواء فاملى رسول الله ﷺ وكتب على رضى الله عنه وشهد جبريل عليه السلام ثم طويت الصحيفة^١ - وقال الامام ((الصنعاني)) انه موضوع على وقال بعض المحققين ان وصايا على رضى الله عنه المصدرة بـ "يا" النداء كلها موضوعة غير قوله عليه السلام "يا علي انت منى محذرة ليعلمون عليه السلام عوملى عليه السلام الا انه لا يلى بعدى".^٢ - على

قال احقر العباد انه قال الأمدى هو من اعلام اهل السنن المتكلمين ان ذلك الحديث غير صحيح مشهور.

ومنها روى التي في اولها "يا على رضى الله عنه افلا تلت علاما صدق في امرها الهى عن الهامة في اوقات مخصوصة".^٣ - على روى منها من فضل على وبين على رضى الله عنه يلعب كذا لا اصل له على ومنها عند الامام الزاهد رضى الله عنه "هذا سيد العرب"^٤ - وله شواهد كلها ضعيفة وصحها الحاكم ولم يخرج هو الشهاب والله اعلم بحقيقته وهو العلامة الغيوب

الجواب على تقدير صحة ما ذهب اليه الحاكم المراد بالسيادة هو الارتفاع لا الفضلية ومع ذلك هي كالتبريد لا عموم فوجاً او انتها ضعيفة بضد ما روى ابن عساكر بلغة "انسيدولدا دم عليه السلام و ابو بكر رضى الله عنه سيد كهول العرب و على سيد شباب العرب".^٥ - سحلى

^١ - الإبرار في معرفة أخبار الرضا عن شرحه في البورج ص 385

^٢ - معرفة النوائب، كتاب الفصاح، ج 6، ص 2267

^٣ - سنن ابن ماجه، باب فضائل اصحاب رسول الله، فضل على بن ابي طالب، ج 1، ص 88

^٤ - لؤلؤ حسان، لصنعاني، ص 27

^٥ - مستدرک على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، قصة اعراس محمد بن مسلم، ج 3، ص 133

^٦ - تاريخ دمشق، حرف العين، ج 30، ص 182

اطلع حادى العلماء على كتاب في مذهب الرافضى فاذا فيه أكاذيب و باطليل و احاديث يقوم المينة على بطلانها

الوجه السادس

من الوجوه التى يستدل الشيعة على افضلية على رضى الله عنه خبر طبر وهو انه اهدى الى النهى عليه السلام طبر مشوى فقال النهم اتى بأحب خدقت اليه يأكل من هذا الطير فأتى على رضى الله عنه واكل ذلك الطير مع الذى صلى الله عليه وسلم ^١ - الجواب انه ليس المراد احب جميع الخلق الا لزم فضله على النهى عليه السلام بل المراد احب بعض خلق.

الوجه السابع

من الوجوه التى يستدل به الشيعة على افضلية على رضى الله عنه قوله عليه السلام في ذى الشدية يقتله غير الخلق و قتله على وقصته انه قتل على الحرورية فظهر منه ذو الشدية ^٢ - الجواب بوجوه الاول انه عام مختص ببعض ^٣ - فلا يصلح جهة المواتى فهو الشالى ان عليها رضى الله عنه ما يشر قتله بل قتل بعض اصحابه فالمراد بالخورية ليس الخورية من جميع الوجوه والارم فضيلة بعض اصحابه عليه وعلى سائر الخلق وهذا باطل اجماعاً. فان قيل انه من قبل بنى الامير المدينة بخلا بصرنا اذ قد سبق ان المراد بالخورية من بعض الوجوه الثالث ان عليها رضى الله عنه كان غير الخلق في زمان قتله لان ذلك بعد الخفاء الشنة قيل هذا الجواب هو الصواب

الوجه الثامن

من الوجوه التى يستدل به الشيعة على افضلية على رضى الله عنه قوله عليه السلام "اعني ووزيري وغير من اتركه بعدى تقضى ديني و ينجز وعدى على من ابي طالب رضى الله عنه" ^٤ - الجواب بعد التسليم انه لا دلالة للاخوة والوزارة على الافضلية واما ما في الكلام فنقول ان بعض ديني مفعول ثان لا ترك او حال من مفعوله فانمى الخيرية في قضاء الدين و

^١ - قريب الترام من شرح نهديت الكلام الباب السادس في السمعية ص 375

^٢ - المختص بذكرى ذكر و معه صفيين باب اخباره بالخو فرج ج 02 ص 250

^٣ - لان الآية مختص من منه

^٤ - في موضوعات لابن الخوري كتاب فضائل و مناقب ج 01 ص 367

المجاز الوعد.

الوجه التاسع

من الوجوه التي يستدل به الشيعة على الفضلية على رضى الله عنه قوله عليه السلام "من اراد ان ينظر الى آدم في علمه و الى نوح في تقواه و الى ابراهيم في علمه و الى موسى في هيبته و الى عيسى في عبادته فلينظر الى علي رضى الله عنه" ^١ فقد ساوى النبي ﷺ بالانبياء المرسلين ولا شك انهم افضل من سائر الصحابة فكذلك علي رضى الله عنه افضل منهم رضوان الله عليهم اجمعين.

الجواب من وجوه الاول ما قال البعض ان في حصة الحديث نظر الثاني ان ذلك متشابه فلا يلزم المساواة الثالث انه لو سلم انه على المساواة في بعض الصفات لا يستلزم المساواة مطلقاً.

الوجه العاشر

من الوجوه التي يستدل به الشيعة على الفضلية على رضى الله عنه "آخ النبي" ^٢ ^٣ ^٤ ^٥ ^٦ ^٧ ^٨ ^٩ ^{١٠} ^{١١} ^{١٢} ^{١٣} ^{١٤} ^{١٥} ^{١٦} ^{١٧} ^{١٨} ^{١٩} ^{٢٠} ^{٢١} ^{٢٢} ^{٢٣} ^{٢٤} ^{٢٥} ^{٢٦} ^{٢٧} ^{٢٨} ^{٢٩} ^{٣٠} ^{٣١} ^{٣٢} ^{٣٣} ^{٣٤} ^{٣٥} ^{٣٦} ^{٣٧} ^{٣٨} ^{٣٩} ^{٤٠} ^{٤١} ^{٤٢} ^{٤٣} ^{٤٤} ^{٤٥} ^{٤٦} ^{٤٧} ^{٤٨} ^{٤٩} ^{٥٠} ^{٥١} ^{٥٢} ^{٥٣} ^{٥٤} ^{٥٥} ^{٥٦} ^{٥٧} ^{٥٨} ^{٥٩} ^{٦٠} ^{٦١} ^{٦٢} ^{٦٣} ^{٦٤} ^{٦٥} ^{٦٦} ^{٦٧} ^{٦٨} ^{٦٩} ^{٧٠} ^{٧١} ^{٧٢} ^{٧٣} ^{٧٤} ^{٧٥} ^{٧٦} ^{٧٧} ^{٧٨} ^{٧٩} ^{٨٠} ^{٨١} ^{٨٢} ^{٨٣} ^{٨٤} ^{٨٥} ^{٨٦} ^{٨٧} ^{٨٨} ^{٨٩} ^{٩٠} ^{٩١} ^{٩٢} ^{٩٣} ^{٩٤} ^{٩٥} ^{٩٦} ^{٩٧} ^{٩٨} ^{٩٩} ^{١٠٠} ^{١٠١} ^{١٠٢} ^{١٠٣} ^{١٠٤} ^{١٠٥} ^{١٠٦} ^{١٠٧} ^{١٠٨} ^{١٠٩} ^{١١٠} ^{١١١} ^{١١٢} ^{١١٣} ^{١١٤} ^{١١٥} ^{١١٦} ^{١١٧} ^{١١٨} ^{١١٩} ^{١٢٠} ^{١٢١} ^{١٢٢} ^{١٢٣} ^{١٢٤} ^{١٢٥} ^{١٢٦} ^{١٢٧} ^{١٢٨} ^{١٢٩} ^{١٣٠} ^{١٣١} ^{١٣٢} ^{١٣٣} ^{١٣٤} ^{١٣٥} ^{١٣٦} ^{١٣٧} ^{١٣٨} ^{١٣٩} ^{١٤٠} ^{١٤١} ^{١٤٢} ^{١٤٣} ^{١٤٤} ^{١٤٥} ^{١٤٦} ^{١٤٧} ^{١٤٨} ^{١٤٩} ^{١٥٠} ^{١٥١} ^{١٥٢} ^{١٥٣} ^{١٥٤} ^{١٥٥} ^{١٥٦} ^{١٥٧} ^{١٥٨} ^{١٥٩} ^{١٦٠} ^{١٦١} ^{١٦٢} ^{١٦٣} ^{١٦٤} ^{١٦٥} ^{١٦٦} ^{١٦٧} ^{١٦٨} ^{١٦٩} ^{١٧٠} ^{١٧١} ^{١٧٢} ^{١٧٣} ^{١٧٤} ^{١٧٥} ^{١٧٦} ^{١٧٧} ^{١٧٨} ^{١٧٩} ^{١٨٠} ^{١٨١} ^{١٨٢} ^{١٨٣} ^{١٨٤} ^{١٨٥} ^{١٨٦} ^{١٨٧} ^{١٨٨} ^{١٨٩} ^{١٩٠} ^{١٩١} ^{١٩٢} ^{١٩٣} ^{١٩٤} ^{١٩٥} ^{١٩٦} ^{١٩٧} ^{١٩٨} ^{١٩٩} ^{٢٠٠} ^{٢٠١} ^{٢٠٢} ^{٢٠٣} ^{٢٠٤} ^{٢٠٥} ^{٢٠٦} ^{٢٠٧} ^{٢٠٨} ^{٢٠٩} ^{٢١٠} ^{٢١١} ^{٢١٢} ^{٢١٣} ^{٢١٤} ^{٢١٥} ^{٢١٦} ^{٢١٧} ^{٢١٨} ^{٢١٩} ^{٢٢٠} ^{٢٢١} ^{٢٢٢} ^{٢٢٣} ^{٢٢٤} ^{٢٢٥} ^{٢٢٦} ^{٢٢٧} ^{٢٢٨} ^{٢٢٩} ^{٢٣٠} ^{٢٣١} ^{٢٣٢} ^{٢٣٣} ^{٢٣٤} ^{٢٣٥} ^{٢٣٦} ^{٢٣٧} ^{٢٣٨} ^{٢٣٩} ^{٢٤٠} ^{٢٤١} ^{٢٤٢} ^{٢٤٣} ^{٢٤٤} ^{٢٤٥} ^{٢٤٦} ^{٢٤٧} ^{٢٤٨} ^{٢٤٩} ^{٢٥٠} ^{٢٥١} ^{٢٥٢} ^{٢٥٣} ^{٢٥٤} ^{٢٥٥} ^{٢٥٦} ^{٢٥٧} ^{٢٥٨} ^{٢٥٩} ^{٢٦٠} ^{٢٦١} ^{٢٦٢} ^{٢٦٣} ^{٢٦٤} ^{٢٦٥} ^{٢٦٦} ^{٢٦٧} ^{٢٦٨} ^{٢٦٩} ^{٢٧٠} ^{٢٧١} ^{٢٧٢} ^{٢٧٣} ^{٢٧٤} ^{٢٧٥} ^{٢٧٦} ^{٢٧٧} ^{٢٧٨} ^{٢٧٩} ^{٢٨٠} ^{٢٨١} ^{٢٨٢} ^{٢٨٣} ^{٢٨٤} ^{٢٨٥} ^{٢٨٦} ^{٢٨٧} ^{٢٨٨} ^{٢٨٩} ^{٢٩٠} ^{٢٩١} ^{٢٩٢} ^{٢٩٣} ^{٢٩٤} ^{٢٩٥} ^{٢٩٦} ^{٢٩٧} ^{٢٩٨} ^{٢٩٩} ^{٣٠٠} ^{٣٠١} ^{٣٠٢} ^{٣٠٣} ^{٣٠٤} ^{٣٠٥} ^{٣٠٦} ^{٣٠٧} ^{٣٠٨} ^{٣٠٩} ^{٣١٠} ^{٣١١} ^{٣١٢} ^{٣١٣} ^{٣١٤} ^{٣١٥} ^{٣١٦} ^{٣١٧} ^{٣١٨} ^{٣١٩} ^{٣٢٠} ^{٣٢١} ^{٣٢٢} ^{٣٢٣} ^{٣٢٤} ^{٣٢٥} ^{٣٢٦} ^{٣٢٧} ^{٣٢٨} ^{٣٢٩} ^{٣٣٠} ^{٣٣١} ^{٣٣٢} ^{٣٣٣} ^{٣٣٤} ^{٣٣٥} ^{٣٣٦} ^{٣٣٧} ^{٣٣٨} ^{٣٣٩} ^{٣٤٠} ^{٣٤١} ^{٣٤٢} ^{٣٤٣} ^{٣٤٤} ^{٣٤٥} ^{٣٤٦} ^{٣٤٧} ^{٣٤٨} ^{٣٤٩} ^{٣٥٠} ^{٣٥١} ^{٣٥٢} ^{٣٥٣} ^{٣٥٤} ^{٣٥٥} ^{٣٥٦} ^{٣٥٧} ^{٣٥٨} ^{٣٥٩} ^{٣٦٠} ^{٣٦١} ^{٣٦٢} ^{٣٦٣} ^{٣٦٤} ^{٣٦٥} ^{٣٦٦} ^{٣٦٧} ^{٣٦٨} ^{٣٦٩} ^{٣٧٠} ^{٣٧١} ^{٣٧٢} ^{٣٧٣} ^{٣٧٤} ^{٣٧٥} ^{٣٧٦} ^{٣٧٧} ^{٣٧٨} ^{٣٧٩} ^{٣٨٠} ^{٣٨١} ^{٣٨٢} ^{٣٨٣} ^{٣٨٤} ^{٣٨٥} ^{٣٨٦} ^{٣٨٧} ^{٣٨٨} ^{٣٨٩} ^{٣٩٠} ^{٣٩١} ^{٣٩٢} ^{٣٩٣} ^{٣٩٤} ^{٣٩٥} ^{٣٩٦} ^{٣٩٧} ^{٣٩٨} ^{٣٩٩} ^{٤٠٠} ^{٤٠١} ^{٤٠٢} ^{٤٠٣} ^{٤٠٤} ^{٤٠٥} ^{٤٠٦} ^{٤٠٧} ^{٤٠٨} ^{٤٠٩} ^{٤١٠} ^{٤١١} ^{٤١٢} ^{٤١٣} ^{٤١٤} ^{٤١٥} ^{٤١٦} ^{٤١٧} ^{٤١٨} ^{٤١٩} ^{٤٢٠} ^{٤٢١} ^{٤٢٢} ^{٤٢٣} ^{٤٢٤} ^{٤٢٥} ^{٤٢٦} ^{٤٢٧} ^{٤٢٨} ^{٤٢٩} ^{٤٣٠} ^{٤٣١} ^{٤٣٢} ^{٤٣٣} ^{٤٣٤} ^{٤٣٥} ^{٤٣٦} ^{٤٣٧} ^{٤٣٨} ^{٤٣٩} ^{٤٤٠} ^{٤٤١} ^{٤٤٢} ^{٤٤٣} ^{٤٤٤} ^{٤٤٥} ^{٤٤٦} ^{٤٤٧} ^{٤٤٨} ^{٤٤٩} ^{٤٥٠} ^{٤٥١} ^{٤٥٢} ^{٤٥٣} ^{٤٥٤} ^{٤٥٥} ^{٤٥٦} ^{٤٥٧} ^{٤٥٨} ^{٤٥٩} ^{٤٦٠} ^{٤٦١} ^{٤٦٢} ^{٤٦٣} ^{٤٦٤} ^{٤٦٥} ^{٤٦٦} ^{٤٦٧} ^{٤٦٨} ^{٤٦٩} ^{٤٧٠} ^{٤٧١} ^{٤٧٢} ^{٤٧٣} ^{٤٧٤} ^{٤٧٥} ^{٤٧٦} ^{٤٧٧} ^{٤٧٨} ^{٤٧٩} ^{٤٨٠} ^{٤٨١} ^{٤٨٢} ^{٤٨٣} ^{٤٨٤} ^{٤٨٥} ^{٤٨٦} ^{٤٨٧} ^{٤٨٨} ^{٤٨٩} ^{٤٩٠} ^{٤٩١} ^{٤٩٢} ^{٤٩٣} ^{٤٩٤} ^{٤٩٥} ^{٤٩٦} ^{٤٩٧} ^{٤٩٨} ^{٤٩٩} ^{٥٠٠} ^{٥٠١} ^{٥٠٢} ^{٥٠٣} ^{٥٠٤} ^{٥٠٥} ^{٥٠٦} ^{٥٠٧} ^{٥٠٨} ^{٥٠٩} ^{٥١٠} ^{٥١١} ^{٥١٢} ^{٥١٣} ^{٥١٤} ^{٥١٥} ^{٥١٦} ^{٥١٧} ^{٥١٨} ^{٥١٩} ^{٥٢٠} ^{٥٢١} ^{٥٢٢} ^{٥٢٣} ^{٥٢٤} ^{٥٢٥} ^{٥٢٦} ^{٥٢٧} ^{٥٢٨} ^{٥٢٩} ^{٥٣٠} ^{٥٣١} ^{٥٣٢} ^{٥٣٣} ^{٥٣٤} ^{٥٣٥} ^{٥٣٦} ^{٥٣٧} ^{٥٣٨} ^{٥٣٩} ^{٥٤٠} ^{٥٤١} ^{٥٤٢} ^{٥٤٣} ^{٥٤٤} ^{٥٤٥} ^{٥٤٦} ^{٥٤٧} ^{٥٤٨} ^{٥٤٩} ^{٥٥٠} ^{٥٥١} ^{٥٥٢} ^{٥٥٣} ^{٥٥٤} ^{٥٥٥} ^{٥٥٦} ^{٥٥٧} ^{٥٥٨} ^{٥٥٩} ^{٥٦٠} ^{٥٦١} ^{٥٦٢} ^{٥٦٣} ^{٥٦٤} ^{٥٦٥} ^{٥٦٦} ^{٥٦٧} ^{٥٦٨} ^{٥٦٩} ^{٥٧٠} ^{٥٧١} ^{٥٧٢} ^{٥٧٣} ^{٥٧٤} ^{٥٧٥} ^{٥٧٦} ^{٥٧٧} ^{٥٧٨} ^{٥٧٩} ^{٥٨٠} ^{٥٨١} ^{٥٨٢} ^{٥٨٣} ^{٥٨٤} ^{٥٨٥} ^{٥٨٦} ^{٥٨٧} ^{٥٨٨} ^{٥٨٩} ^{٥٩٠} ^{٥٩١} ^{٥٩٢} ^{٥٩٣} ^{٥٩٤} ^{٥٩٥} ^{٥٩٦} ^{٥٩٧} ^{٥٩٨} ^{٥٩٩} ^{٦٠٠} ^{٦٠١} ^{٦٠٢} ^{٦٠٣} ^{٦٠٤} ^{٦٠٥} ^{٦٠٦} ^{٦٠٧} ^{٦٠٨} ^{٦٠٩} ^{٦١٠} ^{٦١١} ^{٦١٢} ^{٦١٣} ^{٦١٤} ^{٦١٥} ^{٦١٦} ^{٦١٧} ^{٦١٨} ^{٦١٩} ^{٦٢٠} ^{٦٢١} ^{٦٢٢} ^{٦٢٣} ^{٦٢٤} ^{٦٢٥} ^{٦٢٦} ^{٦٢٧} ^{٦٢٨} ^{٦٢٩} ^{٦٣٠} ^{٦٣١} ^{٦٣٢} ^{٦٣٣} ^{٦٣٤} ^{٦٣٥} ^{٦٣٦} ^{٦٣٧} ^{٦٣٨} ^{٦٣٩} ^{٦٤٠} ^{٦٤١} ^{٦٤٢} ^{٦٤٣} ^{٦٤٤} ^{٦٤٥} ^{٦٤٦} ^{٦٤٧} ^{٦٤٨} ^{٦٤٩} ^{٦٥٠} ^{٦٥١} ^{٦٥٢} ^{٦٥٣} ^{٦٥٤} ^{٦٥٥} ^{٦٥٦} ^{٦٥٧} ^{٦٥٨} ^{٦٥٩} ^{٦٦٠} ^{٦٦١} ^{٦٦٢} ^{٦٦٣} ^{٦٦٤} ^{٦٦٥} ^{٦٦٦} ^{٦٦٧} ^{٦٦٨} ^{٦٦٩} ^{٦٧٠} ^{٦٧١} ^{٦٧٢} ^{٦٧٣} ^{٦٧٤} ^{٦٧٥} ^{٦٧٦} ^{٦٧٧} ^{٦٧٨} ^{٦٧٩} ^{٦٨٠} ^{٦٨١} ^{٦٨٢} ^{٦٨٣} ^{٦٨٤} ^{٦٨٥} ^{٦٨٦} ^{٦٨٧} ^{٦٨٨} ^{٦٨٩} ^{٦٩٠} ^{٦٩١} ^{٦٩٢} ^{٦٩٣} ^{٦٩٤} ^{٦٩٥} ^{٦٩٦} ^{٦٩٧} ^{٦٩٨} ^{٦٩٩} ^{٧٠٠} ^{٧٠١} ^{٧٠٢} ^{٧٠٣} ^{٧٠٤} ^{٧٠٥} ^{٧٠٦} ^{٧٠٧} ^{٧٠٨} ^{٧٠٩} ^{٧١٠} ^{٧١١} ^{٧١٢} ^{٧١٣} ^{٧١٤} ^{٧١٥} ^{٧١٦} ^{٧١٧} ^{٧١٨} ^{٧١٩} ^{٧٢٠} ^{٧٢١} ^{٧٢٢} ^{٧٢٣} ^{٧٢٤} ^{٧٢٥} ^{٧٢٦} ^{٧٢٧} ^{٧٢٨} ^{٧٢٩} ^{٧٣٠} ^{٧٣١} ^{٧٣٢} ^{٧٣٣} ^{٧٣٤} ^{٧٣٥} ^{٧٣٦} ^{٧٣٧} ^{٧٣٨} ^{٧٣٩} ^{٧٤٠} ^{٧٤١} ^{٧٤٢} ^{٧٤٣} ^{٧٤٤} ^{٧٤٥} ^{٧٤٦} ^{٧٤٧} ^{٧٤٨} ^{٧٤٩} ^{٧٥٠} ^{٧٥١} ^{٧٥٢} ^{٧٥٣} ^{٧٥٤} ^{٧٥٥} ^{٧٥٦} ^{٧٥٧} ^{٧٥٨} ^{٧٥٩} ^{٧٦٠} ^{٧٦١} ^{٧٦٢} ^{٧٦٣} ^{٧٦٤} ^{٧٦٥} ^{٧٦٦} ^{٧٦٧} ^{٧٦٨} ^{٧٦٩} ^{٧٧٠} ^{٧٧١} ^{٧٧٢} ^{٧٧٣} ^{٧٧٤} ^{٧٧٥} ^{٧٧٦} ^{٧٧٧} ^{٧٧٨} ^{٧٧٩} ^{٧٨٠} ^{٧٨١} ^{٧٨٢} ^{٧٨٣} ^{٧٨٤} ^{٧٨٥} ^{٧٨٦} ^{٧٨٧} ^{٧٨٨} ^{٧٨٩} ^{٧٩٠} ^{٧٩١} ^{٧٩٢} ^{٧٩٣} ^{٧٩٤} ^{٧٩٥} ^{٧٩٦} ^{٧٩٧} ^{٧٩٨} ^{٧٩٩} ^{٨٠٠} ^{٨٠١} ^{٨٠٢} ^{٨٠٣} ^{٨٠٤} ^{٨٠٥} ^{٨٠٦} ^{٨٠٧} ^{٨٠٨} ^{٨٠٩} ^{٨١٠} ^{٨١١} ^{٨١٢} ^{٨١٣} ^{٨١٤} ^{٨١٥} ^{٨١٦} ^{٨١٧} ^{٨١٨} ^{٨١٩} ^{٨٢٠} ^{٨٢١} ^{٨٢٢} ^{٨٢٣} ^{٨٢٤} ^{٨٢٥} ^{٨٢٦} ^{٨٢٧} ^{٨٢٨} ^{٨٢٩} ^{٨٣٠} ^{٨٣١} ^{٨٣٢} ^{٨٣٣} ^{٨٣٤} ^{٨٣٥} ^{٨٣٦} ^{٨٣٧} ^{٨٣٨} ^{٨٣٩} ^{٨٤٠} ^{٨٤١} ^{٨٤٢} ^{٨٤٣} ^{٨٤٤} ^{٨٤٥} ^{٨٤٦} ^{٨٤٧} ^{٨٤٨} ^{٨٤٩} ^{٨٥٠} ^{٨٥١} ^{٨٥٢} ^{٨٥٣} ^{٨٥٤} ^{٨٥٥} ^{٨٥٦} ^{٨٥٧} ^{٨٥٨} ^{٨٥٩} ^{٨٦٠} ^{٨٦١} ^{٨٦٢} ^{٨٦٣} ^{٨٦٤} ^{٨٦٥} ^{٨٦٦} ^{٨٦٧} ^{٨٦٨} ^{٨٦٩} ^{٨٧٠} ^{٨٧١} ^{٨٧٢} ^{٨٧٣} ^{٨٧٤} ^{٨٧٥} ^{٨٧٦} ^{٨٧٧} ^{٨٧٨} ^{٨٧٩} ^{٨٨٠} ^{٨٨١} ^{٨٨٢} ^{٨٨٣} ^{٨٨٤} ^{٨٨٥} ^{٨٨٦} ^{٨٨٧} ^{٨٨٨} ^{٨٨٩} ^{٨٩٠} ^{٨٩١} ^{٨٩٢} ^{٨٩٣} ^{٨٩٤} ^{٨٩٥} ^{٨٩٦} ^{٨٩٧} ^{٨٩٨} ^{٨٩٩} ^{٩٠٠} ^{٩٠١} ^{٩٠٢} ^{٩٠٣} ^{٩٠٤} ^{٩٠٥} ^{٩٠٦} ^{٩٠٧} ^{٩٠٨} ^{٩٠٩} ^{٩١٠} ^{٩١١} ^{٩١٢} ^{٩١٣} ^{٩١٤} ^{٩١٥} ^{٩١٦} ^{٩١٧} ^{٩١٨} ^{٩١٩} ^{٩٢٠} ^{٩٢١} ^{٩٢٢} ^{٩٢٣} ^{٩٢٤} ^{٩٢٥} ^{٩٢٦} ^{٩٢٧} ^{٩٢٨} ^{٩٢٩} ^{٩٣٠} ^{٩٣١} ^{٩٣٢} ^{٩٣٣} ^{٩٣٤} ^{٩٣٥} ^{٩٣٦} ^{٩٣٧} ^{٩٣٨} ^{٩٣٩} ^{٩٤٠} ^{٩٤١} ^{٩٤٢} ^{٩٤٣} ^{٩٤٤} ^{٩٤٥} ^{٩٤٦} ^{٩٤٧} ^{٩٤٨} ^{٩٤٩} ^{٩٥٠} ^{٩٥١} ^{٩٥٢} ^{٩٥٣} ^{٩٥٤} ^{٩٥٥} ^{٩٥٦} ^{٩٥٧} ^{٩٥٨} ^{٩٥٩} ^{٩٦٠} ^{٩٦١} ^{٩٦٢} ^{٩٦٣} ^{٩٦٤} ^{٩٦٥} ^{٩٦٦} ^{٩٦٧} ^{٩٦٨} ^{٩٦٩} ^{٩٧٠} ^{٩٧١} ^{٩٧٢} ^{٩٧٣} ^{٩٧٤} ^{٩٧٥} ^{٩٧٦} ^{٩٧٧} ^{٩٧٨} ^{٩٧٩} ^{٩٨٠} ^{٩٨١} ^{٩٨٢} ^{٩٨٣} ^{٩٨٤} ^{٩٨٥} ^{٩٨٦} ^{٩٨٧} ^{٩٨٨} ^{٩٨٩} ^{٩٩٠} ^{٩٩١} ^{٩٩٢} ^{٩٩٣} ^{٩٩٤} ^{٩٩٥} ^{٩٩٦} ^{٩٩٧} ^{٩٩٨} ^{٩٩٩} ^{١٠٠٠} ^{١٠٠١} ^{١٠٠٢} ^{١٠٠٣} ^{١٠٠٤} ^{١٠٠٥} ^{١٠٠٦} ^{١٠٠}

الى قوله تعالى في حق اهل بيته "وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ" (البقرة: 34) فالعبارة العامة
الشبهة الرابعة:

منها قولهم ان اهل السنة يقولون ان الله سبحانه وصلى الله عليه وسلم اهل بيته صلى الله عليه وسلم بانه صاحب
رسول الله ﷺ حيث قال سبحانه "إِذْ يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ رِضًا حَبِيبًا" ابي بكر رضي الله عنه لا
تُحَرِّزُ" قاله حين كان في الغار والكفار على راسه لخلاف ابي بكر رضي الله عنه من ان يهدما
الكفار "إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا" (التوبة: 40) ولا تري في ذلك شرفا لابي بكر رضي الله عنه فان الله سبحانه
لقد قال في سورة الكهف في بيان قصة يهودا وقطروس و كان الاول على دين الهدى والثاني
كافر قال يهودا انه صاحب قطروس وَهُوَ لِحَاوِرَةَ اَيِّ مَعَادِلِهِ" أَكْفَرْتُ بِاللَّهِ خَلَقَكَ مِنْ
تُرَابٍ" (الكهف: 37) فقد قال الله سبحانه في حق الكافرين صاحب اليوم من فلامدح في ذلك.
الجواب اننا نقول ان مجرد الصحة كافي في الشرف بل نقول ان الصحة التي كانت لابي
بكر رضي الله عنه مع رسول الله ﷺ دال دلالة واضحة على شرفه فانه ترك امواله و اوطانه و
هاجر مع منبج الله ﷺ و جفاه مع الخوف العظيم والخطر الجسيم و بذل مهجته في سبيل
الله ورسوله عز وجل و ﷺ مع انه لم يمت ايمانه معه . وكل ذلك علامة المحبة والصداقة و
المودة وقوله تعالى "وَهُوَ لِحَاوِرَةَ" يدل على البعادي والفاصلة وهو نص في ذمه لبا انه حاور
من دعا الى الدين المستقيم و الآية السابقة تدل على فضل ابي بكر رضي الله عنه ولا نقول
ان المعايير بدون الايمان كافية في الشرف فلا يرد الاعتراض بان طالب بل الايمان و
المعايير من دلائل الشرف وقد ثبتنا بين محمد ﷺ و ابي بكر رضي الله عنه.

الشبهة الخامسة:

ومنها ان فاطمة رضي الله عنها وجدت غيبته على ابي بكر رضي الله عنه ولم تكلمه حتى
ما أتته ليأمنها ميراث رسول الله صلى الله عليه وسلم" كما وقع في صحيح البخاري وقد
وقع فيه أيضا من مناقب فاطمة رضي الله عنها" انه قال عليه السلام "من اغضبها فقد
اغضبني" "سوى خير آخر" من اذاها فقد اذاني" "فيلزم من ذلك ان ابي بكر رضي الله عنه

١- وفي الاصل "بطلان ابي طالب" والتصحيح متى

٢- صحيح بخاري، كتاب الميراث، باب قول النبي الخ ج ٥٥، ص 149

٣- صحيح بخاري، كتاب اصحاب النبي، باب مناقب من ربه رسول الله ج ٥٥، ص 21

٤- مستدرى على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، مناقب فاطمة، ج ٣، ص 173

اذى رسول الله ﷺ و اغضبه "إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَ
الْآخِرَةِ" (الاحزاب: 57)

الجواب بوجوه الاول ان مراد رسول الله ﷺ ان من اغضبها و اذاها - اغضبها و اذاها و
ابو بكر رضى الله عنه لم يرد ذلك بل قصداظهار الحق فوجدت عليه بمقتضى
البشرية ساعة ثم زالت غضبها ولم تكلمه لعدم حصول الملاقاة او عدم وقوع الحاجة
التكلم معه . الثانى ان معنى قوله عليه السلام من اغضبها و اذاها بغیر حق . الثالث انه
ليس معنى الآية ان كل من اذى رسول الله ﷺ فهو ملعون كيف و اتكلمت امته المعاصي
يغضبه و يؤذيه مع ان مرتكب الكبير قلبيس يكفر على ما يدرهن في علم الكلام

مباحث حديث القرطاس

الشبهة السادسة:

منها الاستدلال على تمتع عمر رضى الله عنه بما رواه البخارى في باب كتابة العلم من انه
لما اشتد بالنبى ﷺ وجعه في ايام مات فيها فقال لاصحابه ايتوني بكتاب اى
بأدوات الكتابة واسماها كرسى (اكتب) مجزوم جواب للامر و يجوز الرفع للاستيفان كرسى
اى امر بالكتابة او نقول ان للامى من لم يحسن الكتابة لا من لم يكتب اصلاً وقد ثبت ان
رسول الله ﷺ كتب بيده كرسى (لا تظلموا) بفتح التاء و كسر الضاد قسط نفى وقد حذف العون
لانه يدل من جواب الامر وقد يجوز البعض لقد و جواب الامر بلا عطف كرسى (يحدثه) قال
عمر رضى الله عنه (لما صحبته رضوان الله عليهم) ان النبى ﷺ غلبه الوجع و عندما كتاب الله
حسبنا فاعتلوا) اى الصحابة (فقال بعضهم بالأتين و وافق بعضهم عمر رضى الله عنه
و كثر اللفظ بفتح اللام و سيكون الغن المعجمة و الظاء بمعنى الصوت) وقال رسول الله ﷺ
قوموا عني ولا ينهني عندي التنازع فاعل ينهني (مخرج ابن عباس رضى الله عنهما) من
المكان الذى يحدث فيه² - لا من عند رسول الله ﷺ قسط وهو (يقول ان الرزية) بفتح الراء

1 - لم ينصح لنا من المخطوط و الجواب هذا "يقول الايدى اللهى عنه تها هو الناس من هوى النفس و وسوسة الشيطان و اما الذى يحصل

من اظهار امر الحق على رضى القراء و السنة فليس بمسحوق و لا متهنى عنه (رسالة رد الروافض للشيخ احمد السريدى، ص 11) و قال

الدواني "ليس معها باخى ادى لها" (المصحح الباهرة، المعجل الخامس، ص 287)

2 - اى من المكان الذى كان به عند ما تحدث بهذا الحديث.

المهلمة وكسر الزاء المعجمة وبعدها ياء ساكنة ثم همزة وقد قلبت ياء وادغمت بمعنى المصيبة قسط (كل الرزية) كل منصوب على انه تاكيد للاول او ما حال الذي همز ابن رسول الله ﷺ وبين كتابه^١ - وروى هو ايضا في باب مرض رسول الله ﷺ ووفاته انه قال عليه السلام دعوني فالذي انا فيه غير مما تدعوني اليه.^٢

للشيعة شبهتان

فللشيعة ههنا شبهتان الاول ما قالوا ان رسول الله ﷺ اراد ان يكتب كتاب الخلافة لعل كرم الله وجهه ونهى عمر رضي الله عنه عن ذلك بسبب عداوته مع علي رضي الله عنه الثانية انه ما قالوا كان كتاب وحي واراد رسول الله ﷺ كتابته بسبب نزول الوحي بذلك "وَمَنْ لَمْ يُنْكِرْهُ بَعْدَ أَلْزَلٍ فَلَهُ قَاطِبُكَ فَهُوَ الْكَافِرُ" (المائدة: 44) الجواب عنه ان العلماء اختلفوا فيما اراد النبي ﷺ كتابته فقال البعض انه اراد كتابة اسم الخليفة فذهب الاخرون الى انه اراد كتابة احكام الشريعة فان قلنا انه اراد ان يكتب اسم الخليفة على ما ايداه القسطلاني كيلا يختلف الناس فيؤيدهم الى الضلال فنقول انه كان يكتب الخلافة لاني بكر رضي الله عنه قسط . يدل على ذلك ما رواه مسلم واحمد وغيرهما انه قال عليه السلام لعائشة رضي الله عنها "ادعي لي اباك واحاك حق اكتب فاني اخاف ان يتمني ويقول القائل انا اول و يا بني الله و اليومنون الا ابا بكر رضي الله عنه"^٣ وفي رواية "انه قال ادعي لي عبد الرحمن بن ابي بكر رضي الله عنهما اكتب كتابا لا يختلف احد عليه بعدي ثم قال دعيه معاذ الله ان يختلف اليومنون في ابي بكر رضي الله عنه"^٤ والمماثلة الكتابة اعتمادا على امامته الصفري والتعريض بالمنكره ونهى عمر رضي الله عنه بوجوه الاول انه خاف من ان يطول الكلام ويتمني الناس خلاف ما يكتبه مع انه في القبال الدنيا الى العقب فلا يليق المجادلة في باب الخلافة فانه يكون حبيذا منزلة ان يكون المرء عبد الموت والورثة في تقسيم تركته فانه يفتح المرء ويسمونه و يوجب الساقة العالي انه خاف من ان

^١ صحيح بخاري، كتاب العلم، باب كتابة العلم، جز 01، ص 34

^٢ ارشاد السلفين، كتاب الاماري، باب مرض النبي، جز 06، ص 463

^٣ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابي بكر، جز 04، ص 1857

^٤ فضائل الخلفاء الراشدين لابي بصير، آخر الفضائل ذكر جلالة الصديق، ص 141

يستخلف عليهم رسول الله ﷺ من يستهجن خلافته بعض الصحابة كش فيعصونه فينزل عليهم العذاب ويؤيده ما روى انه قيل لرسول الله ﷺ استخلف عبيدا فقال "انى اخاف ان يعصون خليفتي فينزل عليكم العذاب" ^١ -

و ان قلنا انه اراد كتابة الاحكام شفقة على الامة على ما ايده الكرماني فنقول نهى عمر رضى الله عنه بوجوه

الاول انه علم ان المجتهدين يستخرج الاحكام ولو كتب الكتاب لانتدب الاجتهاد وبطل فضيلة العلماء على غيرهم ^٢ - كر الثاني انه خاف من ان يخالفوا احكاما يكتبها فينزل عليهم العذاب كر الثالث انه لا يهتم ضبط كل الاحكام الا بكلفة فلا يمس تصديقه عليه السلام مع جريان الاجتهاد نو فعلم من ذلك ان عمر رضى الله عنه اخفه من ابن عباس رضى الله عنه لا كفاء بكتاب الله تعالى وقد قال حسينا بقوله تعالى "ما فرظنا في الكتاب ومن كفى" (الانعام: 38) كر الرابع ان اكثر العلماء جوزوا الاجتهاد لنبى ﷺ فيما ينزل الوحي و هو يحتمل الخطا كر واجمعوا على ان تقريره وثباته على الخطا غير جائز وهذا كذلك فانه اعرض بعد ذلك عن الكتابة. الخامس ان رسول الله ﷺ ان كان معصوما عن الكذب لكنه لا يعصم من الاسقام و السهو الاترى انه قد سهى عن الصلوة فذلك لا يستلزم نقصا في شريعته كر لخاف من ان يصدر منه مما يتكلم به المريض و لا عزيمة فيه ويهدوا ^٣ - المتأفقون في الكتاب سبيلا ويطعون عليه فيتعطل امر الشريعة كذا هي السنة النبوية قدس سره ولا يخفى ان ذلك مخالف لما صرح به المتكلمون من انه لا يجوز على النبي السهو فيما يتعلق تبليغ الاحكام السادس انه قال انه خاف من انه لو كتب الكتاب اضاف الملحدون بعض ما ليس منه اليه لما انه قد كتب في الاحاد والخلوة كر

١ - سند بران عند حليته بن بيان، جر 07، ص 299

٢ - شرح كرماني، رباب كتابه العلم، جز 02، ص 127

٣ - هكذا في الاصل والاصح "يهد" لان الحاق علامة التثنية والجمع بالفعل للشد الى الظاهر ضعيف نحو "يضررون غلمانة" - اما "يهدون" بعلامة الجمع جازم عند اهل النحو على الضعف وعلى تقدير ان الوار والالف يخرجان عن الاسمية الى الحرفية ويكونان حرفين دالين على تثنية الفاعل وحمية او يكون الفاعل ضميرا او الظاهر بدلا منه - هكذا في شروح الكافي لا يبرح حاجب -

و اما الجواب عن سوء الادب فهان هذا الامر ليس للوجوب - كوني فان الامر ملغظه امارات من خروجه منه الى الدوب كوني و الاباحة فيصح انه مفوض الامر الى اختيارهم فاختلف اختيارهم بحسب الاجتهاد كرهدي الله عمر رضي الله عنه وعلى الامر على عباس رضي الله عنه كش و قول عمر رضي الله عنه "وعندنا كتاب الله الخ" رد على من نازعه لا على رسول الله ﷺ كره

و كثيرا ما كانوا يراجعون في اوامر الله تعالى كما راجعوه في يوم الحديبية فيها كتب بينه وبين قريش و الممنوع هو المراجعة فيها امر بالاجاب ومعنى قوله عليه السلام "دعوني الخ" اي اتركوني فان الذي انا فيه من الاقبال الى ما وقع من الدنيا خير مما تدعونني اليه من كتابة الكتاب فهو خطاب للباغين على الكتابة لا الى المتاعين عنها ودل على ان الامر للدين لا للوجوب انه لو كان كذلك لكتب بعد ذلك فانه عاش بعد ذلك اياما ولم يكن ينبغي السكوت عن امر الحق لو مع انه لم يكن عمر رضي الله عنه حاضرا عنده و قد ابطالنا التقيية من قبل و يحتمل ان يكون الامر امتعانا لاجتهاد الصعابة و ههنا جواب شريف و هو انه قد كثر موافقة عمر رضي الله عنه لربه كش كما سبق وقد عدها ايضا منها فيحتمل ان اوحى اليه فنسخ الامر كره و قيل الحق ان مراد رسول الله ﷺ غير معلوم لو وبالحيلة ما دعت الشبهة باطل بلا شك

الشبهة السابعة:

منها قولهم انه لما طال المنازعة بين ابى بكر رضي الله عنه و فاطمة رضي الله عنها في امر الفديك رقا بوبكر رضي الله عنه الفديك عليها و كتب بذلك كتابا فخرجت و الكتاب معها فلقيها عمر رضي الله عنه فسأله عن شأنها فقصدت عليه القصة فاعاد الكتاب منها وخرقه و عاتب ابى بكر رضي الله عنه بذلك عمر رضي الله عنه و اتفقا على منعها عن ذلك. الجواب منع صحة الرواية ولم يروها احد من الثقات مخ

الشبهة الثامنة:

منها قولهم ان عمر رضي الله عنه تشكك في موت النبي ﷺ حين قبض روحه فقال والله ما مات محمد ﷺ حتى تلا ابوبكر رضي الله عنه "إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ" (الزمر: 30) فقال

عمر رضى الله عنه كالى لم اسمع بهذه الآية ولكل ذلك يدل على عدم علمه بالقرآن وعدم اهله للعلاقة.

الجواب فان قضيته في حال وفاة النبي ﷺ لا يدل على جهله بالقرآن فان تلك الحالة كانت الحالة تشويش القلب وهجوم الغم وكثرة الحزن حتى نقل ان بعض الصحابة طرأ عليه الحزن في تلك الحالة وبعضهم صار اعرس وبعضهم صار يحسب لا يقدر على القيام وقوله "كالى لم اسمع" يدل على انها سمعها لكنه فعل عنها بسبب فعول العقل والتعبر والحزن.

مبحث الفدك

الشبهة التاسعة : ومنها قولهم ان ابا بكر رضى الله عنه لطم فأظمر رضى الله عنها حديث منعها عن ميراث رسول الله ﷺ عداوة واستدلاله بقوله عليه السلام "نحن معاشر الانبياء لا نورث وما تركناه فهو صدقة" - باطل فانه غير واحد والمخصص لكتاب الله هو الخبر المتواتر فان الخبر الواحد ظني والاية قطعي. -

والجواب ان ابا بكر رضى الله عنه حكم بحديث سمعه من رسول الله ﷺ فكان مفادة قطعها فصار ذلك الحديث عنده من خصص العيوض الايتواء بضالك ينفرد ابو بكر رضى الله عنه برواية ذلك الحديث بل امهات المومنين وعثمان وطلحة وعباس وعبد الرحمن بن عوف وزبير وسعد رضوان الله عليهم اجمعين رووا ذلك الحديث كما يظهر من كلام الصواعق المعركة لكنه تفرد بروايته اولاً ثم افتوه بذلك والدليل على صحته ما فعل ابو بكر رضى الله عنه ان علياً رضى الله عنه لم يغيره في ايام خلافته واثبتته على ما فعل ابو بكر رضى الله عنه

١ - ارشاد الساري، كتاب النكاح، باب قتل كعب بن اشرف، ج 6، ص 283

٢ - اقرب شبهة من رضى الله عنه ما كحديث القرشي مسنداً من هذا الطعن حيث قال في فيديو "ان خبر ابن بكر الصديق رضى الله عنه خبر الواحد وهو ظني فيحتمل ان الصديق خطأ في سياحه والصواب خلافه" - بعدد باه من هذه الخرافة يقول اولاً من الحديث قال النبي ﷺ "ان الله يكره عرق سبائه ان يحطوا ابو بكر رضى الله عنه" (تاريخ دمشق، ج 30، ص 130) وثانياً حجة خبر الواحد مذهب اهل السنة ومكر حجة اليوم ضال هذا التر فضي ضال بمقتضا - ثالثاً هذا الخبر ليس خبر الواحد بل رواه ثلاثة عشر صحابياً منهم ابو بكر صديق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علي بن ابي طالب، عبد الرحمن بن عوف، عباس بن ربيعة، سعد بن عاتشة، ابو هريرة، طلحة، حذيفة و ابن عباس رضوان الله عليهم اجمعين، فكيف يقول لتر رضى الله عنه خبر الواحد؟ فظلم انه غافل عن رضى الله عنه علم الحديث او معاند مكابر - بالجملة فهو انه لتر رضى الله عنه ليست بشي -

فلولهم يكن حقارهم رضائه بالباطل مع القعدة على الحق والدليل الآخر على ذلك ان
ابوبكر رضى الله عنه منع امهات المومنين عن الميراث فلو كان معه فاطمة رضى الله عنها
عداؤها منعهم لعدم عداوتهم

فان قيل ان ذلك الحديث معارض لقوله تعالى "وَوَرِثَ سُلَيْمَنُ دَاوُدَ" (النمل: 16) و"فَهَبْ
لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا كِرْتِي" (مريم: 65) قاله زكريا عليه السلام فوهب اليه يحيى عليه
السلام قلت ان مرادهم ورثة العلم والحكمة ومرادهمنا عليه السلام ميراث المال و
الميراث المانع من النبي ﷺ هو العلم الاترى الى قوله عليه السلام "العلماء ورثة
الانبياء" ¹ ولو سلم فنقول انه عليه السلام اراد بقوله "نحن معاشر الانبياء" نفسه و
جمع اللفظ للتفخيم والتعظيم

الشبهة العاشرة:

منها قولهم ان بيوت النبي ﷺ من ملكه ولم يمنع ابوبكر رضى الله عنه امهات المومنين
رضى الله عنهم منها فتمنع فاطمة رضى الله عنها وعدم منعه امهات المومنين ظلم
عظيم الجواب ان تلك البيوت كانت ملكا لامهات المومنين كما قال الله تعالى "وَقَرْنَ فِي
بُيُوتِكُنَّ" (الاحزاب: 33) ويحتمل تقسيم رسول الله ﷺ تلك المحجرات عليهن في حياته
جواب آخر وهو انه لا يخرج المعتدة من بيته وازواج رسول الله ﷺ معتدات لعدم
جواز نكاحهن ²

الشبهة الحادي عشر

ومنها قولهم ان عليا رضى الله عنه وامر ائمن رضى الله عنها شهدا على ان رسول الله ﷺ وهب

¹ صحيح بخارى، كتاب الطهارة باب العلم قبل القول والعمل، ج 1، ص 24

² منها جواب من وجه آخر للمصنف وهو ان استقرار الزوجات عليه السلام في بيوتهم بعد وفاته عليه السلام كان لاجل مؤنتهن التي كان رسول
الله صلى الله عليه وسلم يستأجرهن حين قال "لا تقسم ورثتي بينكم ولا ترثوا مني" بعد نفقة أهل وزوجة عاملي فهو صدقة (شرح مشكل
الآثار، ص 13، ج 3) والدليل على ذلك ان مساكهم لم يرنها من ورثته ولو كانت تلك ملكا من كان لا شك قد ورثها من
ورثته وترك ورثته ذلك دليل على انها لم تكن ملكا من ورثته كما كان من سكن حياتهم، فلما توفى جعل ذلك زيادة في السجدة الذي يعم
للسلمين تقعه كما جعل كذلك في الذي جعل من بعدهم في تركه رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمعنيين ليسلهم اغيب في اصل ذلك
مصرف في مصالح المسلمين بما يعم جميعهم معه (بحر الافكار في تصحيح ما في الاخبار في شرح معاني الآثار، ص 497، ج 5)

فاطمة رضى الله عنها الفديك فلم لا يصرفهما ابوبكر رضى الله عنه والجواب ان ذلك لقصور من نصاب البينة و ايضا قد ذهب بعض العلماء الى انه لا يقبل شهادة احد الزوجين للاخر و روى ان حسنا و حسيبا رضى الله عنهما شهدا بذلك و اجيب بانهما كانا صغيرين و الظاهر لا يقبل شهادة الولد على احد ابويه عندا كثر العتء و ايضا لم يثبت عندنا قصة شهادة على و الحسنون و اما نحن رضى الله عنهم

مباحث العصبة

الشبهة الثانية عشر

ومنها قولهم ان فاطمة رضى الله عنها معصومة لقوله تعالى "إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا" (الاحزاب: 33) ولقوله عليه السلام "فاطمة بضعة مني" ¹ - والشئ ² معصوم فكذا بضعته فتكون صادقة في دعوى الميراث فان ظهور الكذب يداني العصبة.

الجواب ان العصبة من خواص الانبياء و اما في غيرهم فيحتاج في الالتماس الى دليل و لم يوجد و اما قوله تعالى "إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا" (الاحزاب: 33) فلا يصلح دليلا على عصبة فاطمة رضى الله عنها فان الأزواج المبطهران داخلة في الآية و ليس معصومات اتفاقا منا و من الشيعة فكذا بقية اهل البيت كذا في شرح المواقف و الصواعق المعرقة اما بيان دعولهن في الآية فلانه سياق الآية و سياقها نازل في شأنهن فاعراضهن من الآية يخرج الكلام عن الصفة و لكثرة ورود الاحاديث في ان نسائه من اهل البيت و ورود صيغة المذكر للتفليط.

و اما معنى الآية فيحتمل ان يكون ان الله يريد ان يغفر لهم او غيره و اما الجواب عن قوله عليه السلام "فاطمة بضعة مني" فهو مجاز للشفقة و القرابة و ايضا لا يلزم مساواة الجزء للكل في كل الاحكام و ههنا جواب آخر و هو انه لو سلم عصمتها فلا تثبت مدعاهم ايضا فان ادعاهم الميراث عطا منها في الاجتهاد و المجتهد قد يخطئ و ان كان معصوما. الا ترى الى قصة داود عليه السلام في قضاء الحرث و الغنم كذا ذكره الكرماني قدس سره.

بیان الاختلاف فی تعریف العصمة:

واعلم ان هذا المقام يستدعى بطلاً في الكلام وهو ان العلماء اختلفوا في تعريف العصمة قال الاشاعر قبناء على اصلهم ان الامور كلها مستندة الى الله تعالى ابتداء وهو فاعل مختار ولا يجب عليه شيء "ان العصمة عدم خلق الله الذنب في العبد" فهو ساقول الحكماء بناء على اصلهم من القول بالاجاب واعتبار استعدادات للقوابل "اولي الاصل" "فاعتبار استعدادات القوابل" والتصحيح مني "مدكة يمنع صاحبها عن الفجور والمعاصي" - والقول لعدم عصمة اهل البيت لا يلائم التعريف الاول لان غير المعصوم يكون عاصياً حينئذ فان عدم الخلق خلقاً - واما على التعريف الثاني فلا يلزم ذلك اذ يحتمل ان يكون عدم صدور الذنب عنه بسبب آخر غير الملكة فان اخذ بالتعريف الاول فيكون ذلك هيجاناً لظعن الروايات والخوارج في اهل البيت وان اخذ بالتعريف الثاني فهو مني على مذهب الحكماء وابطله بعض الفضلاء المحققين^١ في تصانيفه فلا بد ههنا من بيان شافي بعون الله ولطفه الصميم فاقول والاستعانة من الله العزيز ان تعريفها بملكة الاجتناب عن المعاصي ارتضاء اكمل للمحققين العلامة سعد الملقى والدين التفتازاني في شرح المقاصد وصاحب الطواع واختيار صاحب الخيالي في حاشيته على شرح العقائد النسفية بعد الملقى وقال "ان حقيقة العصمة هو تعريف بالملكة"^٢ اما الاول فتعريف بالخاص^٣ فان اخذ بذلك التعريف فلا يلزم نسبة العصيان الى اهل البيت وكون التعريف المذكور منياً على القول بالاجاب غير مسلم فانه يضاف ما يصدر من الشجاع الى ملكة شجاعته وما يظهر من العالم الى ملكة عليه

١- شرح للواقف، لفصل السادس من حجة العصمة، ص 306، جزء ٨

٢- فان عدم الخلق في المعصوم خلق في غيره اي ان كان المعصوم من لا يخلق فيه الذنب غير المعصوم من خلق فيه الذنب

٣- هذا وصف للمعصوم لا للفضلاء

٤- وفي الاصل "تعريف الملكة" والتصحيح مني

٥- وبعض الخيالي "قلت معنى قوله حقيقة العصمة كنا ان مالها وعابها ذلك واما تعريفها فهي ملكة اجتناب للمعاصي مع التمكن منها وقد

يعبر عن تلك الملكة بالمعصية لخصرها بها بمعنى لطف الله تعالى ومصلح به ولا ينهي ان من ليس له تلك الملكة لا يلزم ان يكون عاصياً

بالفعل (حاشية خيالي على شرح العقائد، ص 146)

ولا يلزم من ذلك الإيجاب كما لا يخفى على الفطن والممايلزم ان لم يكن الله تعالى المختار في اعطاء ذلك الملكة ويكون ذلك الملكة امر الازم بالمباهية فالنصف من الانصاف.

اما التعريف الاول فان اريد بعدم العصمة في قولهم ان غير النبي غير معصوم عدم وجوب العصمة فلا يلزم نسبة الذنب الى اهل البيت ويكون حينئذ جائز العصمة ولا يلزم جهة الشيعة في امر ادعاء فاطمة رضي الله عنه الميراث فانها الممايل على تقدير وجوب عصمتها عن الذنب على انه يمكن الجواب عما اجاب به الكرمانى قدس سره كما تقدم.

وقد اطلع العبد المحقر على رسائل بعض العلماء فوجدت ما فيها قالوا لمادة الاشكال و حاصله ان العصمة عدم ((خلق)) الله الذنب في العبد بالضرورة قطعا المعصوم لا يصدر عنه الذنب اى استعالتة عادية و شرعية - لا عقلية فان الحكم العقلي المصلح بالطبع مع القطع عن الموانع و العادات الخارجية يحكم بإمكان صدور الذنب عن النبي و اما غير النبي فلا استعالتة في صدور الذنب عنه في الخارج و العقل ايضا لعدم الدليل لغير المعصوم اعم من العاصي و المحفوظ فان غير المعصوم من امكن صدور الذنب عنه و كان وقوعها سواء صدر منه اولا فلا يتوهم نفي العصمة صدور القبح كما صرح به في الصواعق المحرقة و التهذيب وغيرهما.

الشبهة الثالثة عشر

منها قولهم ان ابا بكر رضي الله عنه عالف رسول الله ﷺ في الاستخلاف فان رسول الله ﷺ لم يستخلف احدا وقد استخلف ابو بكر رضي الله عنه عمر رضي الله عنه.

الجواب بوجوه الاول ان رسول الله ﷺ لما رأى ثبات صحابته على دين الاسلام و الصراط المستقيم فتمن انهم لا يتبعون اهواءهم و يومرون بالاجتهاد من يشاء و اما ابو بكر رضي الله عنه فلما رأى الخراف الامة كتخلف البعض عن اداء الزكاة خاف من وقوع الفتنة في الامة فاستخلف عمر رضي الله عنه.

الثاني ان رسول الله ﷺ استخلف ابا بكر رضي الله عنه كما روى عنه في بعض الاحاديث و اختارة بعض العلماء لكن التحقيق انه لم يستخلف احدا كما تقدم.

الثالث ان المخالفة هو فعل ما نهى عنه رسول الله ﷺ لا مجرد فعل ما لم يفعله عليه السلام.

الشبهة الرابعة عشر:

ومنها قولهم ان ابا بكر رضى الله عنه لما صعد منبر بعد البيعة لخطبة جارة حسن وحسين
ابن ابي - على رضى الله عنهم وقالوا هذا مقام جدنا وليس له اهلا وهذا طعن على امامته .
الجواب ان هذه الرواية غير صحيحة كذا في شرح التجريد

الشبهة الخامسة عشر:

ومنها قولهم ان ابا بكر رضى الله عنه و عمر وعثمان رضى الله عنهما عالفوا في تجهيز جيش
اسامة وقد قال رسول الله ﷺ في مرضه الذي وصل فيه بدار النعيم نفذوا جيش اسامة لعن
الله من تخلف عنه فكان مرسلة الى قوم من الكفار وكانت الفتنة في جيشه ولم يفعلوا ذلك
مع انهم عرفوا قصد النبي ﷺ وكان غرضه عليه السلام من التنفيذ من المدينة بعد
الثلاثة عنها بمحبة لا يتواثبوا على الامامة بعد موت النبي ﷺ ولهذا جعل الفتنة من الجيش
ولم يجعل عليها رضى الله عنه.

الجواب بوجوه الاول ما وقع في شرح التجريد ان ذلك ليس بصحيح و اورد عليه مدح عمر
صحته والله تعالى اعلم الثاني ان النبي ﷺ كان في سكرات موته مفسها عليه تارقوا
مفاقا اخرثي وكان كلامه مضطرا او مختلطاً من غيرة و كراهة كما هو شأن المفسين عليه وكان
خروج الجيش من المدينة منافيا للمصلحة لان المسيلة الكذاب و طليعة الاسدى
المهاج و الاسود العنسى مع الالف الجيوش و العساكر جعل المدينة مترصد من خروجهم
الربا و كان النبي ﷺ مأمورا بمشاورة الاصحاب لقوله تعالى وَ شَاوِزْهُمْ فِي الْاَمْرِ اِلَّا
عَمْرَانِ (159) و مدح الله تعالى الصحابة بقوله "وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ" (الشورى: 38)
قيل ان التحالف المتعلق به اللعن ما كلن فرارا عن معركة القتال.

الشبهة السادسة عشر:

ومنها - قولهم ان الله تعالى قال " لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ"
(الاحزاب: 53) و هذين ابوبكر وعمر رضى الله عنهما في بيوت النبي ﷺ الجواب ان حمرة عائشة
رضي الله عنها كانت ملكا لها واستأذنها ابوبكر وعمر رضى الله عنهما والدليل على الجواز ان

١ - وفي الاصل "ابن" والتصحيح من

٢ - في الاصل "منهم" والتصحيح من

على حقيقة خلافته واتباع الصحابة طرأسهم الميثور وروا الشفاء عليه من على كرم الله
 وجهه واهل بيته كما تقدم الرابع امر رسول الله ﷺ بأمامة الصلوة الخامسة ان الامة -
 اجتمعت على خلافة ابي بكر الصديق رضى الله عنه وعلى عباس رضى الله عنهما لم
 ينأزعا اياه بكر رضى الله عنه فشبهت حقيقة خلافته ولو كان على غير الحق لنأزعا كما نأزع على
 معاوية رضى الله عنهما.

بيان تمسكات الشيعة على امامة علي رضي الله عنه

ومنها استدلالهم على خلافة علي رضي الله عنه "إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا
الَّذِينَ يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ الصَّلَاةَ وَهُمْ زَكَاةُونَ" (المائدة: 55) تقرير الاستدلال وهو ان
الاية نزلت باجماع المفسرين في حق علي كرم الله وجهه حين اعطى السائل عاتمه وهو راعى في
صلوته و كلمة انما للمعصوم والولي امام بمعنى المحب والناصر او بمعنى اولي بالتصرف ولا معنى
ثالث له فهو ولا يمكن ههنا ان يراد بالولي المعنى الاول فان الناصر هو المحبة عامتان بين
المؤمنين فكيف ينحصر ان في المؤمنين الموصوفين بما ذكر فتعين ان يكون المعنى الاول
بالتصرف وهو الامام فتعين كون علي رضي الله عنه اماما بعد رسول الله ﷺ.

الجواب بوجوده الاول ان دعوى الاجماع المذكور باطل فانه قال الحسن رضى الله عنه
 الاية شامة لجميع المؤمنين وروى ذلك عن الامام محمد بن باقر رضى الله عنه وقيل ان
 المراد عبد الله بن سلام واصحابه وقيل ان المراد عبادته صامد وقال عكرمة انها في شأن
 ابي بكر رضى الله عنه. الثاني ان المراد هو النصر للمحبة يختصان بالمؤمنين الموصوفين
 بما ذكره الثالث ان حمل الولى على ما ذكرنا يخرج الكلام عن الفصاحة والسلامة. فان
 قيل "ذلك الاية وبعبارة اخرى في ان الولى معنى المحبة والنصر للحيث ورد ذلك "بِأَيِّهَا
 الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ وَمَا بَعْدُهَا وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَمِنْكُمْ
 " (المائدة: 51) هو غير ذلك من الايات السابقة واللاحقة كلها دالة على ان الولى معنى المحبة
 والناصر الرابع ان نزول الاية في شأن علي رضى الله عنه لا يدعى شمولها للغيرة فان صيغة الجمع
 يدل على ان غيرة داخل في الاية. الخامس انه يلزم مما ذكرناه كون علي رضى الله عنه اولي

اب وفي الاصل "الاملة" والتصحيح مي-

بالتصرف في حياة رسول الله ﷺ وهو باطل فان ظاهر الآية يدل على ثبوت الولاية في الحال مطلقاً صح هو ولا يخفى ضلعه السادس انه يلزم على ما ذكرناه انحصار الامامة على رضى الله عنه ويلزم من ذلك علو الامة - بعده عن الامام مع ان امامة الائمة الاثنتا عشرة متفقة عليها عندهم السابع ان ما ذكرناه انما يتبع اذا كان قوله تعالى وَ هُمْ زَكَاةً (المائدة: 55) جملة حالية اى يأتون الصلوة قولهم لا يلزم بل يحتمل العطف بمعنى انهم يركعون في صلواتهم ولا يصلون كاليهود فاعلم لا يركعون في صلواتهم و ايضا قد جاء الركوع بمعنى الخضوع فعلى هذا لا يضر حالية الجملة ايضا

ومنها - استدلال على خلافة على رضى الله عنه بقوله تعالى "أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ" (النساء: 59) تقرير الاستدلال ان الله تعالى امر بالطاعة المعصومين لان تفويض الامر الى غير المعصوم قبيح و غيرهم غير المعصوم بالاتفاق فالامر بالطاعة لا غير. الجواب ان امامة غير المعصوم جائزة كما تقدم والاية نازلة في امر السرايا حين بعث رسول الله ﷺ عاتدين وليد رضى الله عنه في سرية فبينهم عمارين بأمر رضى الله عنه لهما احد من المشركين الى عمار واستامنه بشرط الاسلام فامنه فمضى لاجل ذلك كلام بين عاتد و عمار رضى الله عنه عنهما فرفع الامر الى رسول الله ﷺ فحكم بحكم عمار رضى الله عنه وبينه - عن مثل ما فعله فان الاستحسان ما كمل الى الامراء دون الاتباع ولما كان الاعتبار لهم اللفظ لا الخصوص المعنى عموا الآية في جميع الامراء

ومنها - استدلالهم على خلافة على رضى الله عنه بحديث غدير الخمر - الموصوف عندهم بالتواتر وهو ان رسول الله ﷺ نزل بغدير خم وهو راجع عن حجة الوداع فجمع الصحابة ووجدوا المذبح الموضوع من رجال الابل وكثر عليهم السيف اولى بهم من انفسكم فقالوا اهل فرفع يده على رضى الله عنه فقال "من كنت مولاه فعلي رضى الله عنه

١- وفي الاصل "الامامة" والتصحيح من.

٢- وفي الاصل "منهم" والتصحيح من.

٣- وفي الاصل "بينهما" والقياس "بها".

٤- وفي الاصل "منهم" والتصحيح من.

٥- اسم موضع بين مكة والمدينة بالحاضر.

مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه وحب من حبه وابهض من ابهضه فانصر من نصره
واخلل من خذله وادخلني معه حيث دار" ^١ - قالوا فمعنى المولى هو الاول بالتصرف
لأن الناصر والالام يحتاج الى جمع الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين ولا معنى للمعتق والمعتق
والخليف والجار وابن العم لظهور بطلانها

الجواب بوجود الاول ما قيل ان الحديث مطعون فيه عند كثير من ائمة الحديث كابي
داود السجستاني وابي حاتم الرازي ولم يخرجوه المحققون كالبخاري والمسلم والواقدي
رحمهم الله تعالى ولم يكن على رضى الله عنه يوم غدير مع النبي ﷺ بل كان باليمن فالحديث
ليس بصحيح وهو وايضا لم يروا اكثر راويه المقدمة التي جعلت دليلا على قوله "السيد اولي
بكم من انفسكم" ^٢ فانه يستدل بذلك على كون المولى بمعنى الاول بالتصرف فهو
مع لكن الشيخ المحقق ابن حجر المكي اطال الكلام في ان ذلك الحديث صحيح بلا شك
وقد رويته كثير من ائمة الحديث وطرقه كثيرة ورواه ستة عشر صحابيا وقول من قال بان
عليه رضى الله عنه كان باليمن غير ملتفة اليه هذا حاصل كلامه والله اعلم بالصواب.

الثاني ان اسلمنا صحة الحديث لكنه غير الاحاد وليس محتواتر صريح له. والشبهة انلقوا على
اشتراط تواتر احاديث الامامة فهل الاستدلال على الامامة بهذا الحديث لا تناقض.
الثالث ان لا نسلم ان المولى في الحديث هو الاول بالتصرف فانه لفظ مشترك بين المعالي
المذكورة وحقيقة كلها ولا يجوز تعميم المشترك في معانيه خصوصاً في الموضع المذكور
لامتناع ارادة كل من المعتق والمعتق ولا تخصيصه في بعض معانيه بدون الدليل ونحن
وجدنا الدليل على ارادة معنى الناصر المعجب فان رسول الله ﷺ ارسل عليه رضى الله عنه الى
اليمن ومعه يريد قتلها رجع على رضى الله عنه من اليمن قض يريد قتل رضى الله عنه على النبي
ﷺ بعض الامور الشنيعة و نسبته الى امير المؤمنين الحيد الكرار رضى الله عنه وكان
يريد قتل رضى الله عنه ببعض عليا رضى الله عنه. ^٣ - صوفاً اراد رسول الله ﷺ ان ينهي عن
بغضه ويختتم على حبه كذا ذكره الحافظ شمس الدين الجزري قدس سره وايضا قوله عليه
السلام "اللهم وال من والاه والى" قرينة دالة على ان المراد هو الناصر المعجب فهو الرابع انه

١ - الصواعق المحرقة، الفصل الخامس في ذكر شبه الشيعة الخ، ج ١، ص ١٠٦

٢ - الصواعق المحرقة، الفصل الخامس في ذكر شبه الشيعة الخ، ج ١، ص ١٠٩

لعمري هذا المولى بمعنى الاول الميقال اول من كذا ولا يقال مولى من كذا فهو صو
و رقة في شرح التجر يد بأن لا نسلم ان المولى اسم تفضيل حتى يتوجه عليه ما ذكره بل
المراد انه اسم بمعنى الاول وذلك شائع في عبارات القوم كما يشهد به حاصله الخامس
ان^١ - سلم انه قد جاء استعماله بمعنى الاول لكنه لا دليل على ان يكون المراد هو الاول
بالتصرف بل يجوز معناه هو الاول في امر آخر كقوله تعالى "إِنَّ أَوَّلَى الْثَّانِينَ بِالْقُرْبَىٰ لِلَّذِينَ
أَتَتْهُمُ وَ هَذَا الثَّانِي" (آل عمران: 68) الآية وكما يقول التلامذة نحن اولى بالاستناد الى اول
بالقرب لا الاول بالتصرف فهو صو مع السادس انه لو كان نصاعلي خلافته لا احتج به هو و
العباس رضى الله عنهما عند الحاجة فعدم احتجاجهما يكفي في احتجاجهم والالزام الرضاء
بالباطل وهو لا يجوز على اعلام صحابة رسول الله ﷺ السابع ما قيل ان سلمنا كونه نصاعلي
خلافته لكن لا نسلم كونه خليفة عظيم موت رسول الله ﷺ لان ليس المراد في الحديث
خلافته في الحال والالزام كونه اول بالتصرف في حياة رسول الله ﷺ وهو ظاهر البطلان
ولا تعترض في الحديث لوقف الحال والحديث دل على خلافته وقت حصول البيعة له صو
مع الثامن انه قال على خلافته عظيم موته ﷺ لكنها نسجت باجماع الصحابة وهذا الجواب
ضعيف يوجب الهيجان عن الملحدين.

ومنها^٢ - استدلالهم على خلافة علي رضى الله عنه بقوله عليه السلام "انك مني
بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي"^٣ - تقرير الاستدلال ان لفظ المنزلة اسم
جنس شامل لجميع المنازل فكل منزلة كانت لهارون من موسى على نبيها وعليها السلام
فهي ثابتة على رضى الله عنه من محمد ﷺ ومن جعلها الخلافة لهارون عليه السلام لو عاش
بعد موسى عليه السلام لكان بعده خليفة اذا لا تعزى من الخلافة نقص فلا يجوز للانبياء و
هذا الحديث متواتر فثبت كون علي رضى الله عنه خليفة بعد رسول الله ﷺ.

الجواب بوجود الاول انه قال الأمدى وهو من مشايخ اهل السنة والجماعة ان ذلك الحديث
موضوع فهو صو الثاني بأن^٤ - الشيعة الشفعية اشترطوا تواتر احاديث الامامة وهذا

١ - وفي الاصل "انه لم سلم" والعباس "ان سلم".

٢ - وفي الاصل "منهم" والتصحيح "من".

٣ - فضائل الخلفاء الراشدين، فضيلة للاخي الرضى على بن ابي طالب، ص 38

٤ - وفي الاصل "يامر ان" ولعل الامر بالتد.

الحديث حديث احاد موثق به ومع ذلك وقع في مقابلة الاجماع القطعي شح الثالث ان المراد هو التشبيه في التقرب وفي الاخوة طو وليس المراد نبوت كل منزلة كانت لهارون من موسى عليهما السلام لعلي رضي الله عنه من سيد المرسلين عليه السلام فان من جملة تلك المنازل كونها من^١ - اخيهين نبيين نبيين الرابع لو سلمنا ان كلا من المنازل غير النبوة ثابت بينهما فلا يتم مدعاها ايضا فان هارون عليه السلام لم يكن خليفة لموسى عليه السلام بل عريكة في النبوة وقوله لهارون اخي في قومي مجاز مبالغه وتاكيد^٢ - في القيام بأمر القوم مع الخامس سلمنا ان هارون كان خليفة فلا نسلم دوام خلافته بل خلافته مدعية فكذا خلافة علي رضي الله عنه انما هي مدعية النبي عليه السلام وقت كونه في غزوة تبوك كما يدل عليه بعض الاحاديث السادس ان كون هارون عليه السلام نبياً على الاستقلال اكمل في شرفه من كونه نائباً عن موسى عليه السلام فبطل ما ذكرناه من ان لو عاش بعد موسى عليه السلام لكان خليفة والا لزم نقصه السابع انه عام لمخصوص البعض وهو لا يصح جهة في الهوائ الثامن انه لا يلزم^٣ - نفي خلافة غيره بل يلزم اهليته للخلافة الا ترى انه استخلف في بعض اسفارة ابن ام مكتوم رضي الله عنه ولا يلزم كونه اولى بالخلافة بعد اجماعاً ص. التاسع انه ان كان نصاعلي خلافته لا احتج به علي رضي الله عنه والثاني سفسط فكذا الاول ته.

ومنها استدلالهم على خلافة علي رضي الله عنه بقوله عليه السلام "انت ابي وخليفتي ووصي من بعدي وقاضي ديني"^٤ - بكسر الدال وقوله عليه السلام "انت سيد المسلمين"^٥ - وامام المتقين وقائد الغر المحجلين "سلموا على علي رضي الله عنه بأمره الناس"^٦ - وغير ذلك من الاحاديث. الجواب انه تلك الاحاديث اكاذيب باطله وافترادات

١ - وفي الاصل "مكر" وتصحيح من.

٢ - وفي الاصل "في القوم" والميلاد حدائق.

٣ - وفي الاصل فعل ثبت والتصحيح فعل للمع.

٤ - تحريد العقائد للطوسي، ص 231

٥ - وفي الاصل "سيد للرسل" وتصحيح من.

٦ - تسديد القواعد في شرح تحريد العقائد، ص 1073

كاذبة صو شمو وقد اتفق ائمة الحديث على وضعها صو والعجب انهم يدعون مصداقها
بما السوا محدثا ولم يوصفوا بشرط من شرائط المحدثين قائلهم الى توفكون
ومنها استدلال على خلافة علي رضى الله عنه بان الامة اجتمعت على خلافة احد الاشخاص
الثلاثة ابو بكر و علي وعباس رضى الله عنهم والقول بامامة ابي بكر وعباس رضى الله
عنهما باطل لان الامام يجب ان يكون واجب العصية ان يكون منصو صاعبه ومما لم
يكونا واجب العصية ولا منصو صاعبها بالاتفاق فثبت القول بامامة الحيدر الكرار رضى
الله عنه

الجواب - اننا لنسلم واجب العصية والتنصيص وقد سبق الكلام في ذلك واجيب بان
لانسلم عدم تنصيص في حق ابي بكر رضى الله عنه
بيان مطاعن الشيعة على عثمان
الشبهة العشرون:

ومنها قولهم ان عثمان رضى الله عنه ولي من ظهر فقه لمكان - المسلمون فانه ولي الوليد بن
عتبة وظهر منه شرب الخمر وصلى بالناس سكراناً ولي عبد الله بن ابي سراح محمراً فظهر
ما قتله بسبب ذلك اهل مصر وولي معاوية رضى الله عنه على الشام فظهر منه ما ظهر وكل
ذلك يدل على عدم اهليته للخلافة.

الجواب انه ولوهم ظاناً انهم من اهل الولاية ولا اطلاع على السرائر الا الله تعالى الا ترى انه
لم اراى تعدى عبد الله بن ابي سراح عزله ومعاوية رضى الله عنه كان اميراً على الشام من زمن
عمر رضى الله عنه ولم يظهر منه منكر حتى خلافة عثمان رضى الله عنه واما ما ظهر منه الخطأ في
الاجتهاد في خلافة علي رضى الله عنه

الشبهة الحادية وعشرون:

ومنها قولهم ان عثمان رضى الله عنه أثر امته واقاربه بالاموال العظيمة حتى روى انه دفع الى
اربعة نفر منهم اربع مائتي الف دينار وكان من بهت المال الجواب انها لم تكن من بهت
المال بل خاصة من نفسه شح وغشائه وتموله مشهور والا يشار على الاقارب من مال نفسه

١ - وفي الاصل "الواجب" والتصحيح من -

٢ - وفي الاصل "فختر السليم" والتصحيح من -

مستحسن شرعا وعرفا

الشبهة الثانية وعشرون:

منها قولهم ان العثمان رضى الله عنه صدر منه في حق الصحابة اشياء منكرا - كثيرة فانه ضرب عبد الله بن مسعود رضى الله عنه حتى مات واخرق مصحفه وضرب عمارا رضى الله عنه حتى اصابه فتق وضرب اباذر رضى الله عنه ونهاه الى الرينة وقد ورد في حق صحابة رسول الله ﷺ مناقب كثيرة فسوء الادب بهم يدل على عدم اهليته للخلافة

الجواب بعد تسليم صحة القصة بوجوه الاول ان عثمان رضى الله عنه لما اراد ان يجمع الاصحاب على مصحف واحد طلب مصحف ابن مسعود رضى الله عنه فابي من ذلك مع انه كان فيه زياد فلو نقصان فادبه عثمان رضى الله عنه شح.

ولانسلم انه مات من ذلك مع وكان ذلك التأديب ضروريا ولا يخفى ان التأديب دون القتل و على رضى الله عنه قد قتل كثيرا من الاصحاب تأديبا. شح الثاني ان عمارا رضى الله عنه دخل على عثمان رضى الله عنه فاساء الادب واغلظ في القول عمالا يهوز الاجترار بحمله على الائمة وللامام التأديب لمن اساء الادب عليه حتى يقع على الناس هيبتة والمخاطط هيبتة يوجب هيبة الفتنة وجرافة الاعداء وكثرة الفساد. شح

الثالث ان اباذر رضى الله عنه كان يقول احذر الناس بعد الشيعين رضى الله عنهما ناعمة واطعمة للينة وكان ذلك موجبا لفساد قلوب الناس وكان ابوذر اذا راى عثمان قال "يَوْمَ يُخْفَى عَنْهَا فِي نَارٍ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جَنَاهُهَا وَجُؤُهَا وَظُهُورُهَا" (التوبة: 35) فادبه عثمان رضى الله عنه جاز التأديب لذلك الوجه وان افصى ذلك الى الهلاك ثم قال له اما ان تكف واما ان تخرج حيث ماشئت فخرج الى الرينة من غير منقلى. شح والله اعلم

الشبهة الثالثة وعشرون:

ومنها انه اسقط القصاص عن ابن عمر رضى الله عنه - حيث قتل هرمزان ملك اهواز وقد اسلم بعدما امر في فتح اهواز واسقاط القصاص ترك الغرض الجواب انه اجتهد وراى

١ - وفي الاصل "منكره اشياء" والصحيح من.

٢ - هو عبدالله بن عمر بن خطاب العدوي القرشي صحابي من ابطال قريش وهرسانهم، حره الفريفة مع عبدالله بن سعد وشهد صعيد مع

أَنَّهُ لَا يُلْزَمُهُ حُكْمُ الْقَتْلِ^١ -

الشبهة الرابعة وعشرون:

ومنها قولهم أن عثمان رضي الله عنه أسقط الحد عن الوليد بن عكرمة الخمر الجواب آخر الحد عنه يتيقن على شربه فقال أن ثبت له شرب الخمر لا جريت عليه الحد^٢ - شح

الشبهة الخامسة وعشرون:

ومنها قولهم أن الصحابة رضي الله عنه عذبوا عثمان رضي الله عنه وقتلوا شهادته وقال أمير المؤمنين علي رضي الله عنه "لله قتله" مع تمكيتهم من الدفع عنه ولم يدفن أي ثلثة أيام وذلك علامة شدة غيظهم عليه فلولا ما يمكن مستحقاً لذلك لما عاينوا في انتصاره الجواب أن حديث عذبان الصحابة وتركههم دفنه بلا عذر غير صحيح فإن ذلك طعن فيهم لافيته ونحن لا نظن بالمهاجرين والانتصار رضوان الله عليهم سيما الحيد الكرار رضي الله عنه أن يرضوا بقتل مظلوم خصوصاً من هو قائم أثناء الليل ساجداً وقائماً وإذا كراهه رسول الله ﷺ بأهنتيه وبثرة بأهنته شح لكن وجه عدم تهويل انتصاره أنه تهذيب عن مقاتلة المحاربين شفقة على حقن دماء المسلمين ورضاء بالقضاء شح ويتيقن بما أخبر به رسول الله ﷺ بالشهادة كما سبق على أنه روى أن الصحابة تهينوا لبقائهم فقتلوه قبل بؤسهم مع أنه نهاهم عن المقاتلة وأرسلوا ابتاعهم لمعاذة عثمان رضي الله عنه كما ذكر في القصة

الشبهة السادسة وعشرون:

ومنها قولهم أن عثمان رضي الله عنه لم يشهد بدراً واحداً وبهجة الرضوان وذلك نقص **بقر** في حقه الجواب أنه قد شهد أحداً لكنه أنهزم في الغزو وقد على الله عنه كما قال الله تعالى "إِنَّ الْبَيْتَيْنِ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا" وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ " (آل عمران: 155) وإنما يغيب عن بدر لأن زوجته رقية بنت رسول الله ﷺ كانت مريضة فقال له رسول الله ﷺ أن لك أحر رجل شهد بدراً وسهمه فأذهب فأعطاه رسول الله ﷺ سهمه فهو بدرى بلا شك ولذلك عذبه رئيس المحدثين

^١ - لأنه ومع كل عهد الامانة وقد قال هذا القتل جرى من غير سلطان فلا يلزم من حكمه تشديد العقوبة بعد شرح عمريد العماني ص 1133

^٢ - وقبله لا يبقن قضى سبحانه والامر الى علي رضي الله عنه فحلله هو -

محمد^١ - البخاري من المحدثين والمألف يشهد ببيعة الرضوان لانه قد بعثه رسول الله ﷺ الى مكة فلما بايعه الصحابة رضوان الله عليهم ببيعة الرضوان فآخذ يده وحرب على يده اخرى فقال هذا يد عثمان رضي الله عنه فكانت يد رسول الله ﷺ لعثمان رضي الله عنه غيرا من ايديهم لانفسهم

وتلك الاسولة الثلاثة بأسرها مع الاجوبة مذ كورق في حديث عثمان بن عبد الله بن موهب اخرج البخاري^٢ وحاصل الحديث انه سئل عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما رجل من اهل مصر عن تلك الاسولة الثلاثة فاجابه بما ذكرنا فاندفع الاسولة المذكورة بأسرها

الشبهة السابعة وعشرون:

ومنها ان رسول الله ﷺ اخرج مروان بن الحكم من المدينة المقدسة المطهرة وارجعه عثمان رضي الله عنه اليها وظهر منه الفتن العظيمة الجواب انه محتمل كون النهي عن دخوله لهما موجلا الى وقت معين اطلع عليه عثمان رضي الله عنه من رسول الله ﷺ او مقيدا بعدم ظهور الصلاح فيه فلما راي عثمان رضي الله عنه ظاهرة مزين بالصلاح ادخل المدينة ولم يطلع منه على ما سيظهر والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب

مباحث رد التقية

الشبهة الثامنة وعشرون: منها انها بهم التقية على نبيها عليه السلام والائمة الرضوان الله عليهم اجمعين وهي من كبائر اصولهم ويتفرعون عليها امور كثيرة. الاول عدم امر نبيها محمد ﷺ عليها رضي الله عنه بأمامة الصلوة وامر باي بكر رضي الله عنه الثاني عدم طلب على حقه وحق الزهراء من ابني بكر وعمر وعثمان رضوان الله عليهم اجمعين. الثالث ما ورد من على رضي الله عنه واهل بيته الفناء على الخلفاء الثلاثة وذكور فضائهم الرابع عدم اظهار اهل بيت النبي ﷺ ما يظهر الروافض الخامس تجويرهم لعلي رضي الله عنه و النبي ﷺ الكفر خوفا من القتل وغيره وافتروا على الامام جعفر الصادق رضي الله عنه انه قال "التقية ديني ودين ابائي" وفتروا قوله تعالى إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ (الحجرات: 13) اي اكثركم تقيا واشدكم خوفا من الناس وروي من بعض فقهاءهم ان

١ - وفي الاصل "محمد بن البخاري" والتصحيح من.

٢ - صحيح بخاري، كتاب النماز، باب قول الله عز وجل "ان الذين تولوا النجس، حر ٥٥، ص 98

جعفر الصادق رضي الله عنه لم ليده عندناي عنوقعاضيقو كان عنده من لا يثبت في شيعته
فقام للمجيد فتوصا، ما أصح أدبه غاسلا رغبة فصل عافيا يديه فسمعت صبيحة فر بن
رجلا النى نفسه عن قدميه يمشي ويهدر فسلنا عن حاله فقال "كل الخليفة واركان دولته
يشكون فيك وما كنت من جندهم فحدثت ... والختفيت وهم يطبع عن احد فاعيدته
ندى انصب على سوء ظني وحسن اعتقادي فيك يا ابن بعث رسول الله صل الله عليه
وسلم" وقال الراوى "انه فعل ذلك تقية منه وعينا من قلت ان المعصوم لا يخلى عليه
شيئ" انتهى - نحو قال الما يلى الحق في الناس تك -

(و) الجواب من وجوه الاول ان كانت التقية جائرة لزم مفساد كثيرة منها انه عليه
السلام لم يبلغ ما أمره الله تعالى بتطبيقه من الاحكام خوفا من الناس وأيضا مخالفة أمر الله
تعالى في اقواله وفعاله خوفا منهم و اللازم باطل بالمداخلة و منها لا يبق الفرق بين
الصادق والكاذب وبين المؤمن والمنافق و منها ان كانت عندهم من الدين لما حكم أهل
العرصة مثل أبراهيم وموسى وزكريا ويحيى عليهم السلام الذين قاموا على الحق وخالفوا
أعداء الدين ولا يخافون لومة لائم في سبيل الله و منها لزوم الجس وعدم الشجاعة في الأمة
هل البهت خصوصا على المرتضى أسد الله وبأجملة مفسد هذا الأصل أكثر من أن يحصى و
أظهر من الشمس وقال الشيخ عبد الحق الدهلوى قدس سره في كتابه المسمى ب"تكميل
الآيمان وتقوية الايمان". "أدخل الروافض الأنبياء عليهم السلام تحت مظلة التقية
حتى يقولون أن الأنبياء عليهم السلام يجوز لهم إظهار الكفر في حالة الخوف ثم وصلوا
منطقهم إلى أن النبي صل الله عليه وسلم كان في قلبه يعتقد أن عليا رضي الله عنه هو
الإمام ولكنه لم يظهر ذلك بسبب الخوف والتقية عند ما لا يتردد هؤلاء في نسب مغل
هذه الاحتمالات إلى النبي صل الله عليه وسلم فإذا يقولون في شؤون الأخيرين إذا بدأ

١ - المركبة على ظهر الرخصة من 158

٢ - ومن الأصل المسارة في هذا الموضع ساطعة وقد عدم للنصف الرد على شبهة الشيعة سنة أجريه حجة مفاد موجودة بشكل كامل. أما
بجواب الأول ليس كاملا لكن هذه العبارة "لما بقي الحق في الناس تك الا ترى الخ" وهو الجزء الأخير من الجواب اما الجزء الأول فقد
أصعب من صعب مع انقاس من تكميل الإيمان لأن النص يحتوي على رمر "تك" مما يدل على أن الجواب الأول كان يخص حرفة
لكنه سقط لاحقا ولم يبق إلا حجة "لما بقي الحق في الناس".

الأسياء عليهم السلام إخفاء الحق فمن أين سيظهر الحق؟ ((الاترى الى عتو قوم عمرو واستكبار قوم فرعون وتمرد قوم نوح وكثير القريش ابذاء النبي ﷺ وهم الكفار عدلهم الله يقتلهم حتى قتل بعض الاقوام لنبيهم عليه السلام ومع ذلك لم يظهر احد منهم الكفر بل كلما كثرا يذاهم كل اظهاريهم الاسلام والدعوة اليهم الاترى الى نبينا محمد ﷺ قد اودى بحبيبت له يوذنى مثله حتى هو ابقته فهجر الى المدينة المقدسة ولم يسقط^١ - مع انهم الجوا اليه وقالوا ارجع من الاسلام والا نقتلك وقال بعض الاقوام نبيهم ان لم تنته لنرجتك فدم تنته الى غير ذلك كما يظهر من مطالعة السير والتاريخ

الثانى انه يلزم منه رفع التقية والاعتماد عن الانبياء والائمة فانهم كلما قالوا شيئا احتمل ان يكون خوفا وتقية ولا يكون حقا وصدقا

الثالث انه قد اشتهر وتواتر ان عليا رضى الله عنه انه كان لا يقصر في اظهار امر الحق ولا يدهن في اعلانه لما انه اسد الله الغالب وكان مع شهابته وهيبته وشوكة عظيمة وروى انه قال على المرتضى كرم الله وجهه "والذى هو منبت المحبوب ومبدع النفوس لولا امر رسول الله ﷺ ابا بكر رضى الله عنه بامامة الصلوة لكان لابي بكر على ادنى مرتبة من مراتب منير محمد ﷺ لكن النبي ﷺ لما اختاره لامر ديننا وامره بالصلوة مع الى كنت حاضر اعنده فيكون اولي لامر ديننا ولا يكون لي مجال المنازعته في امرنا

وروى انه قال عباس رضى الله عنهم لعلى رضى الله عنه في مدقات الخمر "امد يدك ابايعك حتى يقول الناس بايع عمر رسول الله ﷺ مع ابن عمه"^٢ وقال السفينان رضى الله عنه الاموى مع انه لم يكن قبيلة في الجاهلية والاسلام مثل بني امية في الشجاعة - "ارضيتكم يا ايها عبد المناف بان يملك عليكم تمهي"^٣ اشارة الى ابي بكر رضى الله عنه لما انه كان من قميم هو اضعف القبائل لو ادعيتهم لاملت الوادى من الركبان والراجلين فمنعه على رضى الله عنه وقال يا عدو اهل الاسلام انتهت

١- تكميل الايمان ص 139، 140

٢- هكنا في الامل ولم يتضح لنا معناه

٣- رسالة في رد الروايع لاحمد بن محمد بن عيسى، ص 11

٤- لم يتضح لنا من المحفوظ

الفتنة^١ - وكانوا بنوهاشم مع شوكتهم اخوانه وحسن وحسين رضى الله عنهما احب الخلق
عند رسول الله ﷺ هما اولاده

روى ان ابا بكر رضى الله عنه دعا عليا وعمارا وطبقا وريزا ومقدادا رضى الله عنهم
معه من الاصحاب فصعد المنبر وخطب ثم قال ان هذا علي بن ابي طالب رضى الله عنه
انالا كره به بان يبايعنى فاذا (اخترتم) او اختاروا نصب اماما آخر فانا اول من يبايعه
فقالوا "لا ترى اولى منك بالخلافه يا عموه" فالحجب من الشيعة يقولون انه اسدى الله
وينسبون عليا رضى الله عنه بالحقين مع انه كان امره قويا الى اعلاء الحق غير مداهن

الرابع انه روى عن اهل بيت النبى ﷺ تبرعهم من التقية كباروى انه قيل لامام
محمد الباقر رضى الله عنه ما تقول فى الشيخين فقال احبها احبها شيديا ف قيل ان الناس
يزعمون انت تقول ذلك تقية فقال ان الخوف من الاحياء لا من الاموات فشرع فى
مذمة هشام بن عبد الملك بن مروان وسنه وكان سلطان العهد و اشار الى ان كذا من اهل
النفق بان تضع فى قلوبنا سيادة وتظهر خلافة وانا لانخاف من احد الا الله ولا نخفى الحق من
خوف الناس تك الخامس ان عليا رضى الله عنه لو لم يدعى الخلافة فى زمن ابي بكر رضى الله
عنه تقيه وخوفا لزم عليه ان لا يقاتل معاوية رضى الله عنه فهذا دليل على ان ابا بكر رضى
الله عنه كان على الحق فلم ينازعه ومعاوية رضى الله عنه ادعى امره بكن له فنازعه مع ان
بني امية كانوا من بين (قبائل^٢) القرش فى الجاهلية والاسلام فى غاية الكثرة والشدة
السادس ان اظهار الحق واجب والرضا بالمأطل ذنب فكيف يجوز اخفاء الحق تقيه مع
القدرة على الظهارة والخوف من الناس وعصيان امر الله تعالى فقال الله تعالى فَلَا تَخْشَوْا
النَّاسَ وَالْخَشْيَونَ (البقرة: 44)^٣ -

١ - ما وجدته المخطوطة لكن اجد بمسند فى "تاريخ دمشق لابن عساكر" حرف الصاد صخر بن حرب بن ابيه حر 23 ص 423 وليس فيه "يا
عدو اهل الاسلام" والله اعلم.

٢ - م يوضح لنا من المخطوط ولفظ "قبائل" منه.

٣ - وحديث فى حاشية الصفحة 27 من المخطوط عبارة باله ولا اعلم امرى للمصنف او لميره لكن اظن انها قد صفت بسبب احدهما العبارة
تعلق بموضوع الكتاب تنبيهيا كي ان المخطوط يوجد فيه الاضطراب من النقص والسقط وهدم الترتيب فى الابواب والمصنوع قص
للممكن ان تكون هذه العبارة اخذت من كلام المصنف ومقطب من الناصح ولذا اضفت لاحقا فى الحاشية والله اعلم (تتبع ما شئتم من طبعه).

بيان الاثمة الاثني عشر

الشبهة التاسعة وعشرون:

ومنها - حصرهم الامامة في اولاد علي رضي الله عنه ومنهم في اولاد الحسين عليه السلام ومنهم في النفوس الاثمة الاثني العشرة الكريمة اما حصرهم الامامة في اولاد علي رضي الله عنه فدعوى بلا دليل واما حصرها في اولاد الحسين رضي الله عنه فلما قالوا ان الحسن بن علي رضي الله عنهما لم يعقب وانقرض عقبه واجمعوا على ذلك وقالوا ((احتاج)) - اثباته الى دليل ومنهم من ادعى ان الصحاح قتلهم وقال اهل السنن والجماعة انه انكار التواتر فظاهر البطلان واما حصرها في اثني عشر قتلما ادعوا انه لا بد في الامامة من الدين وقال عليه السلام "لا يزال الدين قائما حتى يكون اثنا عشر خليفة"

الجواب ان حصرهم الامامة في العلوية والحسينية دعوى بلا دليل كما سبق وروى ابو داود وغيره "ان المهدي من اولاد الحسن رضي الله عنه" واما حصرها في اثني عشر فاستدلالا بالحديث فباطل فانه ليس المراد من الاثني عشر من الحديث تلك الاشخاص الكريمة فانه قد روى الحديث بطريق متعددة فلنذكر بعضها روى ابو داود "لا يزال هذا الدين قائما حتى يكون عليكم اثنا عشر خليفة كلهم مجتمع عليهم الامة". - وروى الترمذي "يكون من بعدي اثنا عشر اميرا" - واهرج المهرج "يكون بعدي اثنا عشر

((جهل ما في الحجة)) (وس ذلك قال بعض الفقهاء "انه بفيل توبة سب النبي ولا تقبل توبة سب الشيخين لانه سب النبي ليس بمذهب بحلاف سب الشيخين فانه مذهب حتى ان الشيعة اوجبوا سبها نعمهم الله تعالى وخذلهم وجرهم جبر الكلاب العاريات على ان سب النبي يظهر من احد في حالة العصب ولا يحسن ان حالة العصب يظهر فيها ما لا يتمكن الانسان على نفسه ثم يقدم على ما فعل في تلك الحالة كما ربه بعض الناس يكون على ما علموا في حالة العصب فتوبة سب النبي مقبول لما ان فعله هذا اكمل من لا اختياره فتوبته تكون توبة بصوحا وحالصة من العاق بحلاف سبها فان من جور اظهار الكفر من النبي بل اوجه عليه تقية كيف لا يظهر التوبة بحرف من القتل فانه يحسبها على نفسه واجبة ويجوز بطلانها عفو بالعتاق.))

١- في الاصل "مهم" والتصحيح من -

٢- لم ينضج ناصح للخطوط

٣- مس ابي داود كتاب المهدي رجز ٥٤ ص 106

٤- مس ترمذي (نشان) ابواب العتق باب ما جاء في الخلفاء رجز ٥٤ ص 71

خليفة" - وقال الاثمة هنا الحديث مجمع على الصحة صو

فنقول لا يصح من حديث على ما ذكرنا من وجود الاول انه قد ورد في بعض طريق الحديث لفظ الامر والمتبادر منه عند الاطلاق هو الامارة الظاهرة التي يكون صاحبها صاحب سيف و تنفيذ احكامه ويؤيده ما ورد في بعض الروايات "البرال هذا الامر ما صياحي يقوم اثنا عشر امرا" - وقد اتفقت الشيعة والسنية انه لم يكن موصوفا بهذا الوصف غير على رضى الله عنه وحصل للحسن بعض ذلك

الثاني انه قد ورد في بعض الروايات "تمت هذه الامة" - ولا شك ان غير على رضى الله عنه لم يمكنه لان هذا اللفظ انما يستعمل في منتهى ظاهر يكون صاحبه فاسطنة وجراء الاوامر والنواهي وغير ذلك

الثالث انه قد ورد في بعض الروايات "كلهم يجمع عليهم الامة" - ولو لم يجمع الامة على احد منهم غير على رضى الله عنه

الرابع ان ابا بكر رضى الله عنه داخل فيهم بدليل رواية البغوي فيبطل ما ادعوه وقال بعض الناس ان ابا جعفر القمي المخرج الاحاديث التي يذهبها على ان المراد في الحديث هي النفوس الكريمة المشهورة وكان من شيوخ الشيعة استشهادة البخاري ورد بان القمي لدى ذكره بان الذي استشهادة البخاري هو ابو الحسن يعقوب بن عبد الله وهو من اهل السنة والجماعة واما ابو جعفر القمي فهو من اهل الشيعة روى باكاذيب وابطال تقدم بعضها في شرائط الامامة فارجع اليه.

فان قلنا لما المراد بانتمى عشرة في الحديث قلنا اختلف علماءنا في ذلك فقال بعضهم انه ابو بكر وعمر وعثمان وعلي رضى الله عنهم ومن اجتمع الناس عليه وصار له اعزاة واستقامة) وهم معاوية ويزيد وعبد الملك وابساء الاربعة الوليد وسليمان ويزيد وهشام وعمر بن عبد العزيز وبعد ذلك حصل في دولة الاسلام العنصر حتى انه باق الآن ولم يتبقى

١- شرح السنة للبغوي، كتاب الفتن، باب شرائط الشاه، جز 15، ص 30

٢- مسند احمد، ج 1، اول مسند البصريين، حديث جابر بن سمرة، جز 23، ص 398

٣- المعجم الكبير، باب المعبر، جز 10، ص 157

٤- اكمال للمعجم، فوائد نظم، كتاب الامارة، باب الناس تبع بغير ريش، جز 06، ص 217

الناس بعد ذلك على خليفة لوقوع الفتن و اما وقت دولة هولاة الاثني عشرة فكان الاسلام في قوة و قد استولوا على جميع المملكة الاسلامية - و كانت جيوشهم جيشا بالانديس يفتحه و جيشا ببلاد الترك يقتل - و جيشا ببلاد السند و جيشا بارض الروم و هذا هو المسمى للقاضي العياض و حسنه شيخ الاسلام في فتح الباري في شرح صحيح ابى حنيفة و قال ان كلام القاضي كلام حسن مويد بقوله كلهم تجتمع عليه الناس اي ينفادونه و ينبغي ان يعلم ان اطلاق لفظ الخليفة لا ينافي دخول من لم يكن اهلا لها لان المراد بالخليفة مهنا من يملك الناس و ينفذ احكامهم سواء كان صالحا او ظالما كذا ذكره بعض الفضلاء و قال بعضهم المراد وجود اثني عشر خليفة في جميع المدة الى يوم القيامة يعملون بالحق و ان لم يتوالوا - و يوجد رواية البعض كلهم يعمل بالهدى و ليس الحق ليظهره على الدين كله و يكون المراد بالهريج في بعض طرق الحديث روى هكذا "يكون بعدى اثني عشرة خليفة كلهم يكون من قريش ثم يكون الهريج" المراد بالهريج الفتن الكبار كعروج الدجال و غيره و بالاثني عشر الخلفاء الاربعة و الحسن و معاوية و ابن زبير و عمر بن عبدالعزيز و المهدي العباسي و الظاهر العباسي و يبقى الاثنان منتظران و لم يذكر بعضهم العباسيين الاخرين و قال يبقى اربعة منتظرين و قال بعضهم ان المراد بهم الخلفاء يظهرون بعد وفات المهدي ستة من ولد الحسن رضى الله عنه و خمسة من ولى الحسين رضى الله عنه و آخر من غيرهم . قال في فتح الباري و الصواعق المحرقة ان تلك الرواية ضعيفة واهية جدا فلا يعول عليها و قال بعضهم ان المراد بهم خلفاء يظهرون من زمان واحد و لا شك في بطلانه لانه يوجب هيجان الفتن و في فتح الباري ان الحديث الصحيح "كلهم يجمع عليه الناس" يرد ذلك القائل و قيل تعيين مراد رسول الله ﷺ من غير دليل نوع من الكذب و انه اعلم و بالجملة ما ادعاه الشيعة باطل عقلا و نقلا

الشبهة الثلاثون:

و منها نسبتهم ام المومنين عائشة الصديقة رضى الله عنها ((عما يقولون فيها الى الفاحشة)) التي ما نزل كتاب الله المجيد بطهارتها عنها و ذلك كفر و انكار للتنزيل و قد

١- و من الاصل ما "فهو الاعلاء" و الاولى حذف.

٢- و من الاصل ما "اتفاق الكهين" لم اجمع حذف.

٣- و من الاصل ما "امر الحق" تولى حذف.

ورد كثير من الآيات في برأتها في ابتداء سورة التور و قد روى عبدالرزاق و احمد و عبد بن حميد و البخاري و ابن الجري و ابن المنذر و ابن ابى حاتم و ابن مرفويه و المصنف و سعيد بن منصور و البزار و الطبراني " ان عائشة رضى الله عنها هي المبرأة المبرأة بهذه الآيات " و روى قلت عن عروة بن زبير و سعيد بن مسيب و علقمة بن وقاص و عروة بن عبد الرحمن و عبدالله بن ابى بكر بن حزم و ابو سلمة بن عبد الرحمن بن عوف و القاسم بن محمد بن ابى بكر و الاسود بن يزيد و عباد بن عبد الله بن زبير رضوان الله عليهم اجمعين و روى ابن عساكر عن النبي ﷺ انه قال " ما فحرت امرأة نبي قط " - " انهن

فان هذا يستلزم اهانة الناس بالنبي عليه السلام و نفعهم منه و قد نفى من النبي ﷺ ما يوجب الفقرة سيما من الازواج البطهرات فانه يوجب شبهة ان يكون ابنائه اولاد الزنا و ذلك يوجب الخسة و البذاءة و النبي ﷺ انما يهتف من اشرف القبائل

فان قيل ان ذلك مخالف لقوله تعالى " طَرَبَ لَنُؤْمَرُ مَقْلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتُ نُوحٍ وَ امْرَأَتُ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَهُمَا " (التحریم: 10) قلت روى عبدالرزاق و الفریانی و سعيد بن منصور و عبد بن حميد و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابى حاتم و الحاكم " انهما ما زنتا و كون خيانة امرأة نوح انها كانت تقول للناس انه مجنون و خيانة امرأة لوط انها كانت تدل على الضيف " - و قيل ان فذف عائشة رضى الله عنها كفر و ردة و لا يکفی فیها الحد لانه یکنذب سبعة عشر آية و انما اکتفی بالنبي ﷺ بجلد قائلها لان القرآن ما نزلت بهر انها قلتم یکنذب القرآن و بعد نزول الكتاب المجید بطهارتها فقتلها ردة " .

تمت نسخة مرآة الكلام من تصنیف مولانا مولوی عبدالعزیز الفراهروی قدس سره العزيز و كاتبه قادر بخش بن احمد كما صرح في آخر المخطوط هكذا " من يد فکور حطور ضعیف العباد قادر بخش بن احمد عفر الله لهما و لاخوانهما في الدارين خیر الجزاء اليه " . تم انجاز التنضيد الجدید لمخطوط هذا الكتاب وفقاً لثاني من الشوال المکرم عام ١٤٤٥ هـ الموافق 22 أبريل 2023 هـ . اللهم تقبل مني و صلي الله تعالى على رسوله الكريم و على آله و صحبه اجمعين آمين !

دراسه و تحقیق: ابو محمد عبد الواحد کهوری مدنی



١- تاريخ دمشق لابن عساکر، حرف التور، ص 265، حر 62.

٢- تفسير ابن عباس، سورة التحريم، اب 10، حر 10، ص 3362.

ماخذ و مراجع

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مطبوعہ
1.	القرآن الکریم		
2.	صحیح بخاری	محمد بن اسماعیل بخاری	دار طوق النہاء
3.	مسند احمد	احمد بن محمد بن حنبل	مؤسسۃ الرسالۃ
4.	مسند الشافعی	شیطان بن احمد طبرانی	مؤسسۃ الرسالۃ
5.	مشترک علی اصحیح	محمد بن عبداللہ حاکم	دار الکتب العلمیۃ
6.	سنن ابی داؤد	شیطان بن اشعث سجستانی	المکتبۃ المصریۃ
7.	المسند لابن ابی یوسف	ابو یوسف محمد بن ابی حاتم	المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت
8.	المسند ابی	علی بن ابی بکر فرقانی	مکتبۃ رحمانیۃ
9.	تذکرۃ اہل بیت		
10.	لغة الطالبین	شیخ عبداللہ جیلانی	دار الکتب العلمیۃ
11.	الامامۃ الکبری	عبید اللہ بن محمد	دار البیاض ریاض
12.	مختصر صحیح مسلم	محمد بن مسلم	المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت
13.	سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید قزوینی	دار احیاء الکتب المصریۃ
14.	بستان الصالحین	نصر بن محمد اسمرقندی	
15.	تفسیر کشاف	محمد بن عمرو دہختری	دار الکتب العلمیۃ بیروت
16.	لغات المشتبہ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	دار الفکر و الشام
17.	روح البیان	اسماعیل حق	دار الفکر بیروت
18.	تفسیر ابن ابی حاتم	عبد الرحمن بن محمد	مکتبۃ نزار مصطفیٰ
19.	عمدة القاری	عماد بن احمد اعظمی	دار احیاء التراث العربی
20.	سلطۃ الاولیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	دار الکتب العلمیۃ بیروت

- | | | | |
|-----|-----------------------------|-------------------------------|-----------------------------------|
| 21. | الحکم الاوسط | سلیمان بن احمد طبرانی | دار الحرمین قاهره |
| 22. | الفردوس بماثور الخطاب | شیرازی بن شهر دارینی | دار الکتب اعلیٰ |
| 23. | سنن ترمذی | محمد بن عیسیٰ ترمذی | دار المطب الاسلامی |
| 24. | الحکم الکبیر | سلیمان بن احمد طبرانی | مکتبه ابن حمزہ قاهره |
| 25. | فوائد الخلاء الراشدین | ابو نعیم احمد بن عیسیٰ | دار الخاری المدینۃ النور |
| 26. | تاریخ دمشق | علی بن حسن ابن عساکر | دار الفکر بیروت |
| 27. | فتح الباری | احمد بن علی بن حجر | دار المعرفه بیروت |
| 28. | ارشاد الساری | احمد بن محمد القسطلانی | المکتبه الکبریٰ مصر |
| 29. | مصنف ابن ابی شیبہ | ابو یوسف بن ابی شیبہ | مکتبه ارشد ریاض |
| 30. | تاریخ المدینہ | عمرو بن حنیف السمری | |
| 31. | التبیین بشرح الماریع البصیر | عبد الرؤوف التتای | مکتبه ارشد ریاض |
| 32. | اسد الغابہ | علی بن محمد ابن الاسیر | دار الکتب اعلیٰ |
| 33. | فوائد الصحاب | امام احمد بن حنبل | مؤسسۃ ارسلت بیروت |
| 34. | السوا من امره | احمد بن محمد البیہقی | مؤسسۃ ارسلت بیروت |
| 35. | اریض البصرۃ | احمد بن عیسیٰ الطبری | دار الکتب اعلیٰ |
| 36. | جانب القصص | شاد عالم جانی | مجلس ترقی ادب لاہور |
| 37. | الادب المفرد | محمد بن اسماعیل بخاری | مکتبه الطارف ریاض |
| 38. | معرفۃ الصحابہ لابن نعیم | ابو نعیم احمد بن عیسیٰ | دار الوطن ریاض |
| 39. | بحر البیضاء | علاء الدین ابو حباب قزوینی | مکتبه |
| 40. | شرح منہ ابی حنیفۃ لقاری | علی بن سلطان القاری | دار الکتب اعلیٰ |
| 41. | منہ بزار | احمد بن عمرو البزار | مکتبه العلوم والحکم المدینۃ النور |
| 42. | الکفایۃ فی علم الروایۃ | احمد بن علی البیہقی | المکتبه اعلیٰ المدینۃ النور |
| 43. | الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب | یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر | دار المجلد بیروت |
| 44. | صحیح ابن حبان | محمد بن حبان | مؤسسۃ ارسلت بیروت |
| 45. | شرح المواقف | قاضی عبد الرحمن عیسیٰ المدینی | دار الکتب اعلیٰ |

71.	البحر اس	علامہ عبدالحرح پر ہادی	مکتبہ البشرى
72.	نعم الوجيز	علامہ عبدالحرح پر ہادی	دارالذیجہ
73.	سراسر	علامہ عبدالحرح پر ہادی	مخطوط
74.	الخطاب	علامہ عبدالحرح پر ہادی	مخطوط
75.	السراي	علامہ عبدالحرح پر ہادی	مخطوط
76.	السراي	علامہ عبدالحرح پر ہادی	مخطوط
77.	الخصام	علامہ عبدالحرح پر ہادی	دارالذیجہ
78.	التصور	علامہ عبدالحرح پر ہادی	فریہ یک سال
79.	کڑا تہی	علامہ عبدالحرح پر ہادی	مخطوط
80.	البحر اس	علامہ عبدالحرح پر ہادی	مکتبہ البشرى
81.	تکلیل الایمان	عبدالحق محدث دہلوی	مکتبہ امام احمد رضا
82.	مطلع القمرین	اہل حضرت امام احمد رضا خان	مکتبہ امام اہل سنت
83.	شرح المعانی	مسعود بن عمر قنداری	مکتبہ المدینہ کراچی
84.	فضائل اصحاب	علی بن محمد قلعی	مکتبہ الفکر الاسلامیہ
85.	الادب المفرد	محمد بن اسماعیل بخاری	مکتبہ المعارف
86.	جامع الاحادیث	عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی	
87.	تفسیر المدد المسطور	عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی	دار الفکر بیروت
88.	تاریخ طبری	محمد بن جریر طبری	دار التراث بیروت
89.	تاریخ الخلفاء	عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی	مکتبہ دار مصطفیٰ
90.	الاعلام للدرک	خیر الدین بن محمد ذری	دار العلم
91.	نعمات الانس	عبد الرحمن جامی	فریہ یک سال
92.	بہار شریعت	مفتی احمد علی اعظمی	مکتبہ المدینہ کراچی
93.	اشارات فریدی	مولوی رکن الدین	مفتی رفیق عام لاہور

محترم قارئین!

ادارہ ہذا مسلک حق اہل سنت اور امام اہل سنت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات و تصریحات کا کاربند ہے۔ ہم نے نہایت خلوص نیت، دینی حیثیت اور ایمانی جذبے کے تحت اور اپنی بساط کے مطابق انسانی کاوش کرتے ہوئے اس کتاب کے متن اور اس میں موجود قرآنی آیات و احادیث و اقوال اسلاف کی صحیح کی بھرپور سعی کی ہے۔ تاہم اس کے باوجود اگر اس میں بھٹا ضائع بشریت کوئی لفظی یا اعتقادی غلطی رہ گئی ہو تو آپ سے التماس ہے کہ آپ ادارہ ہذا کو اس سے ضرور آگاہ فرمائیں تاکہ اس کی فوری صحیح کر دی جائے۔

جزاک اللہ تعالیٰ فی الدارين!